بعونِ صناعِ مکین و مکان و تحفظِ خالقِ زمین و زمان

اردو کا کلاسیکی ادب

مقالاتِ سرسید

مرتبہ

مولانا محمد اسماعیل پانی پتی

ناشر

مجلس ترقی ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

حصۂ ہفتم

(۱) مضامین متعلق سوانح و سیر

(۲) مضامین ادبی

(۳) مضامین متعلق تنقید و تبصرہ

(۱) مضامین متعلق سوانح و سیر

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	جلاء القلوب بذکرالمحبوب[۴]	۳
۲	حالات و واقعات خیر خواہان مسلمانان ۔ نمبر اول	۳۶
۳	حالات و واقعات خیر خواہان مسلمانان ۔ نمبر دوم	۸۷
۴	حالات و واقعات خیر خواہان مسلمانان ۔ نمبر سوم	۱۴۴
۵	مصلحان معاشرت مسلمانان	۱۹۵
۶	مولانا محمد قاسم نانوتوی	۲۰۵

(۲) مضامین ادبی

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	علوم جدیدہ	۲۱۱
۲	ترقی علوم	۲۱۳

۳- علامات قرأت - - - - - - - - - - ۲۱۶
۴- نمونہ لغت زبان آردو - - - - - - - ۲۳۰
۵- آردو زبان اور آس کی عہد بعہد کی ترقی - - - ۲۴۹
۶- آردو زبان اور آس کا بیان - - - - - - ۲۵۳

(۳) مضامین متعلق تنقید و تبصرہ

۱- اقوام المسالک - - - - - - - - - ۲۶۱
۲- مدرسہ دیوبند کی سالانہ رپورٹ پر تبصرہ - - - ۲۷۸
۳- نجم الامثال - - - - - - - - - ۲۹۲
۴- جغرافیہ طبعی مبتدیوں کے واسطے - - - - ۲۹۴
۵- ''تحفہ حسن'' پر ریویو - - - - - - ۲۹۹
۶- کتاب فضیلت یا معلم الطلباء - - - - - ۳۰۵
۷- دیباچہ الماسون - - - - - - - - ۳۰۹
۸- اعجاز التنزیل - - - - - - - - ۳۱۴
۹- ''الفاروق'' اور سر سید - - - - - - ۳۲۳

مضامین متعلق سوانح و سیر

جلاء القلوب بذکر المحبوب[۴]

(سرسید کا ایک قدیم ترین نایاب مضمون)

۱۲۵۸ ھ مطابق ۱۸۴۲ء میں سرسید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مختصر سوانح عمری ان عقائد و خیالات کے بموجب لکھی جو اس زمانہ میں عام طور پر حضور علیہ السلام کی سوانح حیات کے متعلق عوام میں پھیلے ہوئے تھے - اپنے ابتدائی ایام میں سرسید بھی ان ہی بیانات کو درست اور صحیح مانتے تھے اور اُن کو کبھی اس بات کا خیال نہ آتا تھا کہ ان میں بیشتر من گھڑت واقعات اور فرضی کہانیاں ہیں جو محض مولود خوانوں کی اختراعات ہیں - احادیث صحیحہ میں اُن کا کوئی وجود نہیں -

تاہم سرسید کی مرتب کردہ اس سیرۃ میں وضعی روایات کا عنصر بہت کم ہے اور جو چند روایتیں اس قسم کی اس میں تھیں - اُن کی نشان دہی سرسید نے خود اُس وقت کر دی جب اُن کے خیالات میں انقلاب پیدا ہوا اور تحقیق و تفتیش کے بعد اُن کو ان فرضی روایات کی حقیقت اچھی طرح معلوم ہو گئی -

اس کی تصریح سرسید نے اپنے اُس ریویو میں کر دی ہے جو اُنھوں نے اس سوانح عمری پر ۱۸۷۸ء میں کیا تھا اور جسے ہم اس سوانح عمری کے آخر میں شائع کر رہے ہیں -

حضور رسول پاکؐ کی یہ سوانح عمری سرسید نے ۱۲۵۸ھ میں لکھی اور ۱۲۵۹ھ میں شائع کی تھی۔ خوش قسمتی سے اس اشاعت کا ایک قدیم نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہے جو لیتھو میں چھپا ہوا ہے اور پرانی طرز کتابت اور قدیم اسلوب نگارش کا نہایت واضح نمونہ ہے۔ (ہم نے یہاں اس سوانح عمری کو جدید رسم الخط کے مطابق لکھا ہے) قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے اس نایاب سوانح عمری کے سرورق کی نقل دوسرے صفحہ پر پیش کی جا رہی ہے۔ لائبریری میں اس سوانح عمری کا نمبر U. F II 44 ہے۔ ہجری حساب کے مطابق آج سے ۱۲۲ برس پہلے کی یہ تحریر امید ہے ناظرین دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

جلاء القلوب

بذکر المحبوب صلی اللہ علیہ و سلم

جواد الدولہ سید احمد خان بہادر عارف جنگ
کی تالیف کی ہوئی ماہ رمضان المبارک ۱۲۵۹
ہجری میں جناب سید محمد خان بہادر کے
چھاپہ خانہ کے لیتھو گرافک پریس میں سید
عبدالغفور کے اہتمام سے دلی میں چھپی

(نقل مطابق اصل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سیدنا محمد خاتم المرسلمن و الہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ نجوم الدین ۔ افضل الاذکار ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ دنیا میں سب سے اچھی بات یہ ہے کہ اپنے پیارے کا ذکر کیجیے اور ہر دم اُس کے نام پر دم دیجیے ۔

بیت

دل و جانم فدایت یا محمد　　سر من خاک پایت یا محمد

اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد ۔ سبحان اللہ ! کیا ذات پاک رسول رب العالمین ہے کہ اس کے جمال با کمال سے عالم منور ہوا اور اُس کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے زمین نے آسمان پر ناز کیا ۔

محمد کہ آفرینش ہست خاکش　　ہزاران آفریں بر جان پاکش
چراغ افروز چشم اہل بنیش　　طراز کار گاہ آفرینش
سرو سرخیل میدان وفا را　　سپہ سالار و سرخیل انبیاء را
مرقع برکش نر مادہ چند　　شفاعت خواہ کار افتادہ چند
ریاحین بخش باد صبحگاہی　　کلید مخزن گنج الٰہی

صل علیٰ کیوں نہ ہم ناز کریں اپنے مقبول نبی پر ۔ جس کی امت میں ہونے کی نبیوں نے آرزو کی اور اُس کی دربانی فرشتوں نے چاہی ؎

نماند بعصیاں کسے درگرو　　کہ دارد چنین سید پیشرو

اللہ تعالیٰ نے اُس کا نام نبی الرحمۃ رکھا اور اُس کے تئیں اُمت کی شفاعت کا اختیاردیا - اُس کے اشارہ سے شق القمر ہوا - اُس کی ذات پاک سے چراغ ہدایت روشن ہوا - ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف محمد ہے یعنی اللہ اور جمیع مخلوقات کا ممدوح - اللھم صل وسلم علیٰ محمد و آل محمد اور آپ کے والد ماجد کا نام عبداللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب اور آپ کے پردادا کا نام ہاشم ہے اور آپ کی جناب والدہ ماجدہ کا اسم مبارک آمنہ بنت وہب ہے کہ وہ بھی قریشی ہیں -

بیان ولادت

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کے مہینے مین پیر کے دن پیدا ہوے ہین اللھم صل وسلم علیٰ محمد و آل محمد - جس رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا - انوار الٰہی ظاہر ہوے اور کسریٰ کہ کافرون مین بہت بڑا عظیم الشان بادشاہ تھا اور ہزارون برس سے اُس کے گھر مین بادشاہی چلی آتی تھی - اُس کا محل لرز گیا اور چودہ کنگورے اُس کے گر پڑے - بیت

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد　　تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

اور فارس کا آتش کدہ کہ ہزار برس سے اُس مین آگ جلتی رہتی تھی اور فارس کے آتش پرست اُس کو پوجا کرتے تھے - دفعتاً بجھ گئی اور ساوہ کے چشمہ مین ایک بوند پانی نہ رہا -

حلیمہ[1] بنت ابی ذویب اور ثویبہ[2] نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا اور ام ایمن[3] نے آپ کو پالا۔ اللھم صل وسلم علیٰ محمد و آل محمدؐ۔

جبکہ آپ کا سن مبارک چار برس کا ہوا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا اور آپ کے والد آپ کے پیدا ہونے سے پہلے رحلت فرما چکے تھے اور عبدالمطلب آپ کے دادا آپ کی پرورش کرنے لگے جبکہ آپ آٹھ برس اور دو مہینے کے ہوے آپ کے دادا نے بھی رحلت فرمائی۔ پھر ابوطالب آپ کے چچا نے آپ کی پرورش کی۔ اللھم صل وسلم علیٰ محمد و آل محمد۔

اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک بارہ برس دو مہینہ دس روز کا ہوا اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ آپ نے شام کی طرف سفر کیا۔ جب بصری[4] میں پہنچے۔ ایک نصرانی فقیر نے کہ اس کا نام بحیرا[5] تھا آپ کو دیکھا اور جو

۱۔ حلیمہ سعدیہ بسبب دودھ پلانے کے آپ کی ماں ہیں۔ آپ ان کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حنین میں آپ کے پاس آئیں۔ آپ اٹھے اور اپنی چادر ان کے لیے بچھائی اور وہ اس پر بیٹھیں۔

۲۔ ثویبہ ابی لھب کی لونڈی ہیں اور (انھوں نے) آپ کو اور حضرت حمزہ کو دودھ پلایا۔ آپ ان کی بہت تعظیم کرتے تھے۔

۳۔ ام ایمن۔ ان کا نام برکہ ہے۔ پہلے عبید حبشی کے نکاح میں تھیں اس سے ایمن لڑکا پیدا ہوا اس واسطے ام ایمن کہنے لگے۔ بعد اس کے زید بن حارث سے نکاح کیا اور ان سے اسامہ پیدا ہوے۔ اس واسطے (انھیں) ام اسامہ بھی کہتے ہیں اور آپ ان کو ماں کہتے تھے اور ہمیشہ ان کے گھر جاتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بھی ان کے گھر زیارت کو جایا کرتے تھے۔

۴۔ بصری۔ کحبلی۔ شام کے پاس ایک شہر ہے۔

۵۔ بحیرا علماء نصاریٰ میں سے تھا۔ کہ سب چیز چھوڑ کر گوشہ اختیار کیا تھا۔

پتے کہ کتابوں سے اس کو معلوم تھے ان سے پہچانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے حاضر ہو کر آپ کا ھاتھ پکڑا اور کہا کہ " یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور خدا تعالیٰ آپ کو بھیجے گا تاکہ سب جہاں پر رحمت عام ہو - اور بحیرا نے کہا کہ جب آپ یہاں تشریف لائے ہیں اس وقت سب درختوں اور پتھروں نے آپ کو سجدہ کیا اور نبی کے سوا اور کسی کو پتھر اور درخت سجدہ نہیں کرتے اور اپنی کتابوں میں سے آپ کی بہت سی نشانیاں پاتا ہوں - بعد اس کے ابوطالب سے کہا کہ شام میں یہودی بہت سے ہیں آپ کا وھاں لے جانا مناسب نہیں - مبادا آپ کو ایذا دیں - ابوطالب نے آپ کو احتیاطاً مکہ میں بھیج دیا - اللھم صل وسلم علی محمد و آلِ محمد -

اس کے بعد دوسری دفعہ میسرہ[1] کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف کوچ فرمایا - جب کہ شام میں پہنچے ایک نصرانی فقیر کے تکیہ کے پاس ایک درخت کے سایہ میں اترے اس نصرانی فقیر نے کہا کہ اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا اور کوئی نہیں اترا اور میسرہ کہتا تھا کہ دوپہر کے وقت جب گرمی کی شدت ہوتی تھی تو دو فرشتے آن کر آپ پر سایہ کرتے تھے - اللھم صل وسلم علیٰ محمدٍ و آل محمد -

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سفر سے پھر کر حضرت خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کیا اور اس زمانہ میں آپ کا سن شریف پچیس برس کا تھا جب آپ پچیس برس کے ہوئے کعبہ کی عمارت کو درست کیا اور اپنے ھاتھ سے حجر اسود کو رکھا اور جب آپ کی عمر چالیس برس کی ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس جبرئیل کو بھیجا اور وحی نازل کی اور ساری خلقت پر نبی کیا - ظہور نبوت کا زمانہ جب قریب آیا تھا تو آپ کو خلوت اور تنہائی

۱- میسرہ حضرت خدیجہ کے غلام ہیں -

پسند آتی تھی اور اکثر غارحرا میں تشریف لے جاتے تھے جہاں پیر کے دن آٹھویں ربیع الاول[1] کو ایک فرشتہ وحی لے کر آیا اور کہا کہ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خوشخبری ہو کہ میں جبرئیل ہوں اور اللہ تعالیٰ نے میرے تئیں آپ کے پاس بھیجا ہے اور تم خدا تعالیٰ کی ساری خلقت پر رسول ہو" اور حضرت جبرئیل نے کہا کہ اقراء یعنی پڑھو - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں پڑھا نہیں ہوں - حضرت جبرئیل نے آپ کو بغل میں بھینچا اور پھر کہا کہ اقراء یعنی پڑھو - آپ نے پھر کہا کہ میں نہیں پڑھا ہوں - پھر حضرت جبرئیل نے آپ کو بغل میں بھینچا - اسی طرح تین دفعہ حال گذرا - آخر تیسری دفعہ حضرت جبرئیل نے کہا "- اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء و ربک الاکرام الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم -

یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا - آدمی کو لہو کی پھٹکی سے - پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے - جس نے علم سکھایا قلم سے - سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا - آپ نے پڑھا اور سب حقیقت اور ماہیت کائنات اور ماورائے کائنات کھل گئی اور بآواز بلند اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچانا اور سب آدمیوں کو سیدھا راستہ بتانا شروع کیا مکہ کے جاہلوں نے آپ کو ایذا دینے کا ارادہ کیا - اور شعب میں آپ کو گھیر لیا - کچھ کم تین برس تک آپ اہل بیت سمیت اس میں گھرے رہے بعد اس کے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے نکلے اور اس زمانہ میں آپ کا سن شریف انچاس برس کا تھا - اس کے بعد ابوطالب نے انتقال کیا اور اس حادثہ کے تین دن بعد حضرت خدیجہ نے رحلت فرمائی - پھر آپ کی خدمت میں جن حاضر ہوے

[1]- صحیح یہی ہے کہ رمضان میں وحی نازل ہوئی - محررہ ۱۸۷۸ء -

اور اسلام لائے۔ جب آپ کا سن مبارک اکیاون برس اور نو مہینے کا ہوا۔ آپ کو معراج ہوئی اور پہلے حضرت کو زمزم اور مقام ابراہیم سے اٹھا کر بیت المقدس لے گئے۔ اور براق کو حاضر کیا اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے۔ اور عرش بریں کو اپنی ذات پاک سے منور کیا۔ بیت

رسوئے کاسماں را پایہ داد رکابش عرش را پیرایہ داد

اور وہاں جناب باری اور حبیب رب العالمین میں وہ باتیں ہوئیں کہ دوسرے کو خبر نہیں اور پانچوں وقت کی نماز فرض ہوئی اور جب آپ کا سن مبارک ترپن برس کا ہوا پیر کے دن آٹھویں ربیع الاول کو آپ نے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور پیر کے دن مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور وہاں دس برس تشریف رکھی پھر اس جہان سے رحلت فرمائی اور اس عرصہ میں لوگوں کی ہدایت اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے رواج دینے کے لیے ستائیس لڑائیاں لڑے اور کفار ناہنجار کو مغلوب و مرعوب کیا۔ منجملہ ان کے دس بڑی لڑائیاں بدر[1] احد[2]۔ خندق[3]۔ بنی قریظہ[4]۔ بنی المصطلق[5]۔ خیبر[6]۔ طائف[7]۔

۱۔ بدر ایک کنویں کا نام ہے۔ کہ اس کو بدر میں قریش نے کھودا تھا۔

۲۔ احد مدینہ منورہ میں ایک پہاڑ ہے۔

۳۔ خندق آپ نے مدینہ منورہ کے گرد کھودی تھی۔

۴۔ قریظہ یہودیوں کی ایک قوم ہے۔

۵۔ مصطلق حذیمہ بن سعد بن عمر کا لقب ہے اور یہ گانے میں بہت خوش آواز تھا اس واسطے اس کا یہ لقب ہوا۔

۶۔ خیبر مدینہ منورہ کے پاس ایک مشہور قلعہ ہے۔

۷۔ طائف شہر کا نام ہے۔

وادی القری[1]۔ غابہ[2]۔ بنی نضیر[3] کی ہیں اور سوائے اس کے قریب پچاس جگہ کے فوج بھیجی ۔ مگر آپ بذات مبارک وہاں تشریف نہیں لے گئے اور ہجرت سے دسویں برس حج کو تشریف لے گئے اور لوگوں کو احکام حج کے سکھلائے۔ اس حج کو حجۃالوداع کہتے ہیں ۔ کہ اس کے بعد حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھر اتفاق حج کا نہیں ہوا ۔ مگر پہلے دو بار حج ادا کیا تھا اور چار عمرے کیے تھے اور یہ سب حج اور عمرے ذیقعد کے مہینے میں ہوئے تھے ۔

اسمائے مبارک

اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا نام محمد ہے ۔ اللهم صلی علیٰ محمدٍ و آل محمد اور احمد بھی ہے اللھم صل علیٰ محمدٍ و بارک وسلم اور ماحی بھی ہے کہ میرے سبب سے اللہ تعالیٰ کفر کو عالم سے نیست ونابود کرتا ہے اور حاشر بھی کہ قیامت میں سب سے پہلے اٹھوں گا اور عاقب بھی ہے ۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور بعض روایتوں میں آپ کا اسم شریف نبی الرحمۃ و نبی التوبہ و نبی الملحمہ بھی آیا ہے اللھم صل وسلم علی محمدٍ خاتم النبیین و سید المرسلین اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید میں بشیر اور اور رؤف اور رحیم اور رحمۃ للعالمین و محمد و احمد و طٰہٰ و یٰسین مزمل و مدثر اور عبد جیسے کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً اور عبداللہ جیسے کہ انہ لما قام عبداللہ یدعوہ

۱۔ وادی القریٰ ایک جنگل کا نام ہے ۔

۲۔ غابہ حجاز میں ایک جگہ ہے ۔

۳۔ نضیر یہودیوں کی ایک قوم ہے ۔

اور منذر جیسے کہ انما انت منذر بھی فرمایا ہے اللھم صل علی محمدن الذی سمیتہ بشیرا و نظیرا و خطبتہ رحمتہ للعالمین و سراجاً منیرا و محمد و احمد و طہ و یسین و مزمل و مدثر و العبد و عبداللہ و المنذر الف الف صلوٰۃ و سلام

حلیہ شریف

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوبصورت اور حسین تھے ۔ آپ کا میانہ قد تھا ۔ سرخ و سفید رنگت تھی اور آپ کا سینہ مبارک چوڑا تھا اور آپ کے دونوں شانوں میں تھوڑا سا فاصلہ تھا اور آپ کے موئے مبارک کان کی لو تک پہنچتے تھے اور آپ کے سر اور داڑھی میں کل بیس بال سفید تھے اور آپ کا چہرہ مبارک چودھویں تاریخ کے چاند سے بھی زیادہ روشن تھا ۔ اور آپ کا بدن متوسط تھا ۔ نہ بہت موٹا نہ بہت دبلا ۔ اگر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہتے تو بہت ہیبت اور شان و شوکت معلوم ہوتی تھی اور اگر آپ بات کہتے تو لطافت اور نازکی ظاہر ہوتی تھی ۔ اگر کوئی آپ کو دور سے دیکھتا تو کمال حسن و جمال نظر آتا اور اگر پاس سے دیکھتا تھا تو ملاحت اور شیرینی معلوم ہوتی تھی ۔ آپ کی باتیں بہت میٹھی تھیں اور آپ کشادہ پیشانی تھے اور باریک اور لمبی بھویں تھیں اور دونوں بھوؤں میں کچھ فاصلہ بھی تھا ۔ اونچی بہت خوبصورت ناک تھی ۔ دہانہ کشادہ تھا ۔ پر بہت خوبصورت ۔ دانت بہت روشن اور صاف موتی سے بہتر اور آپ کے شانوں کے بیچ میں مہر نبوت تھی ۔ اور اس میں سے یہ الفاظ پڑھے جاتے تھے ۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور جن لوگوں نے آپ کو دیکھا تھا وہ کہتا

کرتے تھے کہ ہم نے کبھی پہلے اور نہ کبھی بعد ایسا کوئی شخص حسن و جمال میں نہیں دیکھا - آپ بہت وسیع الاخلاق تھے - کسی پر خفا نہ ہوتے تھے اور اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ نہ لیتے تھے - مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا تھا - اس سے بدلہ صرف خالصاً للہ لیتے تھے اور جب آپ خفا ہوتے تھے تو کسی شخص میں آپ کی خفگی اٹھانے کی طاقت نہ تھی - آپ حد سے زیادہ اور سب سے زیادہ شجاع اور سخی تھے - جس شخص نے جو چیز مانگی اسی وقت آپ نے دے دی اور کبھی نہیں کہا کہ میں نہیں دیتا اور رات کو آپ کے گھر میں ایک کوڑی بھی نہیں رہتی تھی - اگر اتفاق سے رہ جاتی تھی - تو جب تک وہ خرچ نہ ہوتی آپ دولت خانہ میں تشریف نہ لاتے تھے اور بیت المال سے آپ جو چیز کہ سستی سے سستی ہوتی تھی - جیسے کہ کھجور - اسی میں سے ایک برس کی خوراک کے موافق اپنے اہل بیت کے واسطے لیتے تھے اور باقی سب لوگوں کو بانٹ دیتے تھے - اپنے حصہ میں سے بھی مسافروں اور فقیروں کو بہت عنایت کیا کرتے تھے - یہاں تک کہ اکثر پورا برس نہ ہونے پاتا تھا کہ آپ کے پاس کھانا ختم ہو چکتا تھا اور قرض کی حاجت ہوتی تھی آپ بہت سچی بات فرمایا کرتے تھے - جس سے جو اقرار کرلیتے تھے اس کو پورا کرتے تھے - آپ بہت با حیا تھے آپ کی نگاہ ہمیشہ نیچی رہتی تھی اور دیکھتے تو کن انکھیوں سے دیکھتے - حضرت کا حلم اور تواضع بھی حد سے زیادہ تھا - جو شخص غریب امیر آزاد آپ کی دعوت کرتا تھا اس کو قبول کرلیتے تھے اور سب خلق خدا پر حد سے زائد شفیق تھے - بلی کے پانی پینے کے لیے برتن کو جھکا دیتے تھے - اور جب تک وہ خوب نہ پی لیتی تھی

اس برتن کو نہ ہلاتے تھے - حضرت بہت پاکیزہ طبیعت تھے کچھ ہوا و حرص آپ کے دل میں نہ تھی جو شخص آپ کو پہلے پہل دیکھتا تھا ۔ اس کے دل میں رعب بیٹھ جاتا تھا اور جو شخص ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اس کو آپ سے نہایت محبت اوز عشق ہوجاتا تھا ۔

بیان سیر جمیله

آپ اپنے یاروں کو بہت دوست اور معزز رکھتے تھے ۔ ان کے سامنے کبھی پاؤں تک نہ پھیلاتے تھے ، اگر آدمیوں کی کثرت سے جگہ تنگ ہو جاتی تھی تو آپ ان کے لیے جگہ کشادہ کر دیتے تھے اور آپ کے یار بھی آپ پر دل و جان سے تصدق و فدا اور پروانہ کی طرح اپنی جان دینے کو حاضر تھے ۔ اگر آپ کوئی بات ارشاد کرتے تھے تو خاموش اس کو سنتے تھے اور اگر کچھ فرماتے تھے تو اس کو جلد بجا لاتے تھے اور جس سے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کرتے تھے ۔ پہلے آپ ہی سلام علیک کرتے تھے ۔ اور زیبائش و تجمل سے اپنے یاروں کی خیر و عافیت پوچھتے رہتے تھے ۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تھا ۔ اس کی خبر لینے کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور جو سفر کو جاتا تھا اس کو دعا دیتے تھے اور جو مر جاتا تھا اس کے لیے انا للہ و انا الیہ راجعون فرماتے تھے ۔ قوم کے شریفوں کی بہت دلجوئی فرماتے تھے اور اهل فضل و کمال کو بہت عزیز رکھتے تھے اور سب سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور ہر عذر خواہ کا عذر قبول کرلیتے تھے ۔ اللھم صل علی صاحب السیر الجمیلة صلوٰۃ کما ھو اھلہ ۔ حضرت

انس[1] رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے دس برس جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی - خدا کی قسم جتنی خدمت کہ میں نے سفر و حضر میں آپ کی کی ہے - اس سے زائد آپ نے میری خدمت کی ہے اور کبھی میرے تئیں اُف تک نہیں کہا اور جو کام میں کرتا تھا کبھی نہ فرماتے تھے کہ یہ کیوں کیا اور جو نہ کرتا تھا اس کو کبھی نہ فرماتے تھے کہ کیوں نہ کیا - ایک دفعہ سفر میں آپ نے گوسفند پکانے کے لیے ارشاد کیا - ایک شخص نے کہا کہ اس کو ذبح میں کروں گا - دوسرے نے کہا کہ اس کو پاک میں کروں گا - تیسرے نے کہا کہ اس کو میں پکاؤں گا - جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکڑیاں میں لاؤں گا سب نے عرض کیا کہ یا رسول خدا! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام بھی ہم کر لیں گے آپ نے فرمایا کہ میں یہ بات جانتا ہوں کہ یہ کام بھی تم کر لو گے - مگر یہ بات نہیں چاہتا کہ تم سے اپنے تئیں بڑا بنائے رکھوں - کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے اس بات کو برا جانتا ہے کہ اپنے یاروں میں اپنی بڑائی چاہے اور جب آپ کسی مجلس میں جاتے تھے تو جہاں جگہ ہوتی تھی - وہیں بیٹھ جاتے تھے - یہ ارادہ نہ کرتے تھے کہ سب سے اوپر جا کر بیٹھوں اور جو شخص آپ کے پاس حاضر

---

[1] انس بن مالک - آپ کی کنیت ابوحمزہ اور آپ کی ماں کا نام سلمہ تھا ، دس برس کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور ننانوے برس کے ہو کر بصرہ میں مرے - جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعا دی تھی کہ تمھارے پاس بہت سا پیسہ اور بہت سی اولاد ہو - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے انصاریوں میں سب سے مال دار رہے اور اٹھتر بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں اور ان کے جیتے جی پوتوں سمیت سو آدمی ہو گئے تھے -

ہوتا تھا اُس پر ایسی نظر عنایت اور التفات فرماتے تھے - کہ وہ شخص یہی بات جانتا تھا کہ مجھ سے سوا اور کسی پر اتنی عنایت نہیں اور فقیروں کو بہت چاہتے - ان میں بہت بیٹھا کرتے اور ان کے جنازہ کے ساتھ جاتے - مہمان کی بہت خاطرداری کرتے - اپنا کام اپنے ھاتھ سے کرتے - نماز پڑھنے میں رقت و بکا غالب ہوتی - کہ آپ کے سینہ مبارک سے آواز ہنڈیا کے پکنے کی سی آتی - آپ روزہ بہت رکھا کرتے اور جب آپ سوتے تو آپ کا دل جاگتا رھتا ، جو کوئی کچھ کہتا تو سن لیتے آپ صدقے کے مال کو نہ کھاتے ، جو کوئی تحفہ لاتا تو لے لیتے اور اس سے بہت سلوک کرتے ، خدا تعالیٰ نے آپ کو سارے جہان کے خزانوں کی کنجیاں عنایت کیں - پر آپ نے نہ لیں اور آخرت ھی کی نعمتیں اختیار کیں ، آپ تینوں انگلیوں[۱] سے کھانا نوش فرماتے آپ نے جو کی روٹی چھوھارے سے اور خربوزہ کو کھجور سے تناول فرمایا ھے اور سرکہ اور روٹی کھا کر آپ نے فرمایا ھے کہ روٹی کے ساتھ کھانے کو سب سے بہتر سرکہ ھے آپ کو شہد اور مٹھاس بہت بھاتی تھی ، آپ بیٹھ کر تین دم میں پانی پیتے تھے - ایک دفعہ آپ نے دودھ نوش فرمایا اور ارشاد کیا کہ اگر کوئی کھانے کی چیز کھاوے تو کہے اللھم ارزقنا خیراً منہ اور جب دودھ پیے تو کہے کہ اللھم بارک لنا فیہ و زدنا منہ اور فرمایا کہ دودھ کے سوا ایسی اور کوئی چیز نہیں کہ کھانے پینے دونوں چیزوں کو کفایت کرے ، آپ پشمینہ کی پوشاک پہنتے تھے - لیکن کچھ تکلف نہ فرماتے تھے ، آپ کے نزدیک کرتہ سب سے اچھی پوشاک تھی ، جب آپ کوئی نیا کپڑا پہنتے تھے تو فرماتے تھے اللّٰھم لک الحمد

۱- یعنی انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی -

کما البستہ واستلک خیرہ و خیر ماضیح لہ اور سبز
پوشاک سے بہت خوش ہوتے تھے اور عامہ باندھتے تھے ، اس
کا ایک سرا شملہ کے طور پر دونوں شانوں کے بیچ میں لٹکا دیتے
تھے ، آپ کبھی دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں اور کبھی بائیں ہاتھ
کی چھنگلیا میں چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے ۔ کہ اس پر ''محمد
رسول اللہ'' کھدا ہوا تھا ، آپ خوشبو سے بہت رغبت اور بدبو
سے کمال نفرت رکھتے تھے اور غالیہ اور مشک اور عود اور
کافور کو استعمال کرتے تھے ' آئینہ بھی دیکھا کرتے تھے ، آپ
تین دفعہ دائیں آنکھ میں اور دو دفعہ بائیں آنکھ میں سرمہ لگایا
کرتے تھے ، سفر میں آپ کے پاس ہمیشہ تیل اور سرمہ اور
آئینہ اور کنگھی اور قینچی اور مسواک اور سوئی تاگا رہتا تھا اور
آپ کبھی کبھی مزاح بھی فرماتے تھے ۔ مگر اس میں جو بات ارشاد
ہوتی تھی ۔ سب سچ ہی ہوتی تھی ، جیسے کہ ایک دفعہ جناب
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا ۔ کہ
میرے تئیں اونٹ پر سوار کر دو ۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے تئیں
اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے ۔ اس شخص نے عرض کیا کہ
مجھے بچہ اٹھا نہ سکے گا ۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اونٹ بھی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے ۔

اسی طرح ایک عورت نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا کہ یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرا خاوند
بیمار ہے ۔ اور آپ کو بلاتا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا خاوند
وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے ۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس سفیدی سے وہ سفیدی مقصود تھی جو سب
کی آنکھ میں ہوتی ہے ۔ مگر وہ عورت پہلے نہ سمجھی اور
جا کر اپنے خاوند کی آنکھ کو چیر کر دیکھا ۔ اس کے خاوند

نے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ھے ۔ کہ تو میری آنکھ کو چیرتی ھے ۔ اس نے جواب دیا کہ جناب پیغمبر صلی‌اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ھے کہ تیرے خاوند کی آنکھ میں سفیدی ھے ۔ اس نے کہا کوئی شخص ایسا نہیں ھے کہ جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ھو ۔ جناب پیغمبر خدا صلی‌اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کیا اور اس کے بعد سودہ[۱] بنت زمعہ اور پھر حضرت عائشہ صدیقہ[۲] اور حفصہ[۳] بنت عمر فاروق اور آم حبیبہ[۴] بنت ابی سفیان اور ام سلمہ[۵] اور زینب[۶] بنت جحش اور جویریہ[۷] بنت حارث کہ وہ حضرت ہارون پیغمبر علیہ‌السلام

۱۔ سودہ نے شوال کے مہینہ ۵۵ھ میں معاویہ کے زمانہ میں انتقال فرمایا ۔

۲۔ عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۔ ان کی عمر چھ برس کی تھی جب آپ نے نکاح کیا اور جب آپ نے انتقال فرمایا تب حضرت عائشہ اٹھارہ برس کی تھیں ۔ حضرت عائشہ نے سترھویں رمضان ۵۸ ھجری میں انتقال فرمایا ان کی کنیت ام عبداللہ ھے ۔

۳۔ حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اکتالیسویں برس ھجرت سے انتقال فرمایا ۔

۴۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان ۔ جب آنحضرت صلی‌اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا ھے ۔ تو یہ حبشہ میں تھیں اور نجاشی حبشہ کے بادشاہ نے چار سو دینار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہر دیا آپ نے ھجرت سے چالیسویں برس انتقال فرمایا ۔

۵۔ ام سلمہ نے رمضان میں باسٹھویں برس انتقال فرمایا ھے ۔ اور سب ازواج مطہرات سے پیچھے انھی نے وفات پائی ھے بعضے میمونہ کو کہتے ھیں ۔

۶۔ زینب بنت جحش نے حضرت عمر کی خلافت میں ھجرت سے بیسویں یا اکیسویں برس مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور سب ازواج سے پہلے آپ ھی نے انتقال فرمایا اور آپ ھی سے گہوارہ میں اٹھانے کی رسم نکلی ۔

۷۔ جویریہ بنت حارث بنی مصطلق کی لڑائی میں پکڑی گئی تھیں اور ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں ۔ اس نے ان کو مکاتب کردیا ۔ انہوں نے پیغمبر خدا سے کچھ روپے مانگے ۔ آپ نے کہا ھم تم سے نکاح کریں گے ۔ وہ راضی ھوگئیں ۔ اور چھبیسوین برس میں ھجرت سے انتقال فرمایا ۔

کی اولاد سے تھیں اور میمونا اور زینب بنت خزیمہ سے، آپ کی اولاد میں سے حضرت قاسم تھے - آن ھی کے نام سے آب کی کنیت تھی اور اسی واسطے آپ کو ابوالقاسم کہتے تھے اور عبداللہ کہ طیب اور طاہر آن ھی کا لقب تھا اور زینب اور رقیہ اور ام کلثوم اور فاطمہ - ان صاحبزادوں نے نبوت سے پہلے انتقال فرمایا اور صاحبزادیوں نے نبوت کے بعد - اور یہ سب صاحبزادے اور صاحبزادیاں حضرت خدیجہ سے تھیں - بعد اس کے ابراھیم ماریہ قبطیہ سے مدینہ میں پیدا ھوئے اور ستر دن کے ھو کر مر گئے - حضرت کی سب اولاد آپ کے رو برو رحلت کر چکی تھی - مگر فاطمہ علیہا السلام باقی تھیں - چھ مہنیہ کے بعد انھوں نے رحلت فرمائی - پھوپھیاں اور چچا حضرت کے سترہ تھے - ان میں سے صرف تین ھی اسلام لائے - حضرت عباس[1] اور حمزہ[2] اور صفیہ اور حارث اور زبیر اور قثم اور ابو طالب عمران اور عبدالکعبہ اور حجل اور ضرار — غیداق — ابو لہب چچوں میں سے اور عاتکہ اور اروی وام حکم اور برہ دامیہ پھوپھیوں میں سے ایمان نہیں لائی تھیں - حضرت کے خادم بہت سے تھے ان میں سے انس اور عبداللہ بن مسعود اور بلال ھیں اور ذومخمر بھانجا نجاشی کا آپ کا خادم تھا - اور ایلچی آپ کے جن کو بادشاھوں کے پاس بھیجا تھا بہت تھے عمرو بن امیہ کو نجاشی حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا اور وہ ایمان بھی لایا اور دحیہ کلبی کو اول روم کے بادشاہ کے پاس بھیجا - وہ بھی ایمان

---

۱ - عباس مکہ کی فتح سے پہلے مسلمان ھوئے اور حضرت عثمان کی خلافت میں انتقال فرمایا -

۲- حمزہ - ہجرت سے پہلے مسلمان ھوئے اور شوال کے مہینے میں جنگ احد میں شہید ھوئے -

پر مستعد ہوا تھا - پر اس کی قوم نے نہ مانا - ان کے ڈر سے وہ ایمان نہ لایا - عبداللہ بن حذافہ کو خسرو فارس کے بادشاہ کے پاس بھیجا تھا - اس مردود نے حضرت کے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا حضرت نے اس کے حق میں بد دعا کی اور وہ ہلاک ہوا - بیت

درید آن نامہ گردن شکن را نہ نامہ بلکہ نام خویشتن را

علاء بن حضرمی کو بحرین کے بادشاہ کے پاس بھیجا اور وہ ایمان بھی لایا - اور لکھنے والے حضرت کی سرکار میں بہت تھے - چاروں خلیفہ اور عبداللہ بن ارقم و ابی بن کعب و ثابت بن قیس و زید بن ثابت و معاویہ اور آپ کے بہت سے اصحاب تھے -

صحابہ کرام

مگر وہ اصحاب کہ جن پر بہت عنایت تھی اور آپ کے خاص الخاص تھے وہ یہ ہیں - ۱- ابو بکر صدیق ۲- عمر فاروق ۳- عثمان غنی ۴- علی مرتضیٰ ۵- حمزہ ۶- جعفر ۷- ابو ذر ۸- مقداد ۹- سلمان ۱۰- حذیفہ ۱۱- عبداللہ بن مسعود ۱۲- عمار ۱۳- بلال -

عشرہ مبشرہ

جو لوگ کہ عشرہ مبشرہ ہیں اور ان کو بہشت میں جانے کی خوشخبری دی تھی - وہ یہ ہیں - ۱- ابو بکر صدیق ۲- عمر فاروق ۳- عثمان غنی ۴- علی مرتضیٰ ۵- سعد بن ابی وقاص ۶- زبیر بن العوام ۷- عبدالرحمن بن عوف ۸- طلحہ بن عبداللہ ۹- عبیدہ بن جراح ۱۰- سعد بن زید -

دواب

حضرت کی سرکار میں دس گھوڑے اور بیس اونٹنیاں دودھ دینے والی اور سو بکریاں تھیں -

ہتیار

اور تین تلواریں چار کمانیں ایک ترکش اور ایک سپر اور دو زرہ اور ایک خود تھا ۔

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزارہا معجزات ظہور میں آئے ہیں ۔ جو معجزے کہ سب نبیوں میں تھے وہ آپ کی ذات بابرکات سے ظاہر ہوتے تھے ۔ ان کا احاطہ ممکن نہیں مگر تیمناً و تبرکاً چند معجزات بیان کیے جاتے ہیں ۔

معجزات

سب سے بڑا معجزہ کلام اللہ ہے کہ کیسا ہی عالم فاضل فصیح بلیغ ہو اس کی چھوٹی سے چھوٹی ایک سورۃ کے برابر نہیں کہہ سکتا اور باوجودیکہ آپ کچھ پڑھے نہ تھے ۔ ان باتوں کی جو ہوچکی اور ہونگی خبر دی اور سب سچ ہے ۔ آپ کی ایک انگلی کے اشارہ سے شق القمر ہوا ۔ کہ کسی نبی سے ایسا معجزہ ظہور میں نہیں آیا ۔ ایک دفعہ آپ نے بکری کے چھوٹے سے بچے پر ہاتھ پھیرا اور باوجودیکہ وہ بچہ تھا ۔ مگر فی الفور اس نے دودھ دیا اور آپ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دعا دی تھی ۔ کہ ان کے سبب اسلام کو رونق ہو ۔ اسی طرح ہوا ۔ کہ ان کی خلافت میں جتنی رونق اسلام اور فتح بلاد ہوئی ۔ کسی خلیفہ کے وقت میں ایسا نہ ہوا اور ایک دفعہ قتادہ بن النعمان کی آنکھ میں زخم لگا اور آنکھ نکل کر پانی سی بہہ گئی ۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اسی کو لے کر آنکھ میں رکھ دیا آنکھ اچھی خاصی دوسری آنکھ سے بھی اچھی ہوگئی ۔ ایک دفعہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو مسلمان ہونے کے لیے کہا ۔ اس نے کہا کہ کوئی گواہ لاؤ آپ نے فرمایا یہ درخت گواہ ہے اور درخت کو کہا کہ آگے

آؤ وہ درخت آگے آیا اور تین دفعہ بہ آواز بلند گواہی دے کر
جہاں کا تھا وہیں چلا گیا اور جس رات جناب پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو نبوت ہوئی - اسی رات جتنے درخت اور پتھر
وغیرہ تھے - سب نے باواز بلند کہا تھا کہ السلام علیکم یا
رسول اللہ - ایک دفعہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہرنی نے عرض کیا کہ میرے تئیں قید سے چھڑا دو - میرے دو
بچے ہیں ان کو دودھ پلا کر پھر آ جاؤنگی - آپ نے اس کو
چھڑوا دیا اور اس نے آدمیوں کے طرح اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد
ان محمد رسول اللہ پڑھا - ایک دفعہ ایک شخص ایمان لایا اور
پھر کمبخت مرتد ہو کر پھرگیا اور کافروں سے جا ملا بعد اس
کے مر گیا - جب آپ کو اس کے مرنے کی خبر پہنچی آپ نے
فرمایا کہ زمین اسکو قبول نہ کرے گی - اسی طرح ہوا - کہ
جب اس کو دفن کرتے تھے - زمین اگل دیتی تھی - ایک دفعہ
حضرت کی انگلیوں سے ایسا پانی جاری ہوا کہ اس سے چودہ سو
آدمیوں نے پیا - اور وضو کیا - یہ معجزہ کئی بار ہوا ہے اور
جب مکہ کی فتح ہوئی تھی اور آپ مسجدالحرام میں داخل ہوئے
ہیں تو کعبہ کے گردا گرد بت لٹکتے تھے - آپ کے دست مبارک
میں ایک چھوٹی سی چھڑی تھی - اس سے آپ اشارہ کرکے فرماتے
تھے کہ "جاء الحق و ذھق الباطل" وہ بت آپ
سے آپ گر پڑتے تھے - اور اسی طرح ہزار ہا اعجاز ہیں کہ ان
کا حد و حصر ممکن نہیں -

حجۃ الوداع

ہجرت سے دسویں برس جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے آپ حج کرنے کا ارادہ کیا اور سب لوگوں کو خبر پہنچائی
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے جاتے ہیں ،

یہ خبر سن کر ہزاروں آدمی مدینہ میں جمع ہو گئے اور اس
سفر میں اس قدر آدمی جمع ہو گئے تھے۔ کہ حد اور شمار سے
باہر تھے، جہاں تک نگاہ جاتی تھی آدمی ہی آدمی دکھائی
دیتے تھے، اس حج کا نام "حجۃ الوداع" ہے اس واسطے کہ
جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں سب لوگوں سے
سفر آخرت کے لیے رخصت ہوئے ہیں اور فرمایا ہے کہ مجھ سے
اپنے طریق اور راہیں سیکھ لو۔ شاید میں اگلے برس حج
میں نہ ہوں اور جیتا نہ رہوں۔ غرض کہ ذیقعدہ کی پچیسویں
کو آپ نے غسل فرمایا اور کنگھی کی اور تیل ڈالا اور خوشبو
لگائی اور احرام کے کپڑے پہن کر دولت خانہ سے باہر نکلے اور
مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد ذی الحلیفہ میں
پہنچے اور عصر کی نماز قصر کر کے پڑھی اور احرام باندھ کر
لبیک فرمایا اور اپنی اونٹنی پر کہ قصوا اس کا نام تھا
سوار ہوئے اور منزلوں کو طے کر کے ذی الحجہ کی چوتھی
تاریخ صبح سے وقت اتوار کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے
اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ جب آپ مکہ معظمہ کے
پاس پہنچے آپ نے تین دفعہ جلدی جلدی طواف کیا اور چار دفعہ
آہستہ آہستہ طواف کیا اور جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچتے
تھے اس وقت بوسہ دیتے تھے اور کبھی پیشانی رکھتے تھے اور
اس کے بعد بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے۔ بسم اللہ و اللہ اکبر
اس کے بعد کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی کہ
"ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ" اور اس جنگل
میں آپ سوار ہو کر پھرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا
کہ جو لوگ ذبیحہ اپنے ساتھ نہیں لائے ہیں وہ حج کی نیت
موقوف کریں، صرف عمرہ تمام کریں اور احرام سے نکل آویں۔

جب ترویہ کا دن یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہوئی تو آپ صفا کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اور رات کو رہے اور صبح کی نماز پڑھ کر جب آفتاب نکلا تو عرفات کی طرف روانہ ہوئے، جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے نمیرہ کے جنگل میں کہ عرفات کے پاس ہے۔ خیمہ کھڑا کیا تھا ۔ آپ وہاں آن کر اترے اور جب دوپہر ڈھل چکی نماز ظہر اور عصر کی جماعت کے ساتھ پڑھی اور موقف کی طرف کہ عرفات کے میدان میں ہے چلے اور وہاں دعا اور کلمہ کہتے تھے یہاں تک کہ شام ہو گئی ۔ پھر مزدلفہ کی طرف تشریف لے گئے اور رات کو رہے اور صبح کی نماز پڑھ کے دن نکلے تک مشعر الحرام میں ٹھہرے اور اس کے بعد حجرۃ العقبہ میں سات کنکریاں پھینک کر صفا کی طرف روانہ ہوئے اور ایام تشریق[1] میں بھی سات سات کنکریاں پھینکتے رہے اور بقر عید کے دن اول وقت قربانی کر کے کعبہ کے طواف کو روانہ ہوئے اور سات دفعہ کعبہ کے گرد پھر کر طواف کیا ۔ اس کے بعد سقایہ میں آئے اور وہاں آب زمزم پیا ، اور منٰی کی طرف تشریف لے گئے اور تشریق کے تیسرے دن کوچ کیا ۔ اور محصب میں پہنچ کر لشکر کو کوچ کا حکم دیا ، اس کے بعد مدینہ منورہ میں داخل ہوئے ، اسی حج کے دنوں میں آیت "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی" اور اس سے پہلے "سورۃ اذاجاء نصر اللہ" نازل ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر آخرت کی خبر دی تھی اس واسطے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ سے

۱۔ تشریق ۔ یعنی ذی الحجہ کی گیارھویں بارھویں ۔ تیرھویں تاریخ ۔

انتقال کے دن قریب ہونے کا حال فرمایا تھا اور جناب فاطمہ علیہا السلام سے بھی فرمایا تھا کہ میرے تئیں مرنے کی خبر دی ھے - حضرت فاطمہ رونے لگین - جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب اھل بیت سے پہلے ھم سے ملوگی - اس کے بعد آنحضرت نے کئی دفعہ رات کو شہدائے بقیع کے لیے دعا کی ، جب وھاں سے مراجعت کی اور حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کے گھر مین تشریف لائے - آپ کے درد سر شروع ھوا اور دن بدن شدت ھونے لگی - یہاں تک کہ وقت انتقال قریب آیا اور بموجب حکم باری تعالیٰ ملک الموت ایک اعرابی کی صورت مین در دولت پر حاضر ھوا اور اندر آنے کی اجازت چاھی - حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جواب دیا کہ اس وقت جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض کی شدت ھے ملاقات کا وقت نہین ، پھر دوبارہ اندر آنے کی اجازت چاھی پھر وھی جواب سنا ، تیسری دفعہ چلا کر کہا کہ سب لوگ اس آواز سے حیران ھو گئے اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی ، آپ نے پوچھا کہ کیا حال ھے جو حال تھا سب نے عرض کیا ، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ یہ ملک الموت ھے ، جناب فاطمہ زھرہ نے جو یہ بات سنی رونے لگین ، آپ نے فرمایا کہ اے میری بیٹی مت رو کہ تیرے رونے پر عرش روتا ھے اور اپنے ھاتھ سے حضرت فاطمہ کے آنسو پونچھے اور تسلی دی اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ میری جدائی مین اس کو صبر دے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا کہ اپنے بیٹوں کو میرے پاس لا - جناب حسن و حسین علیہما السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے - وہ دونوں صاحب زادے آپ کو اس حال مین دیکھ کر رونے لگے ، ان کے

رونے کی آواز سن کر جتنے لوگ گھر مین تھے سب رونے لگے ، جب سب کے رونے کی آواز آپ کے کان مین پہنچی آپ بھی رونے لگے ، سکرات موت نے شدت کی ۔ کہ آپ کا رنگ مبارک متغیر ہوتا جاتا تھا اور آپ کے پاس ایک پانی کا پیالہ بھرا ہوا دھرا تھا ، آپ اس میں ھاتھ ڈالتے تھے اور روئے مبارک پر ملتے تھے اور فرماتے تھے ۔ ''الھم اعنی علی سکرات الموت'' جب ملک الموت نے اجازت قبض روح مبارک کی چاھی آپ نے فرمایا کہ ذرا صبر کرو جبرائیل آ جائے ۔ اتنے مین حضرت جبرئیل آئے ۔ آپ نے فرمایا اے دوست اس وقت مین مجھے اکیلا چھوڑتا ھے ۔ حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپ کو خوشی ھو کہ اللہ تعالیٰ نے مالک دوزخ کو حکم دیا ھے کہ میرے پیارے دوست کی روح پاک آسان پر آوے گی ۔ دوزخ کی آنچ کو بالکل بجھا دے اور حوروں کو حکم دیا ھے کہ اپنے تئین آراستہ کریں اور فرشتوں کو فرمایا ھے کہ اٹھ کر صف بصف کھڑے ھوں ۔ کہ روح پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم آتی ھے اور مجھ کو حکم دیا ھے کہ زمین پر جا کر میرے دوست سے کہو ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھے کہ جب تک تو اور تیری امت بہشت مین نہ داخل ھو لینگے اس وقت تک سب نبیوں اور امتوں پر بہشت حرام ھے اور قیامت کے دن تیری امت کو مین اتنا بخشونگا کہ تو راضی ھو جاوے ، یہ بات سن کر آپ نے ملک الموت کو فرمایا کہ جس کام تو آیا ھے وہ کام کر ۔ ملک الموت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی اور اعلیٰ علیین مین لے گیا اور کہا کہ یا محمد ۔ یا رسول رب العالمین ۔ الھم صل علیٰ محمد و آل محمد اس واقعہ جانکاہ کے بعد جو لوگ حاضر تھے ۔ انھوں نے یا کسی فرشتے نے آپ کے اوپر حبرہ

کہ ایک قسم کی چادر ہے آڑھائی اور جناب فاطمہ زہرا علیہاالسلام
اور حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور جو مقرب تھے
حالت بیقراری میں گریہ و زاری کرتے تھے اور سب صحابہ پر
وہ حال بے طاقتی اور بے ہوشی کا تھا ۔ کہ بعضوں نے
حضرت کی موت کا انکار کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
خاموش گنگ ہو گئے اور جناب علی علیہ السلام بیٹھے کے بیٹھے رہ
گئے اور سب صحابہ کا اسی طرح برا حال ہوا ۔ مگر حضرت عباس
آپ کے چچا اور حضرت ابوبکر صدیق نے بہت استقلال اور
کمال ضبط کیا ۔ اتنے میں حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلواۃ
والسلام نے حجرہ مبارک میں سے آواز دی کہ آپ کو غسل
دو ۔ اور حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلواۃ و السلام نے
سب صحابہ کو کہ اس غم اور الم میں کوئی ان کا شریک نہ تھا
تسلی دی اور ان الفاظ سے تعزیت کی "ان اللہ فی عزاء من
کل مصیبۃ و خلفاً من کل ھالک و درکاً من کل
فاینت فباللہ فاتقو او الیہ فارجعوا فان المصائب
من حرم الثواب" یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس ہر مصیبت کے
واسطے دلاسا ہے اور ہر مرنے والے کا عوض ہے اور ہر جانے
والی چیز کا بدلہ ہے پھر اللہ پر اعتماد کرو اور اس کی طرف
رجوع کرو کہ حقیقت میں مضیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے
محروم رہے ۔ بعد اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
حضرت علی اور حضرت عباس اور فضل اور قثم حضرت عباس کے
بیٹے اور شقران جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور
اور اسامہ نے کپڑوں سمیت غسل دیا ۔ اور اوس انصاری بھی
حضرت کے نہلانے اور دھلانے میں حاضر ہوئے اور حضرت علی
نے آپ کے پیٹ پر ہاتھ رکھا ۔ کہ شکم سے کچھ نہ نکلا آپ

نے کہا کہ ”صلی اللہ علیک فقد طبت حیاً و میتاً“ یعنی رحمت خدا کی تم پر ہو کہ پاک ہو تم جیتے اور مرے اور آپ کے تئیں تین چادروں میں تکفین کیا اور ہر شخص نے الگ الگ نماز پڑھی - کوئی امام آپ کے جنازہ پر نہیں ہوا اور جناب عایشہ صدیقہ کے گھر میں آپ کی قبر شریف بطور بغلی کے کھدی - اور قبر میں قطیفہ کا فرش ہوا اور اس میں مدفون کیا -

نظم

گریباں زمین شد ناگہاں چاک در آمد همچو جاں در قالب خاک
مگر شخص زمین لب تشنه مے برد که آب زندگانی را فرو برد

اللهم صل علی روح النبی المطهر
شفیع الوری فی یوم بعث و محشر
بشیر نذیر سید القوم جملة
رسول کریم خیر ذات و جوهر
وما مثله فی الناس من صلب آدم
بخلق عظیم ثم ذات معطر
اذا نار نورک فی خلق آدم
خیر الملائکة جملة مکبر
اذ لاح بالانوار وجه محمد
فلم یبق نور ما لنجم منور
سقی معشر الابرار من حوض کوثر
شراباً طهوراً خالیاً عن مکدر
علیک صلواة الله یا سید الوری
علیک سلام الله یا خیر منظر

فقیر حقیر سید احمد حسینی الحسنی المخاطب به جوادالدوله
سید احمد خاں بہادر عارف جنگ نے اس رسالہ کو سرور المحزون
سے ماخوذ کیا اور چند مطالب مدارج النبوت سے اس میں
بڑھائے اور بعضی باتیں اصل رسالہ میں سے کم کر دیں گئیں
اور جناب استاذی اعلم العلماء و افضل الفضلاء مولانا محمد نورالحسن
صاحب سلمه الله تعالیٰ (مرحوم و مغفور) کی اصلاح سے صحیح و
درست ھوا۔

جلاء القلوب پر ریویو

(خود مصنف کا لکھا ہوا)

(مورخہ جون ۱۸۷۸ء)

یہ کتاب اس زمانہ مین لکھی گئی تھی جبکہ لوگوں کی دیکھا دیکھی مولود کی مجالس کا دل مین بڑا شوق تھا - ہر مہینے کی دوازدھم کو لوگ جمع ہوتے تھے - سوا لاکھ دفعہ چھوارے کی گٹھلیوں پر درود پڑھا جاتا تھا اور ختم کے بعد شیرینی بٹتی تھی اور ہم کو لوگ بہت نیک اور محب رسول سمجھتے تھے ، حالانکہ اس زمانہ میں ہم نے نہ رسول کو سمجھا تھا اور نہ رسول کی محبت کو - اسی زمانہ مین بہت سے رسالہ مولود کے دیکھے - اس وقت کے خیال کے مطابق بھی ان مین ایسی باتیں معلوم ہوئین جو ٹھیک نہ تھیں اور بجائے اس کے کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان ہوں وہ رسالے زیادہ تر مرثیہ خوانی کتاب خوانی کے جس کا رواج محرم کی مجلسوں میں ھے مشابہ تھے - اس لیے دل میں آیا تھا کہ ایک مختصر رسالہ جو بطور بیان حالات اور واقعات کے ھو اور جس مین نا معتبر باتیں نہ ھوں لکھا جاوے مگر اب افسوس ھوتا ھے کہ اس میں بھی بہت سی نا معتبر بلکہ لغو باتیں ھیں -

بڑا ماخذ اس رسالہ کا سرورالمحزون ھے - جس کو شاہ ولی اللہ صاحب نے تصنیف کیا تھا اور کچھ باتین مدارج النبوت سے جس مین ہزاروں لغو و نا معتبر کہانیاں مندرج ھیں لی گئی

تھیں ۔ اس زمانہ میں تو اس رسالے کے لکھنے پر بڑا فخر تھا ۔
مگر اب اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے ۔

مولود کی مجالس کی نسبت جو خیال اس زمانہ میں تھا ۔
اس میں بھی انقلاب عظیم ہو گیا ہے ۔ اس وقت خیال تھا ۔
کہ مولود کی مجلس ایک مذھبی امر اور بہت بڑے ثواب کا کام
ہے اور بہشت کی نعمتوں کے ملنے کی کنجی ہے ۔ مجلس مولود
میں پیغمبر صاحب کی ارواح پاک موجود رھتی ہے اور رحمت
کے فرشتے اترتے رھتے ھیں ۔ خصوصاً ھاری مجلس میں جو بالکل
سادہ اور زوائد بیہودہ سے آزاد اور صرف درود خوانی ہے اور
تمام باتوں سے جو مشابہ مرثیہ خوانی یا کتاب خوانی کی ھوں
پاک ہے ۔

جب مذھبی مسائل میں زیادہ تر پختگی ھوئی اور ان عقائد
کی جانب میلان ھوا ۔ جس کو وھابیت کہتے ھیں تو مجلس
مولود کو بدعت سمجھا ۔ کیونکہ اس کا وجود قرون مشہود
لہا بالخیر میں نہ تھا ۔ کئی سو برس بعد آنحضرت صلعم کے انتقال
کے اس کا رواج ھوا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ”من احدث
فی امرنا ھذا فھو رد“ ۔ ”وکل بدعة ضلالة“ اور اب
شاید معتزلیت زیادہ چڑ گئی ہے ۔ جو یہ خیال ہے کہ ایک کے
فعل کا خواہ وہ اس قسم سے ھو جس کو عبادت بدنی کہتے
ھیں اور خواہ اس قسم سے ھو جس کو عبادت مالی کہتے ھیں
دوسرے پر خواہ وہ زندہ ھو یا مردہ کچھ اثر نہیں ھوتا ۔
قرآن و فاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنا یا ملانوں کو بغرض ایصال
ثواب کھانا کھلانا بالکل لا حاصل محض اور ھمہ وجوہ ھندوؤں
کے اس فعل کے مشابہ ہے جو اپنے بزرگوں کو ثواب پہنچانے
کے لیے برھمنوں سے کتھا اور منتر پڑھواتے ھیں اور برھمنوں

کو جاتے ہیں اور گیا و پراگ میں جا کر پنڈ دان کرتے ہیں۔ اور اب اس پر یقین ہے کہ ٹھیٹ اسلام کا یہی سچا مسئلہ ہے۔

جشن مولود اگر بطور یادگار اس دن کے ہو جس میں ایسا بڑا شخص پیدا ہوا جس نے تمام دنیا کو سچائی سے روشن کیا۔ تمام عالم میں خدا پرستی کو شائع کیا۔ ہر ایک کو ہدایت کا رستہ بتایا ، اور یہ کہا کہ ۔ انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد۔ اور صرف یہ کہا ہی نہیں بلکہ اس قول سے تمام دنیا کے مذاہب کو آلٹ دیا ۔ بت پرستی کو جزیرہ عرب سے مٹا دیا ۔ متفرق قوموں کو ایک کر دیا ، تمام جابر اور گمواہ سلطنتوں کو نیست و نابود کر دیا تو اس جشن عظیم کا کا ہر سال ہونا نہایت عمدہ بات ہے ۔ اس لیے کہ پرانی تاریخ کی یادگاروں کو زندہ رکھنا افضل ترین بنی نوع انسان کے دائمی احسانوں کا اعتراف کرنا ہے اور آئندہ اپنی فوائد اور نیکیوں کی جو انھوں نے جاری کیں ، ہمیشہ قائم رکھنے کی نیت کا دکھلانا اور ہمت کا دلانا ہے۔ قومی اتحاد کا جو اصلی باعث ہوا اس کی یاد سے قومی اتحاد بڑھتا ہے ، جس کی نیکیوں کا اثر ہم پر پڑا اس کا احسان ماننے سے طینت کی نیکی زیادہ ہوتی ہے اور نیکی کے قیام کو بہت زیادہ استحکام ہوتا ہے ، مگر جب ہی ہوتا ہے جب کہ مذھبی خیالات جو انسان کو معاد کے ثواب و عذاب کی طرف مائل کرتے ہیں اور اصلی سبب کو دل سے بھلا دیتے ہیں اور انسان کے تمام قدرتی جذبات کو دبا دیتے ہیں۔ اِن کا اس میں کچھ اثر نہ ہو ۔ پس چار آدمیوں کا بیٹھ کر اور نعتیہ چار اشعار پڑھ کر رو لینا بے فائدہ کام ہے ۔ بلکہ بعوض اس کے جشن عظیم الشان کیا جاوے ، شہر آراستہ ہوں ، روشنیاں کی جاویں اور خوشیاں منائی جاویں اور جہاں تک ممکن ہو شان و شوکت و حشمت اس

نبی پاک کے پیروؤں کی دکھلائی جاوے تو بے شک وہ فوائد اس سے مل سکتے ہیں گو کہ بہت لوگوں کے نزدیک ایسے امر کی خوشی کرنا انسان کی روح کی ترقی مدارج کا بھی باعث ہو۔ جس کا نام ثواب ہے اور اگر اس سے صرف ثواب کی گٹھریاں باندھنی مقصود ہوں اور اس مقصد سے یہ مجلس بطور ایک مذہبی رسم کے کی جاوے تو توکل بدعة ضلالہ ہی ہے۔

اس رسالہ میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو حال کے یقین کے بالکل برخلاف ہیں۔ آنحضرت صلعم بلاشبہ شفیع امت ہیں، کیوں کہ آپ نے وہ راہ بتائی ہے۔ جس پر چلنے سے نجات ہوتی ہے مگر یہ سمجھنا کہ قیامت میں گناہ بخشوا لیں گے۔ یہ تو بالکل عیسائیوں کے مسئلہ کے مطابق ہے، جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ عیسیٰ مسیح تمام امت کے گناہوں کے بدلے میں فدیہ ہو گئے۔ عشق القمر کا ہونا محض غلط ہے اور بانی اسلام نے کہیں اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ کسریٰ کے محل کے کنگروں کا گرنا ـــ آتش کدہ کی آگ کا بجھنا ـــ ساوہ کے چشمہ کا خشک ہونا ـــ بحیرہ کا آنحضرت کو نبی ہونے کی خوشخبری دینا ـــ درختوں اور پھلوں پتھروں کا سجدہ کرنا ـــ ایک درخت کے سایہ میں اترنے کے سبب میسرہ کا آپ کو پیغمبر ہونے کی خبر دینا ـــ دھوپ روکنے کو دو فرشتوں کا سایہ کرنا ـــ جبرئیل کا تین دفعہ بغل میں بھینچنا ـــ جنوں کا جن سے ایک ایسی خلقت جو متشکل با شکال مختلفہ ہو جاتی ہے مراد ہے ایمان لانا ـــ ان میں سے کوئی بات بھی ان اصول کے مطابق جو صحت روایت کے لیے درکار ہیں اور جن کا ذکر میں نے خطبات احمدیہ میں لکھا ہے ثابت نہیں ہے معراج کا بیان بھی جس طرح اس رسالہ میں لکھا صحیح نہیں ہے، جو صحیح ثابت ہوا ہے وہ اس کے بعد کی

تصانیف میں مندرج ہے مہر نبوت کا ذکر بھی صحیح نہیں ہے -
راویوں نے اس کے بیان میں غلطی کھائی ہے - جس کی تفصیل
ہماری کتابوں میں ملے گی -

آنحضرت صلعم کے بہت سے معجزات بھی اس رسالہ میں
مندرج ہیں جس میں شق القمر کا معجزہ بھی شامل ہے جس سے
اکثر علماء محققین نے بھی انکار کیا ہے ـــــ قرآن مجید کی فصاحت
بے مثل کو معجزہ سمجھنا ایک غلط فہمی ہے ـــــ فاتولبسورۃ
من مثلہ - کا یہ مقصد نہیں ہے اس کا بیان ہماری تفسیر میں ملے گا
باقی جس قدر معجزے اس رسالہ میں بیان ہوئے ہیں - دوسری
تحقیق میں حد ثبوت کو نہیں پہنچتے -

حجۃ الوداع کے ارکان جو بیان ہوئے ہیں ان کی تحقیق و
اصلیت بھی ہماری تصانیف میں ملے گی - وفات کے واقعہ میں جو
عجیب روایتیں ہیں اور جن میں حضرت خضر کا تشریف لانا بھی
بیان ہوا ہے وہ سب بے سند و غیر ثابت ہیں - اتنی بات سچ ہے
جیسا کہ ایسے موقع میں ہوا کرتا ہے ، سب لوگ خلافت کی
فکر میں پڑ گئے ، مگر جن کو خاص ذاتی تعلق آنحضرت سے تھا
انہوں نے ہی آپ کی تجہیز و تکفین کی -

(تصانیف احمدیہ جلد اول - حصہ اول)

مطبوعہ ۱۸۸۳ء

حالات و واقعات خیر خواہان مسلمانان

نمبر اول

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد کا زمانہ ایسا پُرآشوب تھا کہ مسلمانوں کے لیے ہند میں کوئی جائے پناہ نہ تھی اور نہ اُن کا کوئی مددگار و معاون تھا ۔ ہندو قوم بی جمالو کا پارٹ ادا کر کے الگ کھڑی ہو گئی تھی اور حکمرانوں کا سارا نزلہ غریب اور مظلوم مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا تھا ۔ وہ اُن کو باغی سمجھتے اور نہایت قہر و غضب کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ۔ اور بقول مولانا حالی اُن پر یہ الزام لگائے جاتے تھے کہ :-

(۱) اُن کا مذہب اُن کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ عیسائیوں سے عداوت رکھیں ۔

(۲) شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں کو یقین ہے کہ اب عیسائیوں کی عملداری ہندوستان میں نہیں رہے گی ۔

(۳) مسلمانوں پر مذہبی لحاظ سے انگریزوں پر جہاد فرض ہے ۔ اور اس لیے ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں مسلمان سب سے زیادہ بغاوت کے مرتکب ہوئے ۔

ایسی نازک اور خطرناک حالت میں جو بزرگ اپنی قوم کے حقیقی بہی خواہ اور ہمدرد تھے اُنھیں کوئی تدبیر ایسی نظر نہ آتی تھی جس سے کام لے کر وہ

حکمران قوم کے دل سے مسلمانوں کے متعلق بدظنی اور غلط فہمی دور کر سکتے ۔

سرسید اس زمانے میں مسلمانوں کی تباھی اور بربادی و بد حالی کو دیکھ دیکھ کر نہایت مغموم اور مضمحل رھتے تھے ۔ اور برابر یہ سوچتے رھتے تھے کہ کونسی ترکیب ایسی کی جائے کہ انگریز حاکموں کا غصہ و غضب کم ھو ۔ اور وہ مسلمانوں کو امن پسند شہری سمجھیں اور اُن پر ظلم و ستم کرنے سے باز رھیں ۔

اس کے لیے اول تو انھوں نے "اسباب بغاوت ھند" کے عنوان سے ایک مسبوط اور مدلل مضمون لکھا جس میں واضح دلائل کے ساتھ اس امر کو ثابت کیا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں مسلمان بے قصور تھے اور بغاوت کا الزام اُن پر ناحق تھوپ دیا گیا ۔

دوسری تدبیر انھوں نے مسلمانوں پر سے بغاوت کا الزام دور کرنے کی یہ سوچی کہ ایسے بکثرت معزز مسلمانوں کے حالات اور کوائف جمع کر کے اردو اور انگریزی ھیں شائع کیے جائیں جن کو حکمرانوں کی وفاداری و ھمدردی اور امداد و اعانت کے صلہ میں حکومت کی طرف سے خطابات ، انعامات ، جاگیرات اور وظائف ملے ۔ اس سے سرسید کی غرض یہ تھی کہ ان حالات کو پیش کر کے انگریز حکام کے دلوں سے یہ خیال نکالا جائے کہ مسلمان سلطنت انگریزی کے دشمن اور مخالف ھیں ۔ جب دلائل اور براھین سے یہ بات ثابت کر دی جائے گی تو بدگو دشمن اور

مخالف ممکن ہے اپنے غلط پراپیگنڈہ سے باز آ جائیں اور تباہ حال مسلمان اس پر مصائب دنیا میں کچھ امن کا سانس لے سکیں۔

اس غرض کے لیے انھوں نے مراد آباد (یو - پی) سے جہاں وہ اس وقت صدر الصدور تھے ۱۸۶۰ء میں ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا جس میں سب سے پہلے تو خود اپنے حالات بیان کیے۔ پھر دوسرے معزز مسلمانوں سے ان کے حالات منگوا کر اور انھیں خود مرتب کر کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع کیے۔ یہ رسالہ میرٹھ میں چھپتا تھا اور مراد آباد سے شائع ہوتا تھا اس کا اردو نام "رسالہ خیر خواہان مسلمانان" تھا اور انگریزی میں "لائل محمڈنز آف انڈیا"۔ یہ ۱۸×۲۲/۸ کی تقطیع پر ٹائپ میں چھپتا تھا۔ صفحہ کے دو کالم ہوتے تھے۔ ایک میں اردو دوسرے میں اس کا انگریزی ترجمہ۔ اس رسالے کے صرف تین نمبر شائع ہوئے۔ پھر بند ہوگیا۔ ابتدائی دو نمبر ۱۸۶۰ء میں چھپے اور آخری ایک نمبر ۱۸۶۱ء میں۔ حصہ اول کے ۸۲ حصہ دوم کے ۱۰۰ اور حصہ سوم کے ۹۲ صفحات تھے۔ فی رسالہ دو روپے قیمت تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ٹائپ کی اجرت۔ چھپائی کی شرح اور انگریزی ترجمے کا معاوضہ بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ ورنہ سرسید ۹۲ یا ۸۲ صفحات کی قیمت دو روپے نہ رکھتے۔

یہ تینوں رسالے بالکل نایاب تھے اور کہیں نہیں ملتے تھے۔ پروفیسر محمود شیرانی مرحوم کا قیمتی کتب خانہ

جب یونیورسٹی لائبریری لاھور کو دیا گیا تو اس
مجموعہ میں اتفاق سے یہ رسالے بھی تھے جہاں سے نقل
کر کے ھم انھیں ناظرین کی خدمت میں پیش کر رھے
ھیں ۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

سچ ھے انقلاب زمانہ ایک ایسا بُرا حادثہ ھے کہ آدمی
کو نہایت زبون و درماندہ کر دیتا ھے ۔ ایسے وقت میں انسان
کا فضل و کمال ، عقل و ھنر ، علم و عمل کچھ کام نہیں آتا ۔
یہ ھی حادثہ ھے جس سے انسان کایا پلٹ ھو جاتا ھے ۔ کوئی
کام اس کا اعتبار کے لائق نہیں رھتا ، کسی شخص کو اس کی
قدر و منزلت کا خیال نہیں ھوتا ۔ جو کام انسان سے بُرا سر زد
ھوتا ھے وہ در حقیقت بُرا ھی ھے ۔ مگر اس کم بخت وقت کا
مقتضا یہ ھوتا ھے کہ اس کا اچھا کام بھی برائی اور ظاھر داری
پر محمول ھوتا ھے ھر ایک قوم میں اچھے بُرے سب قسم کے
آدمی ھوتے ھیں ۔ یہ جو ایک مچھلی سارے جل کو گندا کرے ،
یہ خاص اسی بُرے وقت کی مثل ھے اس کم بخت وقت کا یہ خاصہ
ھے کہ اگر ایک آدمی بھی بُرا کام کرے تو ساری قوم کی قوم
رسوا اور بدنام ھوتی ھے۔ گو اسی قوم میں سے صدھا آدمیوں نے
اچھے کام کیے ھوں ۔ مگر ان خوبیوں پر کسی کو خیال نہیں
ھوتا ۔ برخلاف اس کے جن لوگوں پر یہ بد بختی کے دن نہیں
ھوتے ۔ ان کا بُرا کام بھی آنکھوں میں نہیں کھٹکتا ۔ ان میں سے
ھزاروں نے کیسے ھی بُرے بُرے کام کیے ھوں ۔ مگر ان کی
بُرائی پر کسی کو دھیان نہیں ھوتا ۔ یہ بد بختی کا زمانہ وہ ھے
جو ۱۸۵۷-۵۸ء میں ھندوستان کے مسلمانوں پر گزرا ۔ کوئی آفت
ایسی نہیں ھے جو اس زمانے میں ھوئی ھو ۔ گو وہ رام دین اور

ماتا دین ھی نے کی ھو - اور یہ نہ کہا گیا ھو کہ مسلمانوں نے کی - کوئی بلا آسمان پر سے نہیں چلی جو اس نے زمین پر پہنچنے سے پہلے مسلمانوں کا گھر نہ ڈھونڈھا ھو -

ھر بلائے کز آسمان آید گرچہ بر دیگرے قضا باشد
بر زمین تا رسیدہ می پرسد خانۂ مسلماں کجا باشد

اس گذشتہ ھنگامے کے حالات پر میں نے بھی بہت غور کیا اور جو اصلی حالات مجھ کو معلوم ھوئے ھیں ان پر میں یقین رکھتا ھوں - اور اسی سبب سے میرا دل خوش ھے کہ بالفعل جو ایک غوغا مسلمانوں کی برائی اور مفسدے اور بد ذاتی کا چاروں طرف پھیل رھا ھے - یہ بالکل مٹ جاوے گا - اگرچہ کچھ کچھ حالات فساد کے کھلتے چلے ھیں - مگر روز بروز اور زیادہ کھلتے جاویں گے اور جب اصلی حال بالکل روشن ھو جاوے گا تو جن لوگوں کی زبانیں مسلمانوں کی نسبت بہت دراز ھو رھی ھیں سب بند ھو جاویں گی - اور تحقیق ھو جاوے گا کہ ھندوستان میں اگر کوئی قوم مذھب کے رو سے اعادت اور مزاج کے رو سے عیسائیوں سے محبت اور اخلاص اور ارتباط اور یگانگت کر سکتی ھے تو مسلمان ھی کر سکتے ھیں - اور کوئی نہیں - مگر ان دنوں میں جو میری نگاہ سے انگریزی اخبار کثرت سے گزرے اور جو کتابیں اس ھنگامہ کی بابت تصنیف ھوئیں - وہ بھی میں نے دیکھیں تو ھر ایک میں یہی دیکھا کہ ھندوستان میں مفسد اور بد ذات کوئی نہیں مگر مسلمان - کوئی کانٹوں دار درخت اس زمانے میں نہیں اگا جس کی نسبت یہ نہ کہا گیا ھو کہ اس کا بیج مسلمانوں نے بویا تھا - اور کوئی آتشیں ببولہ نہیں اٹھا جو یہ نہ کہا گیا ھو کہ مسلمانوں نے اٹھایا تھا - مگر میں اس کے برخلاف سمجھتا ھوں - میں نہیں دیکھتا کہ مسلمانوں کے

سوا ایسا اور کوئی ہو۔ جس نے خالص سرکار کی خیرخواہی میں اپنی جان ۔ مال ۔ عزت ۔ آبرو کھوئی ہو ۔ زبانی بات چیت کی خیرخواہیاں ملا دینے اور جھوٹے سچے ایک دو پرچے لکھ بھیجنے بہت آسان ہیں ۔ مسلمانوں کے سوا وہ کون شخص ہے جس نے صرف سرکار کی خیرخواہی میں اپنی اور اپنے کنبے کی جان دی اور ہر وقت ہاتھ پاؤں ۔ دل و جان سے جاں نثاری کو حاضر رہا ۔

جن مسلمانوں نے ہماری سرکار کی نمک حرامی اور بد خواہی کی میں ان کا طرف دار نہیں ۔ میں ان سے بہت زیادہ ناراض ہوں ۔ اور حد سے زیادہ بُرا جانتا ہوں ۔ کیونکہ یہ ہنگامہ ایسا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کی بموجب عیسائیوں کے ساتھ رہنا تھا ۔ جو اہل کتاب اور ہمارے مذہبی بھائی بند ہیں ۔ نبیوں پر ایمان لائے ہیں ۔ خدا کے دے ہوئے احکام اور خدا کی دی ہوئی کتاب اپنے پاس رکھتے ہیں ۔ جس کا تصدیق کرنا اور جس پر ایمان لانا ہمارا عین ایمان ہے ۔ پھر اس ہنگامے میں جہاں عیسائیوں کا خون گرتا ۔ وہیں مسلمانوں کا بھی خون گرنا چاہیے تھا ۔ پھر جس نے ایسا نہیں کیا ۔ اس نے علاوہ نمک حرامی اور گورنمنٹ کی ناشکری کے ، جو ہر ایک رعیت پر واجب ہے ، اپنے مذہب کے بھی برخلاف کیا ۔ پھر بلاشبہ وہ اس لائق ہیں کہ زیادہ تر ان سے ناراض ہوا جاوے ۔ مگر عموماً اخباروں اور بغاوت کی کتابوں میں جو رائے ان کی نسبت چھاپی جاتی ہے اس میں اور میری رائے میں اتنا فرق ہے کہ جو تمہید اور جو بنا اور جو منشا کہ وہ لوگ ان کی نسبت لگاتے ہیں ۔ میں اس کو قبول نہیں کرتا اور کچھ شک نہیں کہ میں اپنی رائے کو بہت درستی اور انصاف سے کام میں لایا ہوں ۔

اگرچه چارون طرف سے مسلمانون پر یه شور و غل هو رها هے - مگر مسلمانون کو کسی طرح رنجیدہ خاطر هونا نہیں چاهیے - کیون که هماری نہایت اعلیٰ منصف گورنمنٹ مسلمانون کی طرف هے - هماری گورنمنٹ نے اصلی حالات فساد پر بخوبی غور کیا هے - اور یقین هے که هماری گورنمنٹ کی هرگز یه رائے نہیں هے - جو تم اخبارون اور بغاوت کی کتابون میں دیکھتے هو - پس جب که مسلمانون کی طرف خود گورنمنٹ هے تو پھر اس شور و غوغا کا ان کو کیا غم هے -

نمی گویم درین گلشن گل و باغ و بہار از من
بہار از یارو باغ از یارو گل از یارو یار از من

هم جو یه بات لکھتے هیں که هماری منصف گورنمنٹ مسلمانون کے ساتھ هے - اس کی بہت روشن دلیل یه هے که هماری قدردان گورنمنٹ نے خیرخواہ مسلمانون کی کیسی قدر و منزلت اور عزت اور آبرو کی هے - انعام و اکرام اور جاگیر اور پنشن سے نہال کر دیا هے ترقی عہدہ اور افزونی مراتب سے سرفراز کیا هے - پھر کیا یه ایسی بات نہیں هے - که مسلمان نازان نه هون - اور دل و جان سے هماری گورنمنٹ کے شکر گذار اور ثناخوان نه هون - مگر مین دیکھتا هون که مسلمانون نے جو جو خیرخواهیان کین ان کا ذکر اخبارون مین بہت کم چھپتا هے - بغاوت کی جو کتابیں چھپی هیں ان مین تو اس کا ذکر هے نہیں - اس لیے میں نے ارادہ کیا هے که مسلمان خیرخواهون کا تذکرہ اس کتاب میں لکھنا شروع کرون - اور جن مسلمانون نے علی الخصوص مسلمان ملازمان گورنمنٹ نے جو جو خیرخواهیان هماری گورنمنٹ کی کین - ان کا بیان جہاں تک مجھ کو معلوم هے لکھون - اور جو جو انعام اور اکرام هماری منصف اور قدردان گورنمنٹ نے بعوض اس

کے مسلمانوں کو دیے وہ سب بیان کروں ۔ تاکہ ہماری گورنمنٹ کی سخاوت اور منصفی اور قدردانی زیادہ تر مشہور ہو اور تمام مسلمان رعایا اپنے ہم قوموں کے ساتھ ہماری گورنمنٹ کی مروت اور سلوک اور رعایت اور قدردانی دیکھ کر ہماری گورنمنٹ کے دل سے شکر گذار ہوں ۔ اور ہر ایک کو یہ حوصلہ پیدا ہو کہ جس طرح ہمارے ہم قوموں نے ہماری گورنمنٹ کی رفاقت سے عزت اور نیک نامی حاصل کی ۔ اسی طرح ہم بھی حاصل کریں ۔ اور یہ بھی جان لیں کہ ہماری گورنمنٹ ہمیشہ اپنی مطیع رعایا پر دل سے مہربان اور ان کی قدر و منزلت کرنے کو تیار ہے ۔ مگر جو کہ مسلمان خیرخواہ بہت کثرت سے ہیں اور ان کی رپورٹیں بھی بہت لمبی لمبی ہیں ۔ ان سب کا ایک کتاب میں جمع کرنا اور چھاپنا خالی دقت سے نہ تھا ۔ اس واسطے یہ تجویز کی ہے ۔ کہ مناسب مناسب وقت پر چند چند لوگوں کا حال مختصر مختصر رسالوں میں چھاپا جاوے ۔ چنانچہ یہ رسالہ پہلا نمبر اس کتاب کا ہے ۔

جن لوگوں کی رائے بہ سبب تعصب اور عدم واقفیت کے حالات ملکی اور سیاست مدن کے جو اصول ہیں ان پر صحیح رائے نہ پہنچنے کے سبب میری رائے کے برخلاف ہیں وہ لوگ میری اس کتاب کو دیکھ کر حب الوطنی کا الزام مجھ پر لگائیں گے ۔ ہاں یہ بات تو مجبوری کی ہے ۔ کہ میری پیدایش ہندوستان میں ہوئی ۔ اور میں بلاشبہ مسلمان ہوں ۔ اور مسلمانوں ہی کا ذکر خیر اس کتاب میں لکھتا ہوں ۔ پھر نامنصفی سے جو کوئی چاہے یہ الزام مجھ پر لگائے ۔ مگر جو لوگ انصاف دوست ہیں ۔ وہ خیال کریں گے کہ ان حالات اور واقعات کی تحریر میں میں نے کسی جگہ انصاف کو ہاتھ سے نہیں دیا ۔ جس کسی مسلمان کی خیرخواہی

کا ذکر لکھا ہے ۔ اس کے ساتھ بجنسہ حکام متعہد کی رپورٹین جو ان کے حق میں ہوئیں ۔ اور سارٹیفکیٹ جو ان کو دیے اور گورنمنٹ سے جو انعام و اکرام ان کو ملے وہ سب لفظ بلفظ اس میں مندرج ہیں ۔ جو میری اس تمام تحریر پر گواہ عادل موجود ہیں ۔ اور تمام متعصبوں کی زبان کو الزام لگانے سے بند کرتے ہیں ۔

میرا ارادہ تھا کہ میں اپنا حال اس کتاب میں کچھ نہ لکھوں کیوں کہ میں اپنی ناچیز اور مسکین خدمتوں کو اس لائق نہیں جانتا کہ ان کو گورنمنٹ کی خیرخواہی میں پیش کروں ۔ علاوہ اس کے جو گورنمنٹ نے میرے ساتھ سلوک کیا وہ در حقیقت میری مسکین خدمت کے مقابل میں بہت زیادہ ہے اور جب میں اپنی گورنمنٹ کے انعام اور اکرام کو دیکھتا ہوں اور پھر اپنی ناچیز خدمتوں پر خیال کرتا ہوں تو نہایت شرمندہ ہوتا ہوں ۔ اور کہتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ نے مجھ پر اس سے زیادہ احسان کیا ہے جس لائق میں تھا ۔ مگر مجبوری ہے کہ اس کتاب کے مصنف کو ضرور ہے کہ اپنا حال اور اپنے خیالات کو لوگوں پر ظاہر کرے ۔ تاکہ سب لوگ جانیں کہ اس کتاب کے مصنف کا کیا حال ہے ۔ اور اس نے اس ہنگامے میں کس طرح اپنی دلی محبت گورنمنٹ کی خیرخواہی میں صرف کی ہے ۔

سید احمد خان - مصنف اس رسالے کا

اگرچہ میرے بزرگ عرب کے رہنے والے ہیں ۔ مگر اکبر اول کے عہد میں ہرات سے ہندوستان میں آ رہے ۔ میری پیدایش دہلی کی ہے ۔ اور میں وہیں کا رہنے والا ہوں ۔

دلی جو ایک شہر تھا رشک جنان و خلد
ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے دیار کے

میری ددھیال میں سے کوئی شخص برٹش گورنمنٹ کا نوکر نہیں تھا ۔ البتہ سلاطین مغلیہ کے نوکر تھے اور پشت در پشت منصب و خطاب پاتے رہے ۔ یہاں تک کہ میں نے بھی اس معزول کم بخت بادشاہ سے اپنے خاندان کی رسم کے بموجب موروثی خطاب پایا تھا ۔

میرے نانا نے البتہ گورنمنٹ انگلشیہ کی نوکری کی تھی ۔ ۱۸۰۱ء میں گورنمنٹ کی طرف سے وکیل ہو کر گئے تھے ، ایران کو ۔ جب کہ حاجی خلیل خان سفیر شاہ ایران بمبئی میں مارا گیا تھا اور جب اس خدمت کو انجام کر کر پھرے تو پولٹیکل ایجنٹ ہوئے اوا (برما) میں ۔ اور جب اس خدمت کو بھی انجام دے کر اپنے وطن میں آئے تو وزیر ہوئے ۔ اکبر بادشاہ ثانی کے ۔ اور پایا وہ درجہ اور خطاب جو وزیر اعظم کو مغلیہ سلطنت میں ملتا تھا ۔

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ۔ گورنمنٹ انگلشیہ کی نوکری اختیار کی اور مجھ کو شوق ہوا فن تاریخ سے اور جب مختلف ملکوں کی تاریخ میری نظر سے گذری اور اصول گورنمنٹ اور سیاست مدن پر میں نے لحاظ کیا اس وقت سے میری رائے یہی رہی کہ ہماری گورنمنٹ اور ہندوستان کی رعایا میں ایسی محبت اور یگانگت ہو جاوے کہ ہر ایک کے امور مذہبی اور رسم و رواج سے کچھ سرو کار نہ رہے ۔ مگر تمام رعایا اور ہماری گورنمنٹ انتظام ملکی میں ایک رائے اور ایک قصد اور ایک ارادہ رہیں اور تمام ہندوستان کی رعایا گورنمنٹ انگلشیہ کو اپنا بادشاہ سمجھ کر اس کی خیر خواہی اور رفاقت میں رہے ۔

۱۸۵۴ء میں جب میں نے ایک تاریخ دھلی کی پرانی عمارتوں اور اگلی عملداریوں کی لکھی تو اس میں سلسلہ سلطنت خاندان

مغلیه کا ۱۸۰۳ء سے یعنی جب سے که نیک سپه سالار انگلشیه نے دهلی کو فتح کیا منقطع کیا اور هندوستان کی سلطنت میں سلسله شاهان انگلستان کا قایم کیا - اس سے یقین .هو سکتا هے که اس هنگامه کے پہلے سے میری نیت یہی تھی که تمام اهل هند جان لیں - که اب سلطنت خاندان مغلیه کی ختم هو گئی هے اور هندوستان کی بادشاهت شاهان انگلستان کی هے - اس لیے تمام رعایا کو اپنے بادشاه اور گورنمنٹ انگلشیه کی خیرخواهی اور اس سے محبت پیدا کرنی چاهیے -

جب غدر هوا - میں بجنور میں صدر امین تها که دفعةً سرکشی میرٹھ کی خبر بجنور میں پهنچی - اول تو هم نے جهوٹ جانا - مگر جب یقین هوا تو اسی وقت سے میں نے اپنی گورنمنٹ کی خیرخواهی اور سرکار کی وفاداری پر چست کمر باندهی - هر حال اور هر امر میں مسٹر الیگزینڈر شکسپیئر صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ بجنور کے شریک رها یہاں تک که هم نے اپنے مکان پر رهنا موقوف کر دیا - دن رات صاحب کی کوٹھی پر حاضر رهتا تها اور رات کو کوٹھی کا پہره دیتا تها اور حکام کی اور میم صاحبه کی اور بچوں کی حفاظت جان کا خاص اپنے ذمه اهتمام لیا - هم کو یاد نہیں هے که دن رات میں کسی وقت همارے بدن پر سے هتیار اترا هو -

اگرچه اکیسویں مئی ۱۸۵۷ء کو یعنی جب که جیل‌خانه ٹوٹا اور نگینه تک سفر مینا کی سرکش پلٹن روڑکی سے آ گئی اور هم نے کنویں میں خزانه ڈالا - بہت بڑا سخت وقت تها اور جب مسٹر الیگزینڈر شیکسپیئر صاحب بهادر نے قیدیوں پر تن تنها حمله کیا - تو اس وقت سوائے میرے اور میرے ساتهی مسلمان دو افسروں کے اور کوئی شخص صاحب ممدوح کے ساتھ نه تها -

مگر میری دانست میں دو وقتوں سے زیادہ سخت وقت کوئی ہم پر نہیں گذرا اور اس وقت بھی مسلمانوں کے سوا کوئی شخص مسٹر الیگزینڈر صاحب بہادر کے ساتھ جان دینے کو تیار نہ تھا۔

پہلا وقت وہ تھا۔ جب دفعتاً ۲۹ نمبر کی کمپنی سہارن پور سے بجنور میں آگئی، میں اس وقت صاحب ممدوح کے پاس نہ تھا۔ دفعتاً میں نے سنا کہ فوج باغی آگئی اور صاحب کے بنگلہ پر چڑھ گئی۔ میں نے یقین جان لیا کہ سب صاحبوں کا کام تمام ہو گیا، مگر میں نے نہایت بری بات سمجھی کہ میں اس حادثہ سے الگ رھوں۔ میں ہتیار سنبھال کر روانہ ھوا اور میرے ساتھ جو ایک لڑکا صغیر سن تھا۔ میں نے اپنے آدمی کو وصیت کی۔ میں تو مرنے جاتا ھوں۔ مگر جب تو میرے مرنے کی خبر سن لے تب اس لڑکے کو کسی امن کی جگہ پہونچا دیجیو۔ مگر ہماری خوش نصیبی اور نیک نیتی کا یہ پھل ھوا کہ اس آفت سے ہم بھی اور ہمارے حکام بھی سب محفوظ رہے۔ مگر مجھ کو ان کے ساتھ اپنی جان دینے میں کچھ دریغ نہ تھا۔

دوسرا زمانہ وہ ھے کہ جب جون کی آٹھویں رات کو باغیوں نے حکام یوروپین کے قتل کا ارادہ کیا اور مجھ کو خبر ملی اور فی الفور میں نے مسٹر الیگزینڈر شیکسپیئر صاحب بہادر کو اطلاع دی۔ وہ رات جس مصیبت سے گذری ہم سے اس کا بیان نہیں ھو سکتا۔ مگر اس وقت تین افسر جو جان دینے کو موجود تھے۔ وہ تینوں مسلمان تھے۔ جو شخص کہ عین اس وقت میں باغیوں کے غول میں گیا اور اس فتنہ کو دبایا اور حکام یوروپین کو بخیر و عافیت روانہ ھونے کی فرصت ملی۔ وہ شخص بھی مسلمان تھا اور اسی سبب سے میں مسلمانوں کو جان نثار خیر خواہ اپنی گورنمنٹ کا کہتا ھوں۔

یہ تمام ہنگامہ باغیوں کا ضلع بجنور میں ہو رہا تھا کہ دفعۃً ہمارے نام حکم آیا کہ سرکار کی طرف سے ضلع بجنور کا انتظام کرو ۔ اس وقت بھی ہم اپنی جان کا بچنا باغیوں کے ہاتھ سے ہرگز نہیں جانتے تھے ، مگر ہم نے انتظام ضلع کا اٹھایا اور سرکار کے نام سے تمام ضلع میں منادی کی اور اشتہارات سرکار کے نام سے جاری کیے اور انتظام ضلع کا سرکار کی طرف سے کیا اور ضلع بجنور کے زمینداروں کو اپنے ساتھ لےکر باغیوں سے مقابلہ کیا ۔ جب ہماری شکست ہوئی تو ہم بھاگے اور چاندپور کے مقام پر باغیوں کے ہاتھ گھر گئے ۔ ہماری زندگی باقی تھی ، کہ بہت بڑا صدمہ اٹھا کر وہاں سے نکلے اور میرٹھ پہنچے اور پھر ۲۵ اپریل ۱۸۵۷ء کو بفتح و فیروزی بجنور میں داخل ہوئے ۔

اس کے عوض میں سرکار نے میری بڑی قدردانی کی ۔ عہدۂ صدر الصدوری پر ترقی کی اور علاوہ اس کے دو سو روپیہ ماھواری پنشن مجھ کو اور میرے بڑے بیٹے کو عنایت فرمائے اور خلعت پانچ پارچہ اور تین رقم جواھر ایک شمشیر عمدہ قیمتی ہزار روپیہ کا اور ہزار روپیہ نقد واسطے مدد خرچ کے مرحمت فرمایا ۔ میری نسبت جو رپورٹ ہوئی ۔ وہ ذیل میں مندرج ہے ۔

ترجمہ سرٹیفکیٹ عطائے ولسن صاحب بہادر سپیشل کمشنر سابق جج اضلاع مرادآباد و بجنور مورخہ ۲۸ جون ۱۸۵۷ء واضح رہے کہ ہم تصدیق اس امر کی کرتے ہیں کہ سید احمد خاں صدر امین بجنور کے خیرخواہ اور مطیع سرکار انگریز بہادر کے دل سے ہیں چنانچہ جب حکام انگریزی ضلع مذکور سے تشریف لے گئے صدر امین موصوف بطور افسر سرکار کے اس ضلع میں موجود رہے ۔ ہم ان کی سفارش کرتے ہیں کہ یہ صاحب قابل نظر

عنایت حکام سرکاری کے ہیں ۔

• دستخط ۔ جان کرائی کرافٹ ولسن صاحب

ترجمہ انتخاب چٹھی مسٹر الیگزینڈر شیکسپیئر صاحب بہادر و کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع بجنور ۔ نمبری ۷۶ مورخہ ۵ جون بنام رابٹ الیگزینڈر صاحب بہادر کمشنر روھیل کھنڈ مقام بریلی ۔

دفعہ دوم ـــ ہم آپ کی خدمت میں بلاتوقف گذارش کرتے ہیں کہ درباب ان اہل کاران کے جنھوں نے غدر میں عمدہ کام کیے ہیں اور اپنی ناموری حاصل کی ۔

دفعہ سوم ـــ نقشہ معمولی ارسال کرتے ہیں ۔ نسبت رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر ضلع بجنور اور سید احمد خاں صاحب صدر امین اور میر تراب علی صاحب تحصیلدار ضلع بجنور کے اور حالات مفصلہ تحریر کیے جاتے ہیں ، کہ موید اس کے ہیں ۔

دفعہ چہارم ـــ جو صورت اس ضلع کی وقت شروع غدر کے تھی ۔ آپ کو بخوبی روشن ہے ۔ فوج سرکاری یہاں کچھ نہ تھی ، اس سبب سے کچھ اندیشہ ایسے امر کا نہ ہوا اور نہ کچھ تدبیر کرنی پڑی ۔ صرف دو مرتبہ البتہ اندیشہ ہوا تھا ۔ جب چند نفر تلنگہ تھوڑے دنوں کے واسطے یہاں آئے تھے ۔ بہت ضروری یہ تدبیر تھی ۔ کہ بندوبست ضلع کا بدستور قائم رہے اور کسی وجہ کی بدعت اور دنگہ نواب صاحب اور ان کے لواحقین کی جانب سے ہونے نہ پاوے سو ایسا سامان جس سے یہ تدبیر کامل ہو سکتی اس وقت بہت مشکل تھا اور اشد ضرورت تھی کہ خبر معتبر نسبت ارادہ اور حال ہر قسم کے لوگوں کے ہم کو پہنچا کرے ۔ چنانچہ ہم نے مدد کے واسطے افسران سے مشورہ اس امر کا کیا اور ان افسروں نے اس مصیبت کے وقت میں ایسی عمدہ مدد ہماری کی کہ جس کا بیان مفصل نہیں ہو سکتا ۔ ہم

کو یقین کامل ہے - کہ اگر افسران موصوف ہماری مدد نہ کرتے تو اتنی مدت تک صاحبان انگریز کا اس ضلع میں ٹھہرنا بہت دشوار تھا اور نیز انھیں تین صاحب سے واسطے تدبیر مناسب کے اس وقت بھی مشورت کی گئی تھی - جب ضلع کا حال بگڑنے لگا - اور معلوم ہوا کہ نواب صاحب مسلح سپاھیوں کو بھرتی کرتے ہیں - کیوں کہ اس صورت میں خبرداری بہت ھی لازم تھی اور نیز جس وقت سپاھیان رجمنٹ ۲۹ سہارن پور سے مرادآباد کو اس ضلع کی راہ سے آئی اور جیل خانہ ٹوٹ گیا اور خزانہ سرکاری کنویں میں ڈالنا مناسب معلوم ھوا اور چند تلنگے اس پلٹن کے ہماری مدد کے واسطے بھیجے گئے - غرض ان ہر ایک وقت میں یہ تینوں صاحب بہت ھوشیاری اور جواں مردی کر کے ہمارے ساتھ مستعد رہے - آخرش جس رات ہم نے کیمپ چھوڑنا مناسب جانا - اگر صدر امین صاحب درمیان میں نہ ھوتے تو یقین تھا کہ نواب صاحب اپنے اھل کاران کو بدعت کی اجازت دیتے اور اغلب تھا کہ ہماری جان پر ضرور صدمہ پہنچتا -

دفعہ پنجم---جب کہ ہم نے کمپو چھوڑ دیا تو ان تین صاحب نے بھی چھوڑ دیا - چنانچہ ڈپٹی صاحب مقام ھلدور کو جہاں راجپوت رھتے ھیں - تشریف لے گئے اور صدر امین صاحب اور تحصیلدار صاحب نے موضع بسر کٹرہ میں پناہ لی - دو صاحب ان میں سے عیال‌دار بھی تھے - اس سبب سردست ہمارے ساتھ نہ چل سکے تھے بلکہ ان کا چلنا مناسب بھی نہ تھا - اس واسطے کہ ان دنوں میں خبر گرم تھی کہ صبح شام میں دلی فتح ھوتی ھے اور ھم نے اس ضلع کو نواب صاحب کے سپرد اس امید پر کیا تھا، کہ وہ کسی نہج کی حرکت نہ کریں -

غرض اس صورت میں مناسب بھی تھا، کہ حکام اھل ھند جو معتمد ھوں - اس ضلع میں موجود رھیں -

دفعہ ششم — جو کہ دلی فتح نہ ھوئی تو اس ضلع کے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور ان افسروں کا وھاں رھنا مشکل ھوا - بلکہ ۲۹ جون کو جب قریب چار سو آدمی جہادی منیر خاں سرگروہ کے ساتھ واسطے جانے دھلی کے اس ضلع میں آئے تھے - اس وقت ان صاحبوں کو جان کا بھی خوف تھا اور ۱۶ اگست تک جب نواب بجنور بھاگا - تب تک یہ افسر علانیہ خیرخواھی سرکار کی نہ کر سکے مگر بہت مشکل کے ساتھ حکام ضلع کو خبر دیتے رھے - کسی وقت میں ان صاحبوں کو اس بات کا وسوسہ نہیں ھوا کہ انجام کار سرکار غالب نہ رھے - چنانچہ جس وقت ان صاحبوں کو اجازت واسطے انتظام ضلع کے ھوئی تھی - ڈپٹی صاحب اور صدر امین صاحب فی الفور مستعد اس کام کے ھوئے تھے اور باعانت زمینداران قوم ھنود کے بندوبست کرنا شروع کیا تھا - مگر ۲۳ اگست کو چار و ناچار ھنود چلے گئے اور اس قصبہ پر مسلمان چڑھ آئے اور اگرچہ راجپوت اور دیگر قوم ھنود جو خیر خواہ سرکاری تھے ان سے بمقابلہ پیش آئے مگر مسلمان فتح یاب ھوئے -

دفعہ ھفتم — جب یہ مصیبت گذری تو ڈپٹی صاحب اور صدر امین صاحب نے مع دیگر اشخاص کے بمشکل تمام چاند پور میں پناہ لی - مگر وھاں بھی نہ ٹھہر سکے - کس واسطے کہ باغی مسلمان ان سے بباعث خیر خواھی سرکار کے بہت نفرت رکھتے تھے اس سبب سے صدھا مصیبت کے ساتھ دریا عبور کر کے ڈپٹی صاحب تو خورجہ اپنے وطن کو اور صدر امین صاحب میرٹھ کو تشریف لے گئے -

دفعہ دوازدھم—سید احمد خاں پہلے ۱۸۲۷ء مین مقام آگرہ کی کمشنری مین منشی مقرر ھوئے تھے۔ بعد اس کے ۱۸۴۱ء مین منصف ھوئے اور ۱۸۵۵ء مین ترقی ان کی اوپر عہدہ صدر امینی کے ھوئی اور اس عہدہ پر برضامندی و خوشنودی مزاج حاکمان کے کام کرتے رھے۔

دفعہ سیزدھم—ان صاحب کو علم بھی اچھا ھے۔ ایک کتاب موسومہ آثار الصنادید انھی کی تصنیف کی ھوئی ھے کہ دوسری بار ۱۸۵۴ء مین چھاپہ ھوئی۔ اس کتاب مین تاریخ دھلی کی اور عمارات قدیم کا بیان ھے اور تحقیق ان کی اس کتاب سے ظاھر ھے۔ علاوہ اس کے ان باتوں کی طرف بھی متوجہ ھوتے ھیں جو ان کے خاص کام نہیں ھیں۔ چنانچہ اس ضلع بجنور کی تاریخ بھی بہت محنت کے ساتھ تیار کی تھی، کہ چند روز پہلے غدر سے ھم نے یہ کتاب گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجھی تھی۔ اگر اس وقت یہاں میرے پاس موجود ھوتی تو بہت کارآمد ھوتی۔ مگر اغلب ھے کہ مقام آگرہ مین بباعث غدر کے تلف ھوگئی ھوگی۔

دفعہ چہاردھم—صدر امین صاحب کا خاندان بھی اچھا ھے جلال الدین بادشاہ کے عہد میں ان کے بزرگ ھرات سے آئے تھے اور ان کے باپ دادے کو دھلی کے بادشاھوں سے خطاب ملتے رھے اور ان کے نانا شروع اس صدی میں سرکار انگریز کی جانب سے سفیر مقرر ھوکر ایران کے بادشاہ کے پاس گئے تھے اور جب وھاں سے آئے تھے تو مقام آوا (برما) مین پولٹیکل اسٹنٹ مقرر ھوئے تھے اور ان کے بھائی سید محمد خاں ھت گاؤں ضلع فتح پور مین منصف تھے۔ عرصہ دس برس کا ھوا کہ بہشت نصیب ھوئے اور حمید الدین خالہ زاد بھائی ان کی بروت کے منصف تھے ان کی وفات کو بھی عرصہ بارہ برس کا ھوا۔

دفعه پانزدهم—غرض ان تینوں صاحب نے سرکار کی بہت
ہی خیرخواہی کی - اگر ہم ان میں سے کسی کی زیادہ تر
توصیف کریں ، تو نسبت سید احمد خاں صاحب کی ہی کر سکتے
ہیں کس واسطے کہ یہ صاحب بہت دانا ہیں ان کی خیر خواہی
ایسی جانفشانی سے ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ ہرگز ممکن نہیں اور
ہم کو یقین کامل ہے کہ قدر اور منزلت ان کی حکام کی نظر
میں اس قدر ہے کہ بلحاظ خیرخواہی کے ان کی ترقی عہدۂ
صدرالصدوری پر جلدی ہوگی اور ہماری بھی آرزو ہے - سوا اس
کے ہم رپورٹ کرتے ہیں کہ انھی کی خیرخواہی کے سبب سے
حکام انگریزی ضلع بجنور سے صحیح سلامت تشریف لائے اور بلحاظ
کارگزاری اس وقت کے کہ ضلع ڈپٹی صاحب اور ان کے سپرد
ہوا - مناسب ہے کہ پنشن دو سو روپیہ ماہواری خواہ دائمی
ہو خواہ حین حیات ان کے اور ان کے بڑے بیٹے کے سرکار سے
عنایت ہو اور یہ تجویز اس نظر سے ہے کہ ہم کو معلوم ہے
کہ سید احمد خاں کا ارادہ ہے کہ بعد چند سال کے سیر اقالیم
کی کریں اس سبب سے زمینداری لینا منظور نہیں -

دفعه شانزدهم—ان کا نقصان بھی بہت ہوا - کس واسطے کہ
شروع غدر میں ان کے عیال اور اطفال دہلی میں تھے اور ہم نے
اس بات کو خوب دریافت کر لیا کہ بہ سبب ان کی خیرخواہی
کے باغیوں نے ان کے گھر کو لوٹ لیا - مکانات تو مل گئے ہیں
مگر نقصان مال اور اسباب کا جو دہلی اور بجنور میں ہو تخمیناً
تیس ہزار تین سو چوراسی روپیہ کا قرار دیتے ہیں -

دستخط - الیگزینڈر شیکسپیئر صاحب
میجسٹریٹ و کلکٹر

ترجمہ انتخاب چٹھی الیگزینڈر صاحب بہادر میجسٹریٹ و کلکٹر ضلع بجنور نمبر ۷۵ - مورخہ ۲۳ جون ۱۸۵۷ء - بنام صاحب کمشنر بہادر ضلع روھیل کھنڈ -

دفعہ سوم۔دفعہ پنجم رپورٹ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ ایام غدر میں کارگذاری سید احمد خاں صاحب صدر امین کی بہت عمدہ ہوئی - لہذا ہم نے ان کے واسطے دو سو روپیہ ماھواری کی پنشن کی تجویز کی ہے اگرچہ یہ رقم ان کی نصف تنخواہ سے زیادہ ہے مگر ہمارے نزدیک اس قدر روپیہ ان کے استحقاق سے زیادہ نہیں ہے - اور ہم چاہتے ہیں - کہ آپ بھی ہماری تجویز کو مسلم رکھیں - کس واسطے کہ یہ افسر بہت لئیق اور قابل نظر عنایت کے ہے -

دستخط شیکسپیئر صاحب
میجسٹریٹ کلکٹر

ترجمہ چٹھی صاحب رجسٹر عدالت صدر دیوانی اضلاع غربی نمبری ۳۲۷ مورخہ جون ۱۸۵۷ء باجلاس مارگن صاحب دمنی صاحب جج - بنام میور صاحب بہادر سیکرٹری گورنمنٹ -

بوصول نقل چٹھی صاحب کلکٹر و میجسٹریٹ ضلع بجنور نمبری ۵۶ مورخہ ۵ جون ۱۸۵۷ء موسومہ صاحب کمشنر بہادر روھیل کھنڈ مشعر حسن کارگذاری سید احمد خاں صاحب صدر امین حکام عدالت بخدمت نواب گورنر جنرل بہادر کے گذارش کرتے ہیں کہ اگر صدر امین مذکور بعہدہ صدر الصدوری ضلع مراد آباد کے بجائے احمد حسین خاں صدر الصدور سابق کہ ماہ مئی ۱۸۵۷ء میں وفات پا گیا - مقرر کیا جاوے تو مناسب ہے -

دفعہ دوم۔ماسوائے استحقاق خیرخواھی کے من جملہ ان افسروں لئیق کے جو تحت حکام عدالت ہیں - سید احمد خاں صدر

امین ایک افسر لئیق ھے - بطور نشانی عنایات گورنمنٹ کی اگر تاریخ تقرری سید احمد خان کی عہدہ صدرالصدوری پر اس روز سے محسوب ھو کہ جس روز سے سرکار کا قبضہ دوبارہ مراد آباد پر ھوا تھا تو نہایت ھی مناسب ھے اور اسی نیت سے حکام عدالت ان کی تقرری کی تجویز کرتے ھیں - حالاں کہ فی الحال کوئی حاکم اس ضلع میں اوپر عہدہ ججی کے مقرر نہیں ھوا ھے - مگر جو شیکسپیئر صاحب کے نزدیک قائم رھنا سید احمد خان صاحب کا بالفعل بجنور میں واسطے بندوبست اس ضلع کے مناسب ھو تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں ھے اور واسطے ملاحظہ کے نقل رپورٹ مذکورہ بالا ملفوف چٹھی ھذا ارسال ھوئی ھے -

دستخط ڈاش وڈ صاحب رجسٹر

ترجمہ چٹھی صاحب رجسٹر عدالت صدر دیوانی نمبر ۸۳۳ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۸۵۸ء بنام سید احمد خان صدر امین -

حکام عدالت کو کمال خوشی ھے در باب بھیجنے نقل چٹھی گورنمنٹ مورخہ دوازدھم جولائی نمبر ۲۳۹۹ مشعر تقرری آپ کی بعہدہ صدر الصدوری مراد آباد ابتدائے اس تاریخ سے جس روز سے سرکار کا قبضہ اس ضلع پر ھوا تھا اور سند بر وقت پہنچنے سے اس سرشتہ کی آپ کی خدمت میں بھیج دی جاوے گی -

دفعہ دوم—تا مقرر ھونے صاحب جج مراد آباد کے آپ بدستور مقام بجنور میں رھیے -

دستخط - ڈاش وڈ صاحب رجسٹر

نقل چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ نمبر ۲۳۷۹ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۸۵۷ء بنام صاحب رجسٹر صدر دیوانی عدالت -

بجواب چٹھی مورخہ ۱۹ جون سن الہ آپ کو اطلاع دی

جاتی ہے کہ حسب تجویز حکام عدالت صدر کے امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر نے سید احمد خاں صدر امین بجنور کی ترقی اوپر عہدہ صدر الصدوری ضلع مراد آباد ابتدائے اس تاریخ سے کہ سرکار کا قبضہ اس ضلع پر ہوا بعوض خیرخواہی اور عمدہ کارگذاری ایام غدر کے منظور فرمائی -

دستخط - میور صاحب سیکرٹری گورنمنٹ

ترجمہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ نمبر ۳۲۷۱ حرف الف مرقومہ ۱۲ جولائی ۱۸۵۸ء بنام سید احمد خاں صاحب صدر امین بجنور -

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر نے عہدہ صدر الصدوری ضلع مراد آباد کے مقرر فرمایا - ابتدائے اس روز سے جس دن سرکار کا قبضہ اس ضلع پر ہوا -

دستخط - میور صاحب سیکرٹری گورنمنٹ

ترجمہ انتخاب چٹھی رابرٹ الیگزینڈر صاحب بہادر کمشنر روھیل کھنڈ مورخہ یکم جولائی ۱۸۵۸ء - بنام سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی - مقام الہ آباد -

دفعہ سوم - اگرچہ ہم کو ایسا اتفاق نہ ہوا جیسا شیکسپیئر صاحب کو ہوا کہ حسن کارگذاری ان تینوں صاحبوں کے جن کی نسبت صاحب ممدوح رپورٹ لکھتے ہیں اچھی طرح معلوم کرتے مگر البتہ ہم کو نینی تال میں اتنی خبر پہنچی تھی کہ یہ تینوں صاحب خیرخواہ سرکار رہے ہیں - اور ابتدائے غدر سے انتہا تک کسی نہج کا شبہ ان کی خیرخواہی میں نہیں ہوا - اگرچہ نزدیک تھا کہ کئی مرتبہ ان کی جان پر بھی صدمہ پہنچتا - اور مال اسباب ان کا جو اس ضلع میں تھا - وہ تو بالکل برباد ہو گیا -

دفعہ چہارم—ہماری ملاقات تینوں صاحب سے ہے جو کچھ در باب لیاقت اور نیک چلنی ان کی شیکسپیئر صاحب نے لکھا ہے ۔ ہم بھی اس کی تائید کر سکتے ہیں ۔

دفعہ پنجم—جس قدر انعام صاحب ممدوح نے واسطے ان لوگوں کے تجویز کیا ہے ۔ ہمارے نزدیک بہت مناسب ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ منظور کیا جاوے ۔

انتخاب چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی نمبری ۲۸۰۲ مورخہ ۲۹ جولائی ۱۸۵۸ء بنام رابرٹ الیگزینڈر صاحب بہادر کمشنر روھیل کھنڈ ۔

دفعہ دوم—جو آپ نے اور صاحب کلکٹر و میجسٹریٹ بجنور نے نسبت عمدہ کارگذاری ان تین افسروں کی حسب تصریح شیکسپیئر صاحب کے اپنی رائے تحریر فرمائی ہے سو رائے گورنمنٹ کی بھی متفق اس کے ہے ۔

دفعہ سوم—اگرچہ یہ تجویز حکام صدر دیوانی عدالت کے ترقی سید احمد خاں صاحب صدر امین کے بعہدہ صدر الصدوری ضلع مراد آباد کے ہو چکی ہے ۔ علاوہ اس کے آج خدمت نواب گورنر جنرل بہادر میں رپورٹ واسطے عطائے پنشن دو سو روپیہ ماہواری تا حین حیات ان کے اور ان کے بڑے بیٹے کے عوض حسن کارگذاری کے بھیجی گئی ۔

دستخط ۔ ولیم میور صاحب ۔ سیکرٹری گورنمنٹ

ترجمہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ ہند نمبری ۳۴۶ بنام سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی ۔

بوصول چٹھی مورخہ ۲۹ جولائی ۱۸۵۸ء نمبر ۱۸۲ حرف الف مرسلہ آپ کے جواباً آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بعوض

خیرخواہی اور حسن کارگذاری ایام غدر کے امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر نے پنشن مبلغ دو سو روپیہ ماہواری حین حیات سید احمد خاں صدر الصدور مراد آباد اور ان کے بیٹے کے مرحمت فرمائی ۔

دستخط ایڈمنسٹن صاحب

سیکرٹری گورنمنٹ ہند ۔ ہمراہی گورنر جنرل بہادر حکم ہوا کہ نقل چٹھی ہذا کی پاس صاحب کمشنر روہیل کھنڈ بجواب چٹھیات مرقومہ یکم اگست نمبری ۹۴ و ششم اگست نمبر ۱۰۰ مرسلہ ان کی بھیجی جاوے ۔

دستخط اوسٹرام صاحب

اسسٹنٹ سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی

مورخہ ۲۱ اگست ۱۸۵۸ء

مقام الہ آباد

میر صاحب مشفق مہربان مخلصان سید احمد خاں صاحب صدر الصدور مراد آباد سلامت بعد اشتیاق ملاقات محبت آیات واضح باد بموجب حکم جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر بتاریخ شانزدہم مارچ ۱۸۵۸ء جناب صاحب کمشنر بہادر روہیل کھنڈ نے باجلاس عام خدمت پانچ پارچہ و تین رقم جواہر مفصلہ ذیل بنظر خیرخواہی آپ کو عطا کیا ۔ اور یہ خط حسب ضابطہ سند بنام آپ کے تسطیر ہوا ۔ بطور سند اپنے پاس رکھو ۔

تفصیل خدمت

پارچہ	جواہر	شمشیر مع پرتلہ	کلاہ چارقب
۵	۳	۱	۱

گوشوارہ	جیغہ	سرپیچ	نیم آستین	دوشالہ
۱	۱	۱	۱	۱

مالائے مروارید	پٹکہ
۱	۱

دستخط جی پامر صاحب
میجسٹریٹ اور کلکٹر
المرقوم ۱۶ مارچ ۱۸۵۹ء

ذکریا خاں مرحوم

یہ صاحب پٹھان اور رام پور کے رہنے والے تھے - جب غدر ہوا تو یہ صاحب جہان آباد ضلع پیلی بھیت کے پیش کار تھے - ابتدائے غدر سے انھوں نے طرح طرح کی جانفشانیاں ، سرکار کی خیرخواہی اور صاحب میجسٹریٹ بہادر کی حفاظت اور نگہبانی میں کیں اور خود صاحب کے بنگلے پر ان کی حفاظت کے لیے رات دن متعین رہے - جب پیلی بھیت میں زیادہ غدر ہوا اور میم صاحبوں اور بچوں کا وہاں رہنا کسی طرح مناسب معلوم نہ ہوا تو ان خان صاحب نے صاحب میجسٹریٹ بہادر کی میم صاحبہ اور بچوں کو اپنے ساتھ لیا اور جو مسلمان اس نازک وقت میں ان کے رفیق تھے - وہ سب ساتھ ہوئے اور نہایت ہوشیاری اور جواں مردی

اور جاں بازی سے میم صاحبہ کو وھاں سے نکال کر نینی تال لے چلے
پیلی بھیت سے پانچ کوس موضع بڑا مجھلیا تک پہنچے تھے کہ وھاں
صاحب میجسٹریٹ بہادر مع عبداللہ خاں صاحب کے آن کر ملے
اور سب لوگ بخیر و عافیت نینی تال پہنچے -

نینی تال میں بھی ھر طرح اور ھر وقت خیرخواھی سرکار
میں مصروف رھے - چیرپورہ اور ستارگنج کی لڑائی میں جو فروری
۱۸۵۸ء میں ھوئی تھی ، یہ صاحب بہت دلاوری سے شریک تھے
جب فوج سرکاری پھر دوبارہ پیلی بھیت میں پہنچی تو یہ خاں صاحب
بھی ساتھ آئے اور ترقی عہدہ پا کر تحصیلدار مقرر ھوئے مگر
عین حالت تحصیلداری میں ایک باغی نے تلوار سے مار ڈالا اور
سرکار کی خیرخواھی میں انھوں نے اپنی جان نثار کی -

سرکار دولت مدار نے اس نمک حلال خیرخواہ کے پس ماندگان
کی بہت قدر و منزلت کی اور ایک ھزار روپے سے زائد کی
مال گزاری کے دیہات انعام دیے اور ایک ھزار پانچ سو روپیہ زر
مال گذاری معاف کیا اور ان کے تینوں بیٹوں کو ساڑھے سات سو
روپے کا خلعت جس میں مختلف ھتھیار بھی ھیں تجویز ھوا ھے -
جس کی منظوری آ گئی ھے اور تیار ھو رھا ھے اور تینوں بیٹوں
کو اوپر عہدہ معزز کے نوکر کر دیا ھے -

ترجمہ رپورٹ مسٹر کارمیکل صاحب بہادر میجسٹریٹ پیلی
بھیت نسبت ذکریا خاں -

سابق میں ذکریا خاں پیش کار جہان آباد ضلع پیلی بھیت کے
تھے چنانچہ اس عہدے سے ناحق معزول کیے گئے مگر چند روز پہلے
غدر کے صاحب کمشنر بہادر نے ان کو پھر بحال فرمایا - اس کی
شکر گذاری انھوں نے بخوبی کی - ھمارے عیال و اطفال کو اپنی
حمایت میں رکھا - اور کمال جاں فشانی اور احتیاط سے ان کو پہاڑ

پر پہنچایا - کئی کوس چل چکے تھے کہ ہم بھی شریک ان کے ہوئے - ہمارے ساتھ کمال وفاداری سے رہے اور جہاں ہم گئے ہمارے ساتھ رہے - یہ شخص پرانا آدمی تھا - دکن اور اور اضلاع میں بہت دنوں تک نوکری بھی کی تھی - اور سرکار انگریزی کی دانائی اور مقدور اور ہمت پر یقین کلی رکھتے تھے اور جس وقت بریلی کے ضلع میں سرکار کا دوبارہ انتظام ہوا - صاحب کمشنر بہادر نے ان کی ترقی اوپر عہدہ تحصیلداری کے فرمائی تھی - اور ہم نے سنا ہے کہ کمال جانفشانی سے عہدہ تحصیلداری کا کام کرتے تھے ، مگر افسوس یہ ہے کہ سر کچہری ایک کم بخت مسلمان نے ان کو قتل کر دیا - اور سرکار کا ایسا خیرخواہ اور نمک حلال نوکر جان سے جاتا رہا - ان کے تین بیٹے تھے دو کی پرورش تو ہم نے کر دی ہے - چنانچہ ایک کو پیش کار اور ایک کو عملہ میں بھرتی کیا ہے - اور نسبت تیسرے کے چٹھی سفارشی صاحب میجسٹریٹ مظفر نگر کی خدمت میں بھیجی ہے ، کس واسطے کہ اس لڑکے کا استحقاق اس ضلعے میں ہے ، کیونکہ جس وقت اس کے چچا محمد ابراهیم شاملی کی تحصیل میں مارے گئے تھے ، یہ لڑکا بھی ان کے پاس تھا ، بلکہ زخمی بھی ہوا تھا -

دفعہ دوم :—اور حقیقت میں یہ سمجھنا چاهیے کہ ذکریا خاں کو کچھ انعام نہیں ملا ، کیونکہ ان کی اتنی زندگی نہ ہوئی کہ اپنی خیرخواهی کا ثمرہ پاتے ، لہذا ان کے تینوں بیٹوں کا استحقاق بذمہ عنایت سرکار ہے اور دو گاؤں جائداد ذکریا خان متوفی کی پرگنہ شاهی ضلع بریلی میں تھے ، ایک دھریتا ، دوسرا شمس پور سو جس وقت ذکریا خاں کی خیرخواهی کا حال خان بہادر خان نے سنا تو اس ظالم نے دونوں گاؤں ضبط کر لیے ، اور مال گذاری ان کی اپنے تصرف میں کر لی تھی - بلکہ ان کے گھر بار کو بھی لٹوا دیا تھا

اور اس سبب سے ان کے عیال اطفال پر سخت مصیبت پڑی تھی ، لہذا واسطے منظوری گورنمنٹ کے ہم تجویز کرتے ھیں کہ ان دونوں گاؤں کی جمع بابت سال گذشتہ فصل کے معاف فرمائی جاوے اور علاوہ اس کے ایک دو گاؤں پرگنہ شاھی کے من جملہ دیہات مضبطہ سرکار کہ جن کی جمع ہزار روپیہ سالانہ ھو ان تینوں بیٹوں کو بہ حصہ مساوی عنایت فرمائی جاویں اور ان کے ایک بیٹے کا نام یحییٰ خاں اور دوسرے کا نذیر احمد خاں اور تیسرے کا حیدر خاں ھے ۔

دستخط کارمیکل صاحب میجسٹریٹ

عبداللہ خان

یہ صاحب پٹھان اور رام پور کے رھنے والے ھیں ۔ جب غدر ھوا تو پیلی بھیت میں کوتوال تھے ۔ ابتدائے غدر سے انہوں نے بقاء انتظام اور خیرخواھی سرکار پر چست کمر باندھی ۔ چند آدمی معتمد اپنے وطن کے بلائے اور کارمیکل صاحب میجسٹریٹ بہادر کی خاص حفاظت کا بندوبست کیا اور باوجودیکہ بریلی ۳۱ مئی کو بگڑ چکی تھی ۔ مگر انہوں نے اپنی پولیس کا انتظام ھاتھ سے نہیں دیا ۔ آخر جب ضلع چھوڑنا صاحب میجسٹریٹ بہادر کو مناسب معلوم ھوا تو اس افسر نے مع چودہ آدمی مسلمان اپنے رفیقوں کے صاحب میجسٹریٹ بہادر کی رفاقت کی اور باوجود اس عظیم بلوہ اور ھر جگہ پر باغیوں اور مفسدوں کے مجمع کے صاحب میجسٹریٹ بہادر کو نینی تال لے چلے ۔ تمام کنبہ ان کا اور بال بچہ سب پیلی بھیت میں تھے ۔ سب کو خدا پر چھوڑا اور کسی کی پرواہ نہیں کی اور صاحب میجسٹریٹ بہادر کے ساتھ ھوئے اور ھزاروں طرح اندیشے اور مشکلیں اٹھا کر ۳ جون ۱۸۵۷ء کو مع الخیر

نینی تال' پہنچے اور صاحب میجسٹریٹ بہادر کو مع میم صاحبہ
اور بچوں کے نینی تال پہنچایا اور تا مراجعت فوج نینی تال مین
حکام کی رفاقت مین رہے اور هلدوانی کے انتظام پر متعین ہوئے -
اور بارھویں جولائی ۱۸۵۷ء تک وھاں کا انتظام کیا -

جب باغیوں نے ستارگنج پر فوج ڈالی اور فروری ۱۸۵۸ء
مین ان پر چھاپہ مارنے کی تجویز ہوئی - تو یہ صاحب بہت دلاوری
سے اس لڑائی مین شریک تھے ، غرض کہ ان کی ھر ایک عمدہ
کارگذاریوں سے حکام کو یقین کامل اس بات کا ھے کہ یہ صاحب
دل و جان سے سرکار کے خیرخواہ رھے اور ھر ایک موقعہ مین
سرکار پر اپنی جان نثار کرنے کو موجود و تیار تھے -

بعوض اس خیرخواھی کے سرکار دولت مدار نے ان کی بہت
قدر کی اولاً عہدہ کوتوالی سے عہدہ تحصیلداری پر ترقی کی اور
ساڑھے چار موضع زمینداری کے جن کی جمع بارہ سو روپیہ سے زیادہ
ھے انعام مین عطا فرمائے اور پانچ سو روپیہ کے خلعت کی
منظوری آ گئی ، چنانچہ خلعت جس مین بہت عمدہ ھتھیار بھی ھین
تیار ھو رھا ھے اور علاوہ اس کے ایک بہت عمدہ پختہ حویلی
سہسوان مین ملنے کو رپورٹ ہوئی ھے اور دفتر گورنمنٹ سے
سند بھی - جس کا ذکر رپورٹ مین مندرج ھے عنقریب آنے والی
ھے -

ترجمہ چٹھیات وغیرہ نسبت عبداللہ خاں -

چٹھی مخ عطیہ مسٹر الیگزینڈر صاحب بہادر کمشنر
روھیل کھنڈ بنام ولیم صاحب بہادر کمشنر میرٹھ - مرقومہ
۲۵ ستمبر ۱۸۵۷ء مقام نینی تال -

اگرچہ احتیاج نہین ھے کہ ھم آپ کو نسبت عبداللہ خاں
کے کچھ سفارش لکھین ، مگر یہ چند کلمہ اطلاعاً لکھتے ھین

کہ انھوں نے جیسے حال مارے جانے اپنے قبلہ گاہ اور چچا اور دیگر اقرباء اپنے کا بمقام شاملی سنا ہے تب سے بہت آزردہ ہوئے ہین اور اب اپنی مستورات اور عیال اطفال لانے کے لیے جاتے ہین - ہم اس شخص کے واسطے بہت افسوس کرتے ہیں اور یقین ہے کہ آپ بھی افسوس کریں گے اور ہم نے واسطے حفاظت ان کے راھبر بھی ساتھ کر دیے ہیں اور کہہ دیا ہے کہ ان لوگوں کو گھاٹ پر ٹھیرانا اور بعد استمزاج آپ کے دریا پار لے جانا - یقین ہے کہ آپ جو مناسب جانیں گے اچھی ہی صلاح تجویز کریں گے -

دستخط - رابرٹ الیگزینڈر صاحب

یہ اصل چٹھی بطور سرٹیفکیٹ کے عبداللہ خاں کو دی گئی تھی - ترجمہ سرٹیفکیٹ عطائے کرنیل کارمیل صاحب پلٹن شاھی نمبر ۲۳ - مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۵۸ء - مقام نینی تال -

حسب خواھش عبداللہ خاں کے ہم کو کمال خوشی ہے درباب لکھنے ان چند کلموں کے کہ ھماری ملاقات ان سے کئی مہینے سے مقام نینی تال میں ہوئی اور ہم ان کو بہت بڑا ذی عزت اور اھل ادب سمجھتے ہین - چنانچہ یہ اور اور کئی آدمی ھمارے بھائی اور ان کے عیال اطفال کے ساتھ عین غدر مین پیلی بھیت سے پہاڑ کو آئے تھے -

دستخط - کرنیل کارمیکل صاحب بہادر

ترجمہ سرٹیفکیٹ عطائے میجر رامزی صاحب کمانیر کمایوں مورخہ ۲۳ اپریل ۱۸۵۸ء - مقام ھلدوانی -

عبداللہ خاں ساکن رام پور ہر وقت شروع غدر روھیل کھنڈ کے پیلی بھیت مین کوتوال تھے - اور ھمراہ کارمیکل صاحب کے نینی تال کو آئے - ہم آٹھ برس سے ان کو جانتے ہین اور زبانی

مسٹر ڈرامن صاحب کے ان کی تعریف بھی ہم نے سنی ہے - جب تک کمایوں میں رہے تب تک ہماری مدد ہر طرح سے کرتے رہے غرض بروقت انتظام روھیل کھنڈ عوض خیرخواھی کے اگر سرکار سے ان کو انعام عطا ھو تو ھم کو کمال خوشی ھوگی اور ان کی زبانی یہ بھی معلوم ھوا کہ جو سرٹیفیکیٹ ان کے پاس تھے سب جاتے رہے -

دستخط - رامزی صاحب بہادر

ترجمہ سرٹیفیکیٹ مسٹر گریوز صاحب - لفٹنٹ پلٹن ۲٦ گورکھہ مؤرخہ ۲۳ اپریل ۱۸۵۸ء - مقام ھلدوانی -

عبداللہ خاں کوتوال پیلی بھیت کو ھم ایک عرصے سے پہنچانتے ھیں - کہ یہ شخص اھل کار بہت ھوشیار اور خیرخواہ سرکار ھیں - چیر پورہ اور ستار گنج میں جو باغیوں سے مقابلہ ھوا تو اس وقت بھی موجود تھے اور کارنمایاں کیا تھا - اب صاحب کمشنر روھیل کھنڈ کے ساتھ مراد آباد کو جاتے ھیں - ھم سے سرٹیفیکیٹ طلب کیا تھا - اس واسطے ھم نے لکھ دیا -

دستخط گریوز صاحب لفٹنٹ

ترجمہ رپورٹ مسٹر کارمیکل صاحب میجسٹریٹ ضلع بدایوں مؤرخہ ۲۸ اگست ۱۸۵۸ء -

جب روھیل کھنڈ میں غدر شروع ھوا تو عبداللہ خاں اس وقت پیلی بھیت میں کوتوال تھے اور جب سے احتمال اس غدر کا ھوا تھا تب سے کمال مشقت اور جانفشانی سے بند و بست اس ضلع کا کیا تھا اور ھمارا دیکھا ھوا ہے کہ پندرہ روز قبل غدر کے عبداللہ خاں دن اور رات گھوڑے پر سوار رہے اور راؤنڈ گشت شہر اور چوکیات کا کرتے رہے - انھی کی دلیری دیکھ کر ھر ایک کو اطمینان ھوگیا تھا اور بریلی میں جب غدر ھوا تھا تب بھی اپنے

علاقه کے انجام کار میں بخوبی مصروف رہے اور بر وقت بگڑنے پولیس
پیلی بھیت کے بھی ان کی نیک نیتی اور جواں مردی میں کچھ
شک نہیں تھا ۔ کیا معنی کہ انھوں نے بہت ھی چاھا ۔ کہ اس فساد
کے بانی مبانی کو گولی سے مار دیں ، مگر تحصیلدار نے روک لیا
اور کہا کہ خون نہ کرو ، ورنہ فساد زیادہ برپا ھو جاوے گا ،
تب سے ھمارے پاس خیر خواھی سے موجود رہے اور پہاڑ کو
ھمارے ساتھ چلے اور یہ بھی ھم جانتے ھیں کہ جو لوگ ھمارے
ساتھ محافظت کے واسطے چلے تھے ، وہ سب انھی کے ذریعے سے
چلے تھے اور جس وقت ھم کو پہاڑ کے نیچے پہنچا دیا ، تب ان
میں سے صرف چوتھائی آدمی رہ گئے تھے ۔ اگرچہ عبداللہ خاں نے
فہمائش کرنے میں کچھ کسر نہیں کی ، مگر وہ کس کی سنتے تھے
آخر کو نہ مانا ، اور جب تک ھم پیلی بھیت میں رہے اس وقت
تک بھی ان کی جانب سے کوئی خطا نہیں ھوئی اور ھم جانتے
ھیں کہ یہ اھل کار بہت نیک اور جاں فشاں خیرخواہ سرکار کے
ھیں ، چنانچہ ان کے خاندان کے لوگ بھی سرکار کے ساتھ بہت
خیر خواھی سے پیش آئے ، حتٰی کہ سرکار کے کام میں جان سے بھی
دریغ نہ کیا ، چنانچہ ذکریا خاں مذکور ان کے چچا تھے ۔ اور
دوسرے چچا ان کے محمد ابراھیم خاں تحصیلدار تھے کہ تحصیل
شاملی ضلع مظفر نگر میں مارے گئے ۔ انھوں نے ابتداء سے باغیوں
کو اپنی تحصیل میں دخل نہیں دیا تھا اور کرنال کے حاکم کو
اور نیز کپتان ھاڈسن صاحب کو جو دلی کی فوج میں مہتمم
خبر رسانی کے محکمہ کے تھے ، بہت مدد دی تھی اور حکام ان کی
کارگذاری سے بہت خوشنود ھوئے تھے ۔ چنانچہ صاحب میجسٹریٹ
ضلع مظفر نگر نے بھی ھم کو لکھا تھا کہ جیسا کام محمد ابراھیم خاں
نے کیا ھے اس سے عمدہ کوئی نہیں کر سکتا آخر کو فوج

باغی بکثرت تمام ان کی تحصیل پر چڑھ آئی اور اس تحصیلدار نے سرخروئی جان نثاری کی حاصل کی اور ان کے اقرباء جو رام پور سے ان کی مدد کو گئے - وہ بھی بہشت نصیب ہوئے - چنانچہ ان میں عبداللہ خاں کا باپ اور اور اقرباء بھی تھے - اب اس خاندان میں صرف دو مرد ایک عبداللہ خاں اور دوسرے ان کا چھوٹا بھائی باقی رہتے ہیں ، لہٰذا ہم ان کی سفارش دلی ضرورتاً کرتے ہیں - کس واسطے کہ انھوں نے خیرخواہی اپنی سرکار کی اچھی طرح کی اور وقت ایسی مصیبت کے ہمارے پاس موجود رہ کر مددگار رہے ، بلکہ ان کے خاندان کے لوگ بھی خیر خواہ سرکار رہے اور اس خاندان کا سرپرست سوا عبداللہ خاں کے کوئی نہیں رہا - یعنی صرف یہی شخص جوان ہے - باقی سب مستورات اور لڑکے ہیں ، لہٰذا ہم یہ رپورٹ کرتے ہیں کہ سرکار تجویز مناسب درباب پرورش ان کی فرمائے - یعنی عبداللہ خاں کو کہ باعث پرورش اس خاندان کا ہے ، اس قدر زمینداری مرحمت فرمائے کہ بدستور سابق دولت مندی سے گزران کریں ، تاکہ ان کو اور اور لوگوں کو سرکار کی وفاداری پر یقین کلی ہو جاوے ، جو کہ پرگنہ سہسوان ضلع بدایوں میں چند دیہات باغیوں کے سرکار میں ضبط ہوئے ہیں ، اگر ان میں سے پانچ گؤں ، کہ جن کی کل جمع بارہ سو روپیہ سالانہ ہو ، عبداللہ خاں کو مرحمت ہو کہ اس میں اپنے خاندان کے لوگوں کی اوقات بسری بخوبی کرا دے اور صلہ اپنی خیرخواہی کا تصور کرے ، تو بہت بہتر ہے ، اور جو کہ ولیم صاحب کمشنر بہادر میرٹھ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم اپنی معرفت پرورش خاندان محمد ابراھیم تحصیلدار شاملی کی کرا دیں گے اس واسطے ہم اپنی تجویز اسی قدر کرتے ہیں ، کہ واسطے پرورش خاندان ان کے باپ کے بھی کافی ہو - کس واسطے کہ بجز اس شخص کے اب

کوئی ان کا سرپرست نہیں رہا اور جو کہ محمد ابراهیم خاں کو ایک جوڑی طمنچہ کا وعدہ کیا گیا تھا لہٰذا ہم چاهتے هیں کہ وهی جوڑہ طمنچہ عبداللہ خاں کو عنایت هو اور علاوہ اس کے ایک تلوار بهی - کل قیمتی پانچ سو روپیہ مرحمت هو - اور ایک پروانہ خوشنودی مزاج کا در باب اس خیرخواهی کے سرکار سے عطا هو - اور بر وقت موقع کے عہدہ تحصیلداری پر پرورش ان کی فرمائی جاوے -

دستخط کارمیکل صاحب میجسٹریٹ

جب کہ میں نے ذکریا خاں اور عبداللہ خاں کا ذکر کیا تو بہتر معلوم هوتا هے کہ اسی مقام پر ان مسلمان خیرخواهوں کا بهی ذکر لکھ دوں ، جنهوں نے ان دونوں پٹھانوں کے ساتھ خیرخواهی سرکار میں اپنی جان کھوئی ، یا بہت سخت مصیبت اٹھائی -

علی محمد خاں

یہ شخص بهی رام پور کا پٹھان هے - جب غدر شروع هوا تو ۲۱ مئی ۱۸۵۷ء کو عبداللہ خاں نے ان کو بلا کر سواروں میں نوکر رکھا - جو مسلمان ذکریا خاں کے ساتھ مسٹر کارمیکل صاحب کی میم صاحبہ کے ساتھ گئے تھے ، ان میں یہ شخص بهی تھا - نینی تال پہنچنے کے بعد هلدوانی کے بکٹ پر تعینات هوئے دو دفعہ ڈاکوؤں کی لڑائی میں شریک رهے اور ستمبر ۱۸۵۷ء میں جب باغیان بریلی کی فوج وهاں آئی تو ان سے بهی خوب لڑے اور پهر چیرپورہ کی لڑائی میں بہت بہادری سے دسویں فروری ۱۸۵۸ء کو مارے گئے - سرکار نے اس کے عوض میں آٹھ روپیہ پنشن ان کے وارثوں کو اور تین سو چھتیس روپیہ نقد انعام مرحمت فرمایا -

محب اللہ خاں

یہ بھی رام پور کے پٹھان ہیں غدر میں نئے نوکر ہوئے تھے یہ بھی انھی مسلمانوں میں سے ہیں جو میم صاحبہ کارمیکل صاحب کی رفاقت میں تھے - ھلدوانی اور چیرپورہ اور ستار گنج - رمپورہ کی لڑائیوں میں زخمی بھی ہوئے - اب دفعہ‌دار سواران پولیس ہیں - دو سو روپیہ کی زمینداری انعام میں ملی تھی -

سیف اللہ خاں

یہ بھی نئے نوکر اور رام پور کے رہنے والے اور انھی مسلمانوں میں سے ہیں - جو میم صاحبہ میکل صاحب کی رفاقت میں تھے اور چیرپورہ کی لڑائی میں بھی شریک تھے - ان کو دوسو پانچ روپیہ جمع کی زمینداری انعام میں ملی ہے اور اب جمعدار سواران فوجداری ہیں -

علاوہ ان کے وہ مسلمان جن کے نام ذیل میں مندرج ہیں میم صاحبہ کی رفاقت میں بھی اور اور لڑائیوں میں شریک رہے اور ان کو مفصلہ ذیل انعام ملے -

اللہ یار خاں پٹھان رام پوری جیرپورہ میں زخمی ہوئے انعام دفعدار سواران زمینداری بشرکت محب اللہ خاں قوم پٹھان ساکن رام پور -

محمد خاں پٹھان رام پوری ، جمعدار سواران پولیس ہیں
عبدالکریم خاں پٹھان رام پوری ، جمعدار سواران پولیس ہیں
سید نور خاں پٹھان ساکن امریا ، ضلع پیلی بھیت ، جمعدار سواران پولیس ہیں -

غلام ضامن پٹھان - انعام دو سو روپیہ -

ان شخصوں کے واسطے جو رپورٹیں ہوئیں وہ ذیل میں مندرج ہیں -

ترجمہ انتخاب فہرست خیر خواہان سرکار بابت ایام غدر
واقع اضلاع پیلی بھیت و بریلی -

محب اللہ خاں قوم پٹھان ساکن رام پور

یہ شخص پولیس میں بمشاہرہ دس روپیہ - جمعدار ضلع
پیلی بھیت میں تھے - ان کی نسبت ہم کو بخوبی اعتبار رہا
اور کسی طرح کا شک نہیں ہوا - ہمارے پاس برابر موجود
رہے - گو کہ پیادہ تھے اور کچھ کام سواری وغیرہ کا ان سے
متعلق نہ تھا - مگر پھر بھی عاریتاً گھوڑا لے کر اور سواروں
کے ہمراہ جاتے تھے ، چنانچہ چیرپورہ اور ستار گنج کی لڑائی میں
بھی موجود تھے - اگرچہ ہم نے ضلع کے سواروں میں باضابطہ
تنخواہ بھرتی کر دیا ہے - مگر ہم چاہتے ہیں کہ حسب تجویز ہماری
جیسے اور سواروں کو انعام تجویز ہوا ہے ان کو بھی دیا جاوے -
کس واسطے کہ ان کی کارگذاری آن کی کارگذاری سے کم نہ تھی -

سیف اللہ خاں قوم پٹھان ساکن پیلی بھیت

یہ شخص اہالیان پولیس میں دس روپیہ کے جمعدار تھے ان
کی وفاداری اور خیر خواہی ایک عجیب ماجرا ہے ، کیونکہ ان
کے خاندان کے لوگ بالکل باغی ہو گئے اور خان بہادر خان کے
پاس نوکری کر کے پیلی بھیت میں سردار باغیوں کے بنے -
باوجود اس کے اس شخص نے کچھ نمک حرامی سرکار کی نہیں
کی ، بلکہ اطاعت اور نمک حلالی سے موجود رہا -

بالفعل مقام بریلی میں یہ زمرہ سواران بھرتی ہے - چونکہ
اس کے اقرباء کی جائداد ضبط ہو گئی لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ
نصف یا ایک ثلث اس کا خیر خواہی کے صلہ میں اس شخص کو
عطا کیا جاوے اور نام ان لوگوں کا حسب تفصیل ذیل ہے -

عنایت اللہ - چنا خاں - منا خاں - عبدالرشید خاں

اللہ یار خاں قوم پٹھان ساکن رام پور دفعدار سواران

اس شخص کو بھی ہم نے بمقام پیلی بھیت رسالہ میں بھرتی کیا تھا - بمقدور اپنے بہت خیر خواہی کی - ھلدوانی کی پہلی لڑائی میں بہت ھی دلیری کی تھی ، چنانچہ افسر کمان رسالہ نے بھی اپنی رپورٹ میں اس کا ذکر لکھا تھا - چیرپورہ کی لڑائی میں خود مجروح ھوئے اور گھوڑا بہ صدمہ گولی جان سے مارا گیا اور اور سواروں کی مانند اچھا کام کیا - ھلدوانی میں بھی موجود رھے اور راونڈ گشت بخوبی کرتے رھے اور ھم نے چٹھی مورخہ ۹ مارچ کی دفعہ ششم موسومہ صاحب کمشنر بہادر میں پہلی ستمبر ۱۸۵۷ء سے بعہدہ دفعداری ترقی ان کی تجویز کی تھی ، چنانچہ صاحب ممدوح نے چٹھی نمبری ۷۰ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۸۵۸ء کی دفعہ سوم میں وہ تجویز ھماری منظور فرمائی - بالفعل اللہ یار خاں کو بہ بسبب جواں مردی اس لڑائی ترقی عہدہ دفعداری پر ھوئی اور جو کچھ بعوض خیر خواھی اور وفاداری ان کی اور محمد خاں کے تجویز کیا گیا ھے محمد خاں کے نام کے نیچے لکھا ھے - ملاحظہ کر لینا چاھیے -

محمد خاں قوم پٹھان ساکن رام پور دفعدار سواران

یہ شخص بہت جوان مرد اور اشراف آدمی ھے - ھم نے پیلی بھیت میں بہ زمرہ سواران بھرتی کیا تھا - یہ شخص بہت جواں مردی سے لڑائی کے سامنے موجود رھتا تھا - چنانچہ ان کی جواں مردی اور ھمت کا ذکر دو مرتبہ ھوا - ایک دفعہ کپتان بیچر صاحب کمانیر ڈی ٹیچ منٹ ھشتم رسالہ نے لکھا کہ نقل اس چٹھی کی ھمراہ اپنی چٹھی مؤرخہ ۹ مارچ بخدمت صاحب کمشنر بہادر کے روانہ کی ھے اور دوسری مرتبہ کپتان کراس مین صاحب کمانیر رسالہ روھیل کھنڈ نے بھی لکھا تھا - چنانچہ

اس کا ذکر دفعہ پنجم چٹھی مذکور میں لکھا گیا ہے اور اس رپورٹ میں ہم نے واسطے ترقی محمد خاں کی اوپر عہدہ دفعداری کے تجویز تھی ۔ کہ صاحب کمشنر نے بھی یہ تجویز ۱۰ مارچ کو منظور فرمائی اور جس وقت مرادآباد سے بریلی کو فوج چلی تو جرنیل صاحب کو منظور ہوا ۔ کہ کچھ فوج میجر کارڈن صاحب کی جو جدا ہو گئی تھی ۔ معلوم فرماویں ۔ لہٰذا محمد خاں کو بسبب واقفیت راہ کے ایک چٹھی دے کر تعینات کیا تھا ، چنانچہ خاں مذکور اس چٹھی کا جواب ایسی جلد لائے کہ عقل حیران ہوگئی اور جس وقت لشکر میں آئے تو گھوڑا ان کا ایسا ہارا ہوا تھا کہ اسی وقت گر کے مر گیا ۔ بس سوائے اس ترقی دفعداری کے کہ صرف بہ بسبب دلیری ان کے ہوئی ہے ، اب تک کچھ انعام ان کو اور نہ اور سواروں مفصلہ ذیل کو مرحمت ہوا ، لہٰذا ہم تجویز کرتے ہیں کہ زمینداری گاؤں مٹسان بجمع دوسو چھتیس روپیہ واقع پرگنہ سہسوان ضلع بدایوں بہ حصہ مساوی محمد خاں اور اللہ یار خاں اور سید نور خاں و عبدالکریم خاں اور محب اللہ خاں کو عطا ہو اور ان لوگوں نے درخواست بھی کی ہے ۔ کہ ہم کو نقد انعام لینا منظور نہیں ہے اگر کچھ جائداد مرحمت ہو تو بہتر ہے ۔ اسی واسطے ہم نے یہ تجویز کی ہے اور واضع رہے کہ بمقابلہ ان کی کارگذاری کے انعام کچھ زیادہ نہیں ہے ۔

عبدالکریم خان قوم پٹھان ساکن شاہ جہاں پور
وسیدنور خاں قوم پٹھان ساکن امرسیہ ضلع پیلی بھیت

ان دونوں شخصوں کی کیفیت مطابق تینوں آدمی مذکور کے ہے ۔ کیونکہ یہ لوگ بھی پیلی بھیت میں بھرتی ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ ہلدوانی تک گئے تھے اور اچھا کام کیا تھا ۔ ان

دونوں میں سید نور خاں بڑی همت کا آدمی ہے - اس کو خواهش دفعداری کی ہے لہذا .هم چاهتے هیں کہ سوائے انعام مذکورہ بالا کے دفعداری بھی اس کو دی جاوے اور عبدالکریم خاں کے واسطے صرف انعام مذکورہ کافی ہے -

جن لوگوں نے اس سخت وقت میں مسٹر کار میکل صاحب بہادر اور ان کی میم صاحبہ کی رفاقت کی - وہ لوگ سب مسلمان تھے- پھر کیا یہ بات خیال میں آ سکتی ہے کہ صاحب ممدوح چند بدمعاشوں کے سبب تمام مسلمانوں کی قوم کو برا جانتے ہوں گے اور ان کی رفاقت اور خیر خواهی اور جان نثاری کی قدر ان کے دل میں کچھ نہ ہوگی -

منشی محمد حسین - سرشتہ دار دیوانی - مرادآباد

اگرچہ یہ صاحب پرانے نوکر اور قدیم سے نیک نام اور کارگذار اهل کار گورنمنٹ کے هیں - مگر غدر میں جو خاص خدمت ان سے بن آئی - وہ یہ ہے کہ جب مرادآباد کا جیل خانہ ٹوٹا تو انہوں نے کمال خیر خواهی اور جان نثاری سے میم صاحبہ مسٹر جان کیری کرافٹ ولسن صاحب بہادر جج مرادآباد کی خاص حفاظت کی اور پھر میرٹھ میں بحضور حکام حاضر ہوئے - اب بدستور اپنے عہدہ پر مامور هیں - ان کی خوبی اور دلی خیرخواهی ان کے سرٹیفیکیٹوں سے جو ذیل میں مندرج هیں ظاهر ہوتی ہے -

نسبت محمد حسین خاں - ترجمہ سرٹیفیکیٹ ولسن صاحب

اسپیشل کمشنر مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۸ء - مقام مرادآباد

هم اس بات کی تصدیق کرتے هیں کہ محمد حسین سرشتہ‌دار عدالت دیوانی ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کو وقت صبح کے حسب دستور واسطے رپورٹ خوانی کے آئے تھے - اسی روز

باغیان انتیس پلٹن نے جیل خانہ کھول کے قیدیوں کو نکال دیا ۔ ایک بجے تک قیدیوں کی گرفتاری میں ہم مصروف رہے اس عرصہ تک محمد حسین ہماری میم کی حفاظت میں موجود رہے ۔ یہ شخص بہت کارگذار اور لئیق آدمی ہے ۔

ولسن صاحب

ترجمہ سرٹیفیکیٹ میم صاحبہ مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۵۸ء

مقام مرادآباد محمد حسین سرشتہ دار ہماری نج پر کار سرکار انجام دے رہے تھے کہ اسی دن صبح کو باغیوں کی پلٹن انتیس نے جیل خانہ توڑ کر قیدیوں کو چھوڑ دیا ، چنانچہ ولسن صاحب نج سے واسطے انتظام اور حفاظت کے وہاں تشریف لے گئے اور میں اکیلی رہ گئی ۔ اس وقت محمد حسین ہمارے ساتھ رہے اور حتی المقدور ہماری حفاظت کی ۔ ولسن صاحب نے بھی ایک سرٹیفیکیٹ دیا ہے یقین ہے کہ ان کے کارآمد ہو ، مگر جو کہ ان کو ہماری نشانی رکھنے کی بھی خواہش تھی ، اس واسطے یہ چند کلمے ہم نے لکھ دیے کہ ان کی خیرخواہی جو ہماری مصیبت کے دن تھے ، اس کے ذریعہ سے واضح ہو جاوے ۔

دستخط جین کرائی کرافٹ ولسن صاحب

شیخ شرف الدین رئیس شیخوپور ضلع بدایوں

ان صاحب نے جو کچھ خیرخواہی و جان نثاری ایام غدر میں کی ، اس کا لکھنا بہت مشکل ہے اگرچہ واقعہ لکھا جانا ممکن ہے ، مگر جو کیفیت اور جو مشکلات پیش آئی ہیں وہ کسی طرح بیان نہیں ہو سکتیں ۔ جب کہ فوج باغی ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء کو بریلی میں بگڑ گئی اور جیل خانہ توڑ دیا اور تمام فساد برپا کیا ۔ تو ضلع بدایوں کا بھی انتظام ہاتھ سے جاتا رہا ۔

یکم جون ۱۸۵۷ء روز دو شنبه کو فوج موجودہ بدایوں نے شورش کی اور بریلی کی فوج بدایوں میں آنے کی خبر ہر دم گرم ہوئی مسٹر ایڈورڈ صاحب بہادر کلکٹر میجسٹریٹ بدایوں نے ایک سوار مسلمان شیخ شرف الدین کے پاس بھیجا اور ان کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ اسی وقت شیخ شرف الدین دو سو آدمی مسلمان مع تمام اپنے عزیز و اقرباء کو مسلح ہتیار بند لے کر روانہ بدایوں ہوئے۔ جس وقت وہ بدایوں میں پہنچے تلنگوں نے جیل خانہ توڑ دیا تھا۔ اور خزانہ پر قبضہ کر لیا تھا اور بندوقیں فائر ہو رہی تھیں اور بنگلوں اور کوٹھیوں کی لوٹ شروع تھی۔ شیخ شرف الدین مع تمام گروہ مسلمانوں کے اسی ہنگامہ میں صاحب کے پاس پہنچے اور مسٹر ایڈورڈ صاحب اور مسٹر ڈانیل صاحب مالک کوٹھی نیل اور ان کے ایک لڑکے کو اور ایک صاحب پترول کو جملہ چار صاحبوں کو اپنے ساتھ بحفاظت تمام شیخوپور میں لائے اور اپنے مکان میں رکھا۔ اس عرصہ میں فوج باغی بریلی بدایوں کے قریب آ پہنچے۔ شیخوپور بدایوں سے ایک میل کے فاصلے پر ہے اور سب لوگوں کو حال تشریف لے جانے صاحب لوگوں کا شیخوپور میں معلوم تھا اور بریلی کی فوج جس کے ساتھ سات توپیں اور پانچ سو سوار اور ایک پلٹن تلنگہ کی تھی، بدایوں کے باغات میں آ گئی۔ اس وقت یہ مصلحت ہوئی کہ ایسے قریب مقام میں ان صاحب لوگوں کا رکھنا مناسب نہیں اس واسطے ان صاحب لوگوں سے عرض کیا گیا کہ یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں اور جگہ چل کر پناہ لیجیے۔ اس لیے شیخ شرف الدین ان صاحبوں کو مع جماعت مسلمانان شیخوپور سے نکالا اور موضع ککورہ میں جو انھی کی زمینداری کا گاؤں ہے اور متصل جنگل کے سات آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے لے گئے یہ

مصلحت بہت ھی مناسب ھوئی کیوں کہ سب صاحب لوگ
شیخوپور سے دو سو قدم بھی باھر نہیں نکلے تھے کہ فوج باغی
بدایوں میں داخل ھوئی اور توپ بغاوت کی اس نے سرکی۔ فوج تمام
رات جملہ مسلمان کمر بند مستعد بہ لڑائی رھے اور ان صاحبوں کی چوکی
و پہرہ کی حفاظت کی - صبح کو مسٹر ایڈورڈ صاحب نے فرمایا
کہ ھم کو پٹیالی پہنچا دو - وہاں مسٹر فلپس صاحب و مسٹر
براملی صاحب مع سواران کے موجود تھے - شیخ شرف الدین نے
اس کو قبول کیا اور مع اپنے تمام گروہ مسلمانوں کے سب صاحب
لوگوں کو بعد عبور گنگ بحفاظت تمام بمقام پٹیالی پہنچا دیا - اس
کے بعد مسٹر اسٹوارٹ صاحب معہ عیال و اطفال نہایت سراسیمہ
شیخوپور میں پہنچےاور شیخ شرف الدین نے ان کو بھی ککورہ
میں چھپایا اور تین مہینہ تک ان کی ھر طرح سے حفاظت کی اور
پھر ان کو بہ جماعت ایک گروہ مسلمان بندوقچیوں کے سوبروں
تک پہنچا دیا -

بعوض اس خیرخواھی کے شیخ شرف الدین کو تین ھزار
روپیہ کا خلعت گورنمنٹ سے مرحمت ھوا - اور دو ھزار پانچ سو
روپیہ کی جمع کا گاؤں چہارم جمع پر نسلاً بعد نسلاً ملا اور جو
رپورٹیں ان کے واسطے ھوئیں اور جو چٹھیات نیک نامی ان کو ملیں
وہ ذیل میں مندرج ھیں -

ترجمہ سرٹیفیکیٹ و رپورٹ وغیرہ نسبت شیخ شرف الدین
رئیس شیخوپور ضلع بدایوں - سرٹیفیکیٹ عطائے مسٹر اسٹوارڈ
صاحب - مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۷ء مقام فتح پور -

واضح رھے کہ شیخ شرف الدین نے ھماری اور ھمارے گھر
کے پانچ آدمیوں کی جان بچائی اور ایک گاؤں میں جو متصل شیخوپور
کے ھے ۳ جون سے لغایت ۱۰ اگست ھم کو پناہ دی - اور

۱۲ اگست ۱۸۵۷ء کو بحفاظت تمام فتح پور متصل سرؤں کے هم کو پہنچا دیا -

دستخط مسٹر جیمس اسٹوارڈ صاحب

ترجمه سرٹیفیکیٹ فلپس صاحب جائنٹ میجسٹریٹ سابق ضلع ایٹه - مورخه ۲ فروری ۱۸۵۹ء - مقام : آگره -

هماری ملاقات شرف الدین زمیندار شیخوپور ضلع بدایون سے عرصے سے هے - بہت ذی عزت اور لئیق اور صاحب علم هیں انهوں نے مسٹر اسٹوارڈ صاحب - سر دفتر کچهری کلکٹری ضلع بدایوں کو بهی پناه دی تهی - جب هم لوگ اس نواح میں تهے اور هم ان کو ان چند مسلمان زمینداروں میں سمجهتے هیں که جنهوں نے سرکار کی خیرخواهی کی هے اور بخوبی اعانت کی هے -

دستخط مسٹر فلپس صاحب

ترجمه چٹهی ایڈورڈ صاحب جج ضلع بنارس مورخه ۳ مارچ ۱۸۵۸ء مقام بنارس بنام مسٹر راس صاحب -

میں آپ کی خدمت میں چند قطعے خطوط مرسله رؤساء بدایوں روانه کرتا هوں - شاید ان کے ملاحظه سے کچھ ایسا ضروری حال معلوم هو که اس عرصے میں آپ کے کار آمد هو شیخ شرف‌الدین نامی اور خاندانی آدمی هے اس ضلع میں اس کا وسیله اور قدر بڑی هے - یقین هے که ایسے وقت میں اس کی ذات سے اچها کام انجام هو اور جس رات هم نے بدایوں چهوڑا تها ، انهوں نے بهی هم کو پناه دی تهی اور یقین کلی هے که اگر یه شخص درمیان میں نه هوتے تو هم اپنی جان بدایوں سے بچا کر نه لا سکتے - اگر آپ ان سے خطوط نویسی کریں تو هماری کمال خوشی هے -

دستخط ایڈورڈ صاحب جج

ترجمه میمورنڈم ایڈورڈ صاحب ضلع بنارس مورخه ۳ مارچ

۱۸۵۸ء - مقام بنارس -

شیخ شرف الدین رئیس شیخوپور کے سرپرست ایک خاندان نامی اور ذی عزت ضلع بدایوں کے ہیں اور اپنی ذات سے بہت اشراف اور ذہین ہیں - قبل غدر کے اکثر ہماری ملاقات کو آتے تھے - اور بباعث انھی کی ملاقات کے پہلی جون کو جب آمد باغیان فوج بریلی کی خبر گرم ہوئی تھی ، ہم نے تجویز کیا تھا کہ جب تک باغی نہ نکل جاویں گے ، ہم ان کے مکان میں پناہ لیں گے - اور بعد اس کے بدستور کام ضلعے کا انجام دیں گے ، چنانچہ جب باغی کمپو میں آ گئے ، اور جیل خانہ توڑ دیا ہم یکم جون کو رات کے وقت شیخوپور میں گئے - مگر ہمارے حق میں بہت اچھا ہوا - کہ ان کے اقرباء اور بیگانوں نے ہم کو اس مکان میں نہ رهنے دیا - شیخ مذکور ہم کو اپنے ساتھ ایک اور اپنے گاؤں میں جو گنگا کے کنارے بائیں ہاتھ ہے لے گئے - ہم رات بھر وہاں رہے -

دفعہ دوم :- سب گاؤں والے اس وقت ایسے بگڑ رہے تھے - کہ اگر شیخ مذکور ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو یقین کامل ہے کہ ہم صحیح سلامت دریا تک نہ پہنچ سکتے اور ہم نے سنا ہے کہ بعد اس کے شیخ جی نے اسٹوارڈ صاحب کرانی بدایوں کو بھی پناہ دی تھی - اور دو مرتبہ شیخ جی کے خط بھی ہمارے پاس آئے تھے - ان میں اپنا اور ضلعے کا حال لکھا تھا ، چنانچہ ہم نے ان خطوں کو بذریعہ اپنے خط کے بخدمت راس صاحب بمقام فتح گڑھ بھیج دیے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ شخص بہت لئیق اور خیرخواہ اور مستحق عنایت کا ہے -

دستخط ایڈورڈ صاحب

ترجمہ سرٹیفیکیٹ عطائے مسٹر براملی صاحب بہادر میجسٹریٹ

کلکٹر ضلع علی گڑھ ۔ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۸۵۸ء مقام علی گڑھ ۔

ہماری ملاقات کئی سال سے خاندان شیخ شرف الدین رئیس شیخوپور متصل بدایوں سے ہے اور ہم ان لوگوں کو بڑا اشراف جانتے ہیں خصوصاً شیخ شرف الدین کو اور جو کچھ ہم کو خبر پہنچی ہے اس سے ہم کو یقین ہے کہ ایام غدر میں باغیان مسلمان ساکن بدایوں نے ان کو بہ سبب نہ کرنے اطاعت کے بہت تنگ کیا تھا اور تین شخص ان کے قرابتی ہیں ۔ ایک تحصیلدار خاص گنج ، دوسرا تحصیلدار ضلع آگرہ اور تیسرے ہمارے پاس سررشتہ دار فوجداری کے ہیں اور یہ تینوں اب تک اپنے اپنے کام پر بہت مستعد ہیں ہم شیخ شرف الدین کو بہت لئیق اس بدایوں کے ضلعے میں سمجھتے ہیں اور معتمد جانتے ہیں ، لہٰذا جملہ حکام انگریز کی خدمت میں ہم ان کی سفارش کرتے ہیں اور یہ سرٹیفیکیٹ دیتے ہیں کس واسطے کہ ہم نے سنا ہے کہ جو کچھ اسناد خوشنودی مزاج حکام بدایوں کی ان کے پاس تھیں باغیوں نے لوٹ لیں اور جلا دیں اور انھوں نے ۳۱ مئی یا یکم جون کو ایڈورڈ صاحب میجسٹریٹ کلکٹر بدایوں کی بھی حفاظت کی تھی ۔ جس وقت بدایوں کی فوج بگڑ گئی تھی ۔

دستخط براملی صاحب میجسٹریٹ کلکٹر

ترجمہ سرٹیفیکیٹ عطائے مسٹر کالون صاحب بہادر مورخہ ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ء ۔ مقام : بدایوں ۔

ایام غدر میں شیخ شرف الدین رئیس شیخوپور نے اخلاص سرکار انگریزی کا بخوبی ظاہر کیا اور کئی صاحبان انگریز کی جان بچائی ۔ بروقت دوبارہ قبضہ ہونے سرکار انگریزی کے اس ضلع پر حاضر ہو کر مشکل کے وقت میں کام آئے ۔ تھوڑے عرصے تک تحصیلدار بھی رہے ، بعد اس کے ساتھ وجہ معقول کے مستعفی ہوئے

هم ان کو من جملہ ان لوگوں کے سمجھتے ھیں جو خیرخواہ سرکار رھے اور مستحق انعام کے ھیں - یقین ھے کہ سرکار سے عطا بھی ھوگا -

دستخط ایلٹ کالون صاحب

ترجمہ خط ایڈورڈ صاحب بہادر مورخہ ۸؍ اکتوبر ۱۸۵۸ء مقام : ولایت ، بنام شیخ شرف الدین -

خط اس عزیز کا مورخہ ۵ اگست ۱۸۵۸ء کہ علی گڑھ سے بھیجا تھا ، کل کے روز ہمارے پاس پہنچا - اس کا جواب بلا توقف بھیجتے ھیں - ہم کو کمال خوشی ھوئی ، جس وقت ھم کو معلوم ھوا کہ آپ کی خیرخواھی اور کارگذاری پیش گاہ مسٹر الیگزینڈر صاحب کمشنر بہادر کی ظاھر ھوئی - اور صاحب ممدوح نے قبل پہنچنے فوج سرکاری مقام بدایوں میں آپ کے واسطے تحصیل کرنے مال گذاری سرکاری کے تحصیلدار مقرر فرمایا - ھم آپ کی اور آپ کے خاندان کی خیر و عافیت بدل و جان چاھتے ھیں ، کس واسطے کہ یکم جون کی رات کو جس وقت باغیوں نے کمپو کو پھونک دیا ، اگر آپ ھم کو موضع ککورہ میں نہ پہنچاتے تو ھم کو جان بچانا دشوار تھا اور ھم سرکار گورنمنٹ کی خدمت میں اس آپ کے سلوک کی اطلاع کر چکے ھیں ، یقین ھے کہ اس خیرخواھی اور کارگذاری کا ثمرہ سرکار سے آپ کو مرحمت ھوگا اب تک مفصل حال نسبت عذر داریوں کے ھم کو دریافت نہیں ھوا ، لہٰذا ھم چاھتے ھیں کہ یہ حال اچھی طرح معلوم ھو کہ کون کون باغی ھوئے اور کون کون خیرخواہ سرکار رھے اور کون لوگ باغیوں کے ھاتھ سے مارے گئے اور کس نے سرکار سے تدارک پایا اور کس کو انعام ملا ، خصوصاً دریافت احوال اشخاص مفصلہ ذیل اکابر ضرور ھے کہ کس طرح پیش

آئے اور کیا حال رہا اور اب کہاں ہیں - ایک تحصیلدار بسولی کے سابق سرشتہ دار کلکٹری کے تھے اور کوتوال اور ان کا خاندان کہ جائداد ان کی بسولی میں تھی اور سررشتہ دار فوجداری اور ڈاکٹر ہندوستانی اور کل تھانے دار - اگر آپ ان لوگوں کا حال مفصل لکھیں تو ہماری کمال خوشی ہے - اور نیز ان زمینداروں کا بھی حال لکھیے جن سے ہماری ملاقات تھی اور یہ بھی کہ کس کس نے باغیوں کی نوکری کی تھی اور مسمیان حسینی اور مولا بخش چپراسیان اردلی ہمارے کا کیا حال رہا - اب طبیعت ہماری ولایت آنے سے درست ہو گئی - ارادہ مصمم ہے کہ مہینے اپریل تک ضلع بنارس میں داخل ہوں گے اور آپ کی خیرخواہی کا حال حکام ہندوستان کو لکھیں گے اور یقین ہے کہ آپ کے خاندان کے لوگ بھی ایام غدر میں خیرخواہ سرکار رہے ہوں - ہمارا سلام سب سے کہہ دینا اور نیز جو شخص ہمارے پاس ناظر تھا اس کو بھی سلام کہہ دینا - ہم کو واسطے دریافت کرنے حال باشندگان بدایوں کے بڑا اشتیاق ہے - آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جس کی طبیعت چاہے عرضی یا خط لکھ بھیجے اور انگریزی میں لکھنا مشکل ہو تو اُردو یا ہندی میں خوش خط لکھ بھیجے کہ ہم پڑھ لیں گے -

دستخط ایڈورڈ صاحب

ترجمہ چٹھی مسز الیگزینڈر صاحب بہادر کمشنر روھیل کھنڈ مورخہ ۱۵ جون ۱۸۵۸ء نمبری ۳۴۴ بنام کارمیکل صاحب - میجسٹریٹ کلکٹر ضلع : بدایوں -

دفعہ اول:- چند کاغذات مرسلہ مسٹر راس صاحب اسپیشل کمشنر بدایوں میں تھے ، اس مراد سے آپ کے پاس بھیجے جاتے ہیں کہ آپ بلا توقف رپورٹ نسبت شیخ شرف الدین ساکن

شیخوپور بابت ایام غدر کے تحریر فرمائے۔ جیسا ازروئے تحقیقات کے دریافت ہو۔

دفعہ دوم :۔اور آپ کے نزدیک شخص مذکور مستحق جس قدر انعام پائے جاویں۔ اس سے بہ تصریح تمام مطلع کیجیے۔

دستخط الیگزینڈر صاحب کمشنر روھیل کھنڈ

ترجمہ رپورٹ کارمیکل صاحب بہادر میجسٹریٹ کلکٹر ضلع بدایون مورخہ ۲ اگست ۱۸۵۸ء نمبر ۱۱٦ - مقام : بدایون بنام صاحب کمشنر بہادر روھیل کھنڈ۔

بہ تعمیل حکم مورخہ ۱۵ جون ۱۸۵۸ء نمبری ۳۴۴ - آپ کی خدمت میں گذارش کی جاتی ھے کہ ۱۲ ماہ گذشتہ کہ ھم ضلع سے کمپو میں واپس آئے تو ھم نے نسبت چلن و رویہ محمد شرف الدین زمیندار شیخوپور کی بخوبی تحقیقات کی معلوم ھوا کہ ابتدائے سے انتہا تک ان کا چلن و رویہ ایسا رھا ھے جیسے اچھے خیرخواہاں سرکار کا ھونا چاھیے۔

دفعہ دوم :۔جس روز فوج یہاں کی بگڑی تھی۔ اس روز مسٹر ایڈورڈ صاحب میجسٹریٹ بدایون کو احتمال ھوا تھا کہ کچھ آفت ضرور آنے والی ھے، چنانچہ انھوں نے شرف الدین کو طلب کیا اور جس وقت صاحب ممدوح کے بنگلے پر پہنچے، اسی وقت تلنگا متعینہ خزانۂ جیل خانہ نے جیل خانہ توڑ کر قیدیوں کو چھوڑ دیا اور گولیاں چلنے لگیں۔ شہر کے بدمعاش ان کے شامل ھو گئے ھر طرح کی بدعت ھونے لگی اور بنگلے صاحبان انگریز کے پھونک کر اسباب لوٹنے لگے۔ اس وقت اگر شرف الدین اور ان کے ھمراھی نہ پہنچتے اور ایڈورڈ صاحب وھیں رھتے تو اغلب تھا کہ باغیوں کے ھاتھ سے مارے جاتے اور جو نکل جاتے تو تنہا رھتے۔

دفعہ سوم :۔چنانچہ اس وقت شیخ شرف الدین پہنچ گئے اور بحفاظت تمام چار صاحبان انگریز کو اپنے مکان میں موضع شیخوپور کو لے گئے اور تحقیقات سے دریافت ہوا کہ صاحبان ممدوح وہاں تھوڑے عرصے تک ٹھہرے تھے کہ اقربا اور یگانوں شرف الدین کو وہاں رہنا ان کا ناگوار ہوا ، لہٰذا شیخ مذکور ان کو موضع ککورہ اپنے گاؤں میں کہ لب دریا واقع ہے اور وہاں سے صبح کے وقت دریا عبور کرا کے قادر گنج ضلع پٹیالی میں پہنچا دیا ۔ وہاں پر مسٹر فلپس صاحب اور براملی صاحب معہ ایک گروہ سواروں کے ان صاحبوں کو مل گئے ۔ اور شرف الدین اپنے گھر واپس چلے آئے ۔

دفعہ چہارم :۔ایام غدر میں براملی صاحب اور فلپس صاحب کو جو آگرہ میں تھے ، شیخ مذکور ضلعے کے حال سے خبر دیتے رہے اور ان صاحبان سے جواب بھی پاتے رہے ۔ اگرچہ چار و ناچار اس وقت میں باغیوں کی کچھ اطاعت بھی کرنی پڑی ، مگر ان سے بہت علیحدہ رہے اور ان کے صلاح کے ہرگز شریک نہ ہوئے ۔

دفعہ پنجم :۔ بر وقت آمد فوج انگریز بہادر مقام بریلی میں اگرچہ رحم علی اور اور باغی سرحد ضلعے میں موجود تھے ۔ مگر شرف الدین نے فوراً اپنی خیرخواہی ظاہر کی ۔ اور باجازت صاحب کمشنر بہادر کام تحصیل بدایوں کا انجام دینے لگے اور مال گذاری سرکار تحصیل کرنا شروع کر دیا اور باشندگان شہر کو تسلی دی ، گو کہ تحصیل کے کام سے بخوبی واقف نہ تھے ، مگر کام اچھی طرح انجام دیا ، البتہ بباعث ہونے ریاست اس جگہ کے کام تحصیلداری کا اس وقت میں دشوار اور ان کو ناپسند تھا ، مگر باوجود اس کے کمال مستعدی اور دانائی سے کام کرتے رہے اور

کسی طرح کی شکایت نسبت ان کے نہیں ہوئی۔

دفعہ ششم :—ہماری ملاقات شرف الدین سے کئی برس سے ہے به نسبت ان کے اقرباء کے جو ملازم سرکار ہیں ہم ان کو بہت اشراف اور لئیق سمجھتے ہیں اور چلن ان کا بہت اچھا ہے - ہر ایک وقت بیچ مددگاری حکام ضلع کے حاضر رہے ، غرض ہمارے نزدیک اس ایام غدر میں ان سے ایسی کار گذاری عمدہ ہوئی کہ لائق ملاحظہ اور پسند سرکار کے تھی - عوض اس کا سرکار سے جب ہو سکتا ہے کہ ان کو خلعت مرحمت ہو اور زمینداری دو ایک گاؤں کی به جمع تین چار ہزار روپیه سالانه دی جاوے - اور اصل کاغذات مشموله چٹھی آپ کی به نف رپورٹ هذا واپس ہوتے ہیں -

دستخط - کارمیکل صاحب میجسٹریٹ کلکٹر

ترجمه انتخاب فہرست خیرخواہاں ضلع بدایوں نسبت شرف الدین قوم مسلمان زمیندار شیخوپور - رائے مسٹر اسٹوارڈ صاحب -

انھوں نے ہم کو اور ہمارے اہل عیال کو ایام غدر میں ابتدائے ۳ جون لغایت ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء تک اپنے گاؤں سر کی میں بحفاظت تمام رکھا اور اگرچه صوبے دار نے ان پر تاکید کی که ان لوگوں کو پناہ نه دو ، مگر انھوں نے اس تاکید پر اصلاً خیال نہیں کیا - آخر کو جب دیکھا که ہم لوگوں کا رہنا اس گاؤں میں دشوار ہے - تو پچاس آدمی بندوقچی ہمارے ساتھ کر کے سواروں کو پہنچا دیا تھا - علاوہ اس کے ایڈورڈ صاحب کلکٹر بدایوں اور مسٹر ڈائل صاحب اور ان کے بیٹے اور مسٹر گبسن صاحب پٹرول کو گنگا سے بخیریت تمام عبور کرایا - ہمارے نزدیک مناسب ہے که ان کو بعوض ہماری جان بچانے کے گاؤں مضبطه

انھی کے علاقے کے قریب دیا جاوے -

رائے کارمیکل صاحب میجسٹریٹ بہادر

جو کہ ہم ان کی نسبت چٹھی مورخہ ۲ اگست ۱۸۵۸ء نمبر ۱۱۶ میں علیحدہ رپورٹ کر چکے ہیں - یہاں مختصر بھی کافی ہے کہ ایام غدر میں انھوں نے مسٹر ایڈورڈ کلکٹر بدایوں کی جان کی حفاظت کی اور نیز دیگر صاحبان انگریز ہمراھی صاحب ممدوح کو دریا سے عبور کرایا تھا - اور ہر صورت سے خیرخواہ سرکار رہے تھے - بعد لکھنے رپورٹ مذکورہ بالا کہ ہم کو معلوم ہوا کہ شیخ شرف الدین نے ایک انگریزی کرانی کی جان بچائی - اگرچہ شیخ مذکور نے ہم سے اس بات کا ذکر نہیں کیا - مگر ہم نے اس کی کیفیت اسی کرانی کے لکھنے سے معلوم کی ہے - ہو بہو لکھی جاتی ہے - شرف الدین نے ہم کو اور ہمارے عیال کو ۳ جون سے ۱۰ اگست تک بحفاظت تمام اپنے گاؤں سر کی متصل شیخوپور میں رکھا - اور حالانکہ صوبے دار نے ہماری طلب کے واسطے بارہا تاکید شدید کی - مگر شیخ جی نے کچھ خیال نہ کیا آخر کو جب ہمارا وہاں رہنا مشکل جانا تو پچاس بندوقچی ہمراہ کر کے موضع سوراون کو پہنچا دیا - فقط اس سے واضح ہے کہ بجز شرف الدین کے اور کسی نے اسٹوارڈ صاحب کی مدد نہیں کی - جو تجویز ہم ان کی نسبت اپنی رپورٹ میں لکھ چکے ہیں - وھی یہاں بھی لکھتے ہیں کہ چار ہزار روپیہ کی زمینداری ان کو دی جاوے - اور ایک خلعت صاحب کمشنر بہادر اپنے اجلاس عام میں مرحمت فرماویں - اور علاوہ اس کے عوض اس عمدہ کام کے کہ اسٹوارڈ صاحب کی جان کو بچایا ایک اور زمینداری ہزار روپے کی دی جاوے - کل پانچ ہزار روپیہ کی زمینداری مرحمت ہو اور بر وقت عطا ہونے خلعت کے واسطے

خطاب بہادری کے سرکار سے ایک پروانہ بھی مرحمت فرمایا جاوے جو کہ ایسی بدل و جان خیرخواہ سرکار کے بہت کم ھیں ۔ لہٰذا ان کو خاطرخواہ انعام دینا لازم ھے ۔ .

دستخط کارسیکل صاحب میجسٹریٹ

۱۴ فروری ۱۸۵۸ء

ترجمہ انتخاب چٹھی مسٹر آڈرم صاحب بہادر اسسٹنٹ سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی ۔ بنام الیگزینڈر صاحب بہادر کمشنر روھیل کھنڈ ۔ مرقوم ۱۷ دسمبر ۱۸۵۷ء مقام الہ آباد نمبری ۱۱۹۰ ۔

دفعہ اول :- چٹھی آپ کی نمبری ۱۴۴ مورخہ ۵ اگست ۱۸۵۸ء ورود ھوئی ۔ بجواب اس کے آپ کو اطلاع دی جاتی ھے ۔ کہ امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر نے بلحاظ خیرخواھی اور عمدہ کار گذاری ایام غدر کے شیخ شرف الدین کو خلعت مالیت تین هزار روپیہ اور زمینداری ایک گاؤں کی بجمع پچیس سو روپیہ اس تفصیل سے عطا فرمائی ۔ کہ ان کے حین حیات نصف جمع معاف رھے ۔ اور بعد ان کے ایک پشت تک چہارم جمع معاف رھے گی ۔

اب مین اپنے رسالے کے پہلے نمبر کو انھی کے حال پر ختم کرتا ھوں ۔ اس لیے کہ آئندہ جن خیرخواہ مسلمانوں کا مجھ کو حال لکھنا منظور ھے ۔ اس سے پہلے ایک بہت عمدہ گفتگو مجھ کو لکھنی ھے اور مین چاھتا ھوں ۔ کہ وہ گفتگو میرے رسالے نمبر دویم میں ھو ۔

حالات خیر خواهان مسلمانان

نمبر دوم

میں نے نمبر اول رسالہ خیرخواهان مسلمانان میں چند مسلمانوں کا ذکر کیا - جنھوں نے هماری گورنمنٹ کی خیر خواهی اور خدمت گذاری سے سرخ روی حاصل کی - اب میں اس دوسرے نمبر میں سب سے پہلے ایک ایسے خیر خواہ مسلمان کا ذکر لکھتا هوں جس کی رپورٹ خیرخواهی میں ایک جاهل بدمعاش آدمی کا جس کو جہادی مشہور کیا تھا - ذکر آتا هے اس لیے میں مناسب جانتا هوں ، کہ اول اس معاملہ میں کچھ گفتگو کروں -

۱۸۵۷ء ، ۱۸۵۸ء میں هندوستان کی آب و هوا ایسی بگڑ گئی تھی کہ هر ایک شخص کے دل میں ایک غلط خیال ایسا مستحکم هو جاتا تھا ، کہ وہ اسی کو سچ سمجھتا تھا - حالاں کہ اس کی کچھ بھی اصل نہ هوتی تھی اسی آب و هوا کا اثر تھا کہ اکثر متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت نے ایک شور بے اصل باتوں کا مسلمانوں کی نسبت مچا دیا -

انھی میں سے ایک بے اصل یہ بات مسلمانوں پر لگائی کہ مسلمانوں کو بالذات اپنے مذهب کے بموجب عیسائیوں سے عداوت هے - حالاں کہ یہ بات محض بے اصل هے - مسلمانوں کے مذهب میں عیسائیوں کے سوا اور کوئی قوم ایسی نہیں هے جس کے ساتھ مسلمانوں کو مذهب کی رو سے مودت اور اتحاد نہ هو -

القران سورۃ المائدہ آیت ۸۵ـــ لتجدن اشد الناس

عداوة للذین آمنوا الیھود و الذین اشرکوا و لتجدن اقربھم مودة للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاری ذالک بان منھم قسیسین و رھبانا و انھم لا یستکبرون ۔

یعنی کلام اللہ میں ھے کہ اللہ تعالٰی نے ھمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ”تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا یھودیوں کو اور مشرکوں کو اور تو پاوےگا سب سے زیادہ محبت میں مسلمانوں کی ان لوگوں کو جو کہتے ھیں کہ ھم عیسائی ھیں اس لیے کہ ان میں ھیں عالم اور درویش اور اس لیے کہ وہ غرور نہیں کرتے“۔

تاریخ اسماعیل ابوالفدا کو دیکھو اور جارج سیل صاحب پری لیمنری ڈسکورس کا ملاحظہ کرو جس سے ثابت ھوتا ھے کہ جب مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں کو نہایت تکلیف دی تو اسی مودت کے سبب جو خدا کے حکم کے بموجب ھے ھمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم حبشہ کو چلے جاؤ جہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا اور وہ عیسائی تھا ۔ چنانچہ ھم اس مقام پر جارج سیل صاحب کے پری لیمنری ڈسکورس کی عبارت نقل کرتے ھیں ۔

”جب قریش نے دیکھا کہ نہ دھمکانے سے کام نکلتا ھے اور نہ ترغیب سے ، تب علانیہ مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کرنے لگے اور ان کو مکہ میں رھنا دشوار کر دیا ۔ اس وقت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دی کہ جس کا کوئی حامی اور مددگار نہ ھو پناہ کی جگہ ھجرت کر جاوے ۔ چنانچہ سن اول بعث میں بارہ مرد اور چار عورتیں کہ من جملہ ان کے عثمان بن عفان مع حضرت رقیہ زوجہ اپنی کے کہ بیٹی پیغمبر خدا کی تھیں ، حبشہ کے ملک میں ھجرت کر گئے ۔“

"پہلی یہی ھجرت ہوئی ۔ بعد اس کے ایک ایک دو دو آدمی حبشه کو ہجرت کرتے رہے ۔ حتیٰ که بقدر تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں سوائے بچوں کے حبشه میں جمع ہو گئے اور نجاشی وہاں کے بادشاہ نے ان مہاجرین بیکس کو از راہ مہربانی اپنی حمایت میں بہت آرام سے رکھا اور جب قریش نے که مخالف تھے ۔ طلب کیا تو نجاشی مذکور نے دینے سے انکار کیا ۔"

اسمعیل ابوالفدا ، اپنی تاریخ میں جس کا نام ہے مختصر فی احوال البشر لکھتا ہے که جب مسلمان وہاں گئے ۔ تو نجاشی شاہ حبشه نے پوچھا که تم جناب حضرت عیسیٰ مسیح علیه السلام کے حق میں کیا کہتے ہو؟ مسلمانوں نے جواب دیا ۔ که ہم وہ کہتے ہیں جو ہمارے خدا نے قرآن میں جناب حضرت عیسیٰ مسیح علیه السلام کے حق میں فرمایا ہے اور یه آیت پڑھی ۔

القرآن سورۃ النساء آیت ۱۷۱ ۔ انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله و کلمة القها الیٰ مریم و روح منه فامنوا بالله و رسوله ۔

یعنی کلام الله میں ہے که الله صاحب نے فرمایا که مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا رسول ہے الله کا اور اس کا کلام جو ڈال دیا مریم کی طرف اور روح ہے اس کی سو مانو الله کو اور اس کے رسولوں کو ۔

بڑی نشانی مسلمانوں اور عیسائیوں کی محبت کی ہمارے کلام الله سے یه پائی جاتی ہے ۔ که جب اہل فارس نے روم کو جو عیسائی تھے ۔ شکست دے کر دبا دیا ، تو مسلمان عیسائیوں کے شکست کھانے سے بہت غمگین تھے ۔ الله تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی کی اور اپنے پیغمبر پر وحی بھیجی که میں عنقریب عیسائیوں کی فتح دینے سے مسلمانوں کو خوش کروں گا ۔ چنانچه

اس آیت میں اس کا ذکر ہے -

القرآن سورۃ الروم آیت ١ لغایت ٥ -

الم غیبت الروم فی ادنی الارض و هم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین لله الامر من قبل و من بعد و یومید یفرح المومنون بنصر الله ینصر من یشاء وهوالعزیز الرحیم -

یعنی اللہ صاحب نے فرمایا کہ دب گئی ہے روم سرحد کی زمین پر اور وہ اس دبنے کے بعد غالب ہوگی کئی برس میں - اللہ ہی کے لیے ہیں کام پہلے اور پچھلے اور اس دن خوش ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے - مدد کرے جس کے چاہے اور وہی ہے زبردست مہربان -

تاریخ سے واضح ہے کہ خسرو پرویز بادشاہ فارس بہ طلب خون مارس اپنے خسر کے کہ فوقس کے ہاتھ سے مارا گیا تھا - روم والوں پر چڑھ گیا اور فتح یاب ہو کر بائیس برس تک غالب رہا - خصوصاً چھ برس پہلے سن ہجری سے ٦١٥ء میں فارس والے ایسے زبردست ہوئے - کہ سریا کے ملک پر بھی غالب آئے - اور بلکہ یہود کے ملک پر بھی قبضہ کر لیا - یہی ذکر ان آیات میں پایا جاتا ہے - ظن قوی ہے کہ عرب کے لوگ بھی ان سے مخوف تھے کیوں کہ ان کا ملک بھی یہود کے ملک کے قریب تھا - اور ہرگز امید نہ تھی کہ روم والے غالب آ کر پھر اپنے ملک پر دخل پاویں اور اس کے بعد بھی فارس کے لوگ فتح پاتے رہے اور اتنا حوصلہ بڑھ گیا کہ قسطنطنیہ پر بھی ارادہ کیا - اتفاقاً یہود کے ملک لینے سے دس برس بعد ٦٢٥ء اور چوتھی ہجری میں یکایک روم والے فارس پر ایسے فتح یاب ہوئے کہ ان کو اپنے ملک سے خارج کر دیا اور انھی کے ملک میں لڑائی

ڈالی اور شہر مدائن کو نقصان عظیم پہنچا اور عراق پر بھی خسرو کے انتقال تک فتح پائی - اگر اس پیشین گوئی کی اصلیت میں زیادہ تر تحقیق منظور ہو تو اس وقت کی تاریخوں کو دیکھنا چاہیے -

اب خیال کرو کہ جن لوگوں نے یہ شور مچا رکھا ہے کہ مسلمانوں کو عیسائیوں سے مذہب کے بموجب عداوت اور دشمنی ہے کتنی بے اصل بات ہے اور وہ لوگ مسلمانی مذہب کے احکام مطلق نہیں جانتے اور بیہودہ غل مچاتے ہیں -

انھی باتوں میں سے جو ان لوگوں نے مسلمانوں کی طرف لگائی ہیں ایک یہ بات ہے کہ مسلمان کسی فقیر کی پیشین گوئی سے یقین کرتے تھے کہ اب عیسائیوں کی عملداری نہیں رهنے کی اور ان لوگوں نے اس بات کو مسلمانوں کی طرف ایسا لگایا تھا کہ گویا مسلمانوں کی مذہبی بات ہے -

نعوذ باللہ مسلمان نبی کے سوا اور کسی کی پیشین گوئی پر یقین نہیں کرتے - بلکہ کسی کو عالم الغیب جاننا یا نجوم کی باتوں پر یقین کرنا ، یا کسی شگون کو ماننا گناہ عظیم سمجھتے ہیں - چہ جائے کہ کسی مہمل بے سند لغو اشعار کو مذہبی بات جانے -

عیسائیوں کی نسبت جو ہمارے نبی نے ہم کو خبر دی ہے اور جس پر ہم بلاشبہ یقین رکھتے ہیں وہ یہ ہے -

القرآن سورة آل عمران آیت ۵۴ ، ۵۵ -

از قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی - و مطھرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ -

یعنی کلام اللہ میں یہ ہے کہ جس وقت کہا اللہ نے اے

عیسیٰ میں تیری زندگی پوری کروں گا اور اٹھا لوں گا تجھے اپنی طرف اور پاک کروں گا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے ماننے والوں کو غالب نہ ماننے والوں پر قیامت کے دن تک ۔

اب غور کرو کہ اس آیت سے قیام عیسائیوں کا ظاہر میں قیامت تک پایا جاتا ہے ۔ گو ہماری سمجھ نے وحی کے اصلی مطلب تک پہنچنے میں کچھ قصور کیا ہو ۔ مگر مسلمان اس بات کو چھوڑ کر کس طرح مہمل شعروں پر یقین لا سکتے ہیں ۔

ایک بڑا الزام جو ان لوگوں نے مسلمانوں کی طرف نہایت بے جا لگایا وہ مسئلہ جہاد کا ہے حالاں کہ کجا جہاد اور کجا بغاوت ۔ بہ بین تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا ۔

ایک عجیب ماجرا ہے کہ اس ہنگامہ میں نہایت بدمعاش اور جاہل بے علم جو مولوی کے نام سے مشہور تھے ۔ نہ اس سبب سے کہ وہ خود پڑھے لکھے تھے بلکہ اس وجہ سے کہ ان کے باپ دادوں میں کوئی مولوی تھا ۔ وہ بھی مولوی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے ۔ ان کو تمام اخباروں میں اس طرح پر چھاپا گیا ۔ جیسے کہ کوئی سچ سچ کا مولوی اور مسلمانوں کا بڑا عالم اور بڑا خدا پرست ہے ۔ کسی کو ایک بڑا فقیر کر کر لکھا گیا اور فلاں شاہ اور ڈھمک شاہ اس کا نام چھاپا ۔ ہمارے حکام جب ان ناموں کو دیکھتے ہوں گے تو خیال کرتے ہوں گے کہ اوہ اوہ بڑے بڑے مولویوں اور خدا پرستوں نے فساد کیا ہے ، حالاں کہ وہ لوگ محض جاہل اور بے علم اور بدمعاش اور واہی آدمی تھے ۔ کوئی مسلمان ان کو اچھا نہیں جانتا تھا اور ان میں سے کوئی شخص مسلمانوں میں مذہب کی باتوں میں مقتداء اور پیشوا اور مولوی نہ تھا ۔ جس قدر کہ اچھے اور خدا پرست اور سچ مچ کے مولوی اور درویش تھے ۔ ان میں سے

کوئی شخص اس فساد میں شریک نہیں ہوا - بلکہ ہمیشہ مفسدوں کو برا اور اس فساد کو بے جا جانتے تھے -

نیک بخت اور خدا پرست مولویوں کا یہ حال تھا - کہ ایک قصبہ میں غدر سے پہلے درمیان ہندو اور مسلمانوں کے درباب تعمیر ایک مسجد کے تکرار تھی - مقدمہ حاکم عیسائی کے سامنے دائر تھا - ہنوز حکم تعمیر مسجد نہیں ہوا تھا کہ غدر ہو گیا - اس زمانہ میں بعض جاہل مسلمانوں نے مل کر ایک بڑے خدا پرست مولوی سے یہ بات کہی کہ اگر آپ حکم دیں تو اب ہم مسجد بنا لیں اس سچے مولوی نے جواب دیا کہ جب تک انگریز نہ آویں اور وہی حکم نہ دیں اس وقت تک مسجد بنانے کو میں حکم نہیں دیتا -

غور کرو کہ نیک بخت اصلی مولویوں کا تو یہ حال تھا مگر ان اخبار لکھنے والوں نے بے سبب ہائے توبہ مچا دی کہ فلاں مولوی نے یہ کیا اور فلاں شاہ نے یہ کیا - کچھ نہ دریافت کیا کہ درحقیقت وہ مولوی ہے کچھ پڑھا لکھا ہے یا نہیں -

میں نہیں دیکھتا کہ اس تمام ہنگامہ میں کوئی خدا پرست آدمی یا کوئی سچ مچ کا مولوی شریک ہوا ہو - بجز ایک شخص کے اور میں نہیں جانتا کہ اس پر کیا آفت پڑی - شاید اس کی سمجھ میں غلطی پڑی کیوں کہ خطا ہونا انسان سے کچھ بعید نہیں -

جہاد کا مسئلہ مسلمانوں میں دغا اور بے ایمانی اور غدر اور بے رحمی نہیں ہے - جیسے کہ اس ہنگامہ میں ہوا - کوئی شخص بھی اس ہنگامۂ مفسدی اور بے ایمانی اور بے رحمی اور خدا کے رسول کے احکام کی نافرمانی کو جہاد نہیں کہہ سکتا -

بلکه مسلمانوں کے مذھب کے بموجب ھماری گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہیں ہو سکتا - کیوں کہ ھم تمام مسلمان ھندوستان کے برٹش گورنمنٹ کے امن میں ھیں اور مستامن ان لوگوں پر جن کے امن میں ھے ، جہاد نہیں کر سکتا -

ھماری گورنمنٹ انگلشیہ نے تمام ھندوستان پر دو طرح حکومت پائی یا بہ سبب غلبہ اور فتح یا بموجب عہد و پیمان تمام مسلمان ھندوستان کے ان کی رعیت ھوئے - ھماری گورنمنٹ نے ان کو امن دیا اور تمام مسلمان ھماری گورنمنٹ کے امن میں آئے اور ھماری گورنمنٹ بھی تمام مسلمانوں کی طرف سے مطمئن ھوئی - کہ وہ ھماری رعیت اور تابعدار ھو کر رھتے ھیں - پھر کس طرح مذھب کے بموجب ھندوستان کے مسلمان گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ غدر اور بغاوت کر سکتے تھے - کیوں کہ شرائط جہاد میں سے پہلے ھی شرط ھے کہ جن لوگوں پر جہاد کیا جاوے ان میں اور جہاد کرنے والوں میں امن اور کوئی عہد نہ ھو

فی العالمگیری و اما شرط اباحتہ فشئیان احمد ھما عدم الامان و العھد بیننا و بینھم -

یعنی شرط درست ھونے جہاد کے دو چیزیں ھیں - پہلی ان میں سے نہ ھونا امن کا اور نہ ھونا عہد کا - ھم میں اور ان میں -

علاوہ اس کے اور شرائط جہاد کی ھمارے مذھب میں اس قدر ھے کہ ان میں ایک بھی اس ھنگامۂ بغاوت میں نہ تھی - ھرگز نہ بھولنا چاھیے - سلطان جلال الدین فیروز خلجی کے قول کو کہ جب قاضی فخر الدین فاقلہ نے اس سے کہا کہ آپ بہت دفعہ مشرکین سے لڑے اگر حکم ھو تو آپ کو غازی کہا کریں - وہ بادشاہ نیک سرشت رویا اور کہا کہ میں نے کس دن خدا کے

واسطے لڑائی کی کہ مجھے غازی کہو ۔

(دیکھو تاریخ فیروز شاہی برنی)

عجب تعجب ہے اس شخص پر جو کہ اس ہنگامہ قتل و غارت کو مسلمانوں کا مذہبی جہاد کہے ۔

اب اس مقام پر ہم مستامن کے معنی مذہب کے بموجب اور وہ روایت جس کے بموجب مستامن غدر اور بغاوت نہیں کر سکتا ، نقل کرتے ہیں ۔

فی الھدایا ۔ المستامن ھومن یدخل دار غیرہٗ بامان ۔ یعنی ہدایہ میں ہے کہ مستامن اس شخص کو کہتے ہیں جو غیر مذہب کی عملداری میں رہے ۔ ساتھ امن کے جس طرح کہ مسلمان ہماری گورنمنٹ انگلشیہ کی عملداری میں رہتے تھے اور رہتے ہیں ۔

فی الھدایا و العالم گیری ۔ دخل مسلم دار الحرب بامان حرم علیہ تعرضہ بشی من دم و مال منھم ۔

یعنی جو مسلمان کہ غیرمذہب کی عملداری میں رہیں ساتھ امن کے حرام ہے اس پر تعرض کرنا ساتھ کسی چیز کے خون سے یا مال سے ان لوگوں کی جن کی عملداری میں گیا ہے ۔

مسلمانوں کے مذہب میں یہ بات ہے کہ اگر مسلمان اپنے اختیار سے کسی کو بادشاہ بنانا چاہیں تو مسلمان کو اور قریش کی قوم سے بناویں ، لیکن جو شخص کہ اپنے غلبہ سے بادشاہ ہوا ہو یا اس بادشاہ یا حاکم کا جس کی اطاعت میں مسلمان ہو ، مسلمان ہونا شرط نہیں ہے یعنی کسی مذہب کا بادشاہ ہو اس کی اطاعت واجب ہے ۔

فی التاتارخانی و ذکر فی الملتقط الا سلام لیس

بشرط فی السلطان الذی یقلد۔

یعنی تاتارخانی میں جو مسلمانوں کے مذہب کی کتاب ہے یوں لکھا ہے کہ ملتقط میں کہ وہ بھی مذہبی کتاب ہے یہ لکھا ہے کہ مسلمان ہونا شرط نہیں ہے اس بادشاہ میں جس کی اطاعت کی جاوے۔

یہ مسئلہ مسلمانوں کا لیا گیا ہے۔ توریت مقدس سے جہاں ذکر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فوطیفار مصری کی اطاعت میں اس کی نوکری قبول کی اور نہایت خیرخواہی اور وفاداری سے اس کی خدمت انجام دی، حالانکہ فوطیفار مصری مسلمان نہ تھا۔ کیوں کہ وہ موسیٰ کے حکموں پر نہیں چلتا تھا۔ (دیکھو کتاب پیدائش باب ۳۹)

پس مسلمانوں کو مذہب کی بموجب برٹش گورنمنٹ کی اطاعت جو ہمارے بادشاہ اور حاکم تھے اور ہیں واجب اور لازم تھی اور ہے۔

اگرچہ ہماری گورنمنٹ کسی کے دین و مذہب میں مداخلت نہیں کرتی اور نہ کرے گی، کیوں کہ ملکہ معظمہ نے اپنے اشتہار میں صاف صاف بہت پختہ وعدہ کیا ہے، لیکن بالفرض اگر کرے تو بھی مسلمان غدر اور بغاوت نہیں کر سکتے۔ ہاں ہجرت کر جانے کے مختار ہیں۔

فی التفسیر الاحمدی ان لم یتمکن من اقامۃ دینہ بسبب ایدی للظلمۃ اوالکفرۃ یفرض علیہ الھجرۃ و ھو الحق۔ یعنی کلام اللہ کی تفسیر میں جس کا نام تفسیر احمدی ہے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مذہب کے کام نہ کر سکے، بہ سبب زبردستی ظالموں یا کافروں کے تو اس پر ہجرت فرض ہے، یعنی اس ملک میں جا رہے جہاں وہ شخص

اپنے دین کے احکام بخوبی بجا لا سکے ۔

اس ہنگامہ میں کوئی بات مسلمانوں کے مذہب کے موافق نہیں ہوئی ۔ پھر مجھ کو کمال تعجب ہوتا ہے ۔ متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت پر جو مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب بموجب یہ باتیں تھیں ۔

غور کرو کہ خزانہ اور میگزین جو ہندوستانیوں کے سپرد تھا وہ سب امانت تھا ۔ اس کا لوٹنا اور تلف کرنا اور اپنے استعمال میں لانا مسلمانوں کے مذہب میں کب درست تھا ۔

فی الشعب الایمان ۔ عن انس قال قلما خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قال لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له ۔

یعنی بیہقی کی کتاب میں جس کا نام شعب الایمان ہے ، لکھا ہے کہ حضرت انس نے کہا کہ بہت کم ہے کہ نصیحت کی ہو ہم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہ نہ کہا ہو کہ نہیں ہے ایمان اس شخص کا جس نے امانت نہ رکھی اور نہیں ہے دین اس شخص کا جس نے عہد پورا نہ کیا ہو ۔

القرآن ۔ سورۃ النساء آیت ۵۸ ۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الیٰ اھلھا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا ۔ یعنی اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچاؤ امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے ۔ اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو ، اللہ ہے سننے والا ، دیکھنے والا ۔

سبحان اللہ ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ حکم دیں کہ اگر کافروں کے ساتھ بھی لڑائی ہو تو لڑائی

کے وقت بھی عورتوں کو اور بچوں کو اور بوڑھوں کو اور جو نہ لڑ سکیں اور جو امن میں آ جاویں ان کو قتل مت کرو۔ اس ہنگامہ میں مفسد۔ بدمعاش بے ایمان بے رحموں نے خلاف اس حکم کے کیا۔ کافر تو درکنار اہل کتاب کو بے وجہ قتل کیا اور ہمارے مہربان متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت کہتے ہیں کہ یہ تو مسلمانوں نے اپنے مذہب کے موافق جہاد کیا ہے نعوذ باللہ من ھذہ الاتاویل۔

بخاری و مسلم :- عن عبد اللہ ابن عمر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء و الصبیان۔

یعنی حدیث کی بڑی معتبر کتابوں میں جن کا نام بخاری اور مسلم ہے۔ یہ بات لکھی ہے کہ عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے۔

ابو داؤد :- عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقتلوا شیخا فانیا و لا طفلا صغیرا و لا امرۃ۔ یعنی ابوداؤد میں ہے کہ انس نے کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قتل کرو بڈھے ضعیف کو اور نہ بچے چھوٹے کو اور نہ عورت کو۔

یہ مسلمہ ہمارے ہاں کا اس قدر مشہور ہے کہ مصنفین اصول قوانین ممالک مختلفہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ بروڈرس صاحب لکھتے ہیں۔ کہ نصیحت پیغمبر کی یہ تھی کہ عورتوں اور اطفال شیرخوار اور ان لوگوں کے قتل کرنے سے جو قریب مرگ ہوں باز رہو۔ جو لوگ مقابلہ نہ کرتے ہوں، ان کے مکانات کو مت ڈھاؤ۔ وسیلے ان کے وجہ معیشت کی نہ کھووو اور ان

کے میوہ دار درختوں کو ہاتھ نہ لگاؤ - جو عہد و پیمان تم کرو اس پر ایمان داری سے قائم رہو اور چاہیے کہ تمہارا قول مطابق ساتھ فعل کے ہو - فقط -

ہمارے مذہب میں عہد کا پورا کرنا فرض ہے اور جب عہد توڑا جاوے تو نہایت احتیاط چاہیے ، کہ کسی طرح کی بے ایمانی نہ ہونے پاوے ، جس سے عہد توڑا جاوے اس کو خبردار کر دیا جاوے اس کو مہلت دی جاوے کہ تمام سامان اپنی حفاظت کا درست کر لے - اس ہنگامہ میں برابر بد عہدی ہوتی رہی - سپاہ نمک حرام عہد کر کر پھر گئی - بدمعاشوں نے عہد کر کر دغا سے توڑ ڈالا اور پھر ہمارے مہربان متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب میں یوں ہی تھا - نعوذ باللہ منہنا ھذا بہتان عظیم -

القران سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۴ -

واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا -

یعنی اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ پورا کرو اقرار کو - بے شک اقرار پوچھا جاوے گا ، یعنی قیامت کے دن -

ترمذی و ابو داؤد :- عن سلیم ابن عامر قال کان بین معویہ و بین الروم عہد و کان و بسیر نحو بلا وھم حتی اذا انقضی العہد اغار علیھم فجاء رجل علی فرس او برذون و ھو یقول اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لا غدر فنظروا فاذا ھو عمرو بن عتبہ فسالہ معویہ عن ذالک فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کان بنیہ و بین قوم عہد فلا یسعلن عہدا ولا یشدنہ حتی یمض امرہ اوینبذ الیھم علی سواء قال فرجمع معاویہ بالناس -

یعنی ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ سلیم ابن عامر نے کہا کہ معویہ اور روم میں عہد نامہ تھا۔ اور معویہ روم کے شہروں کی طرف جاتا تھا، تاکہ جس وقت عہد نامے کی مدت گزر جاوے رومیوں پر حملہ کرے، کہ اتنے میں ایک آدمی عربی گھوڑے پر یا ترکی گھوڑے پر سوار آیا یہ کہتا ہوا کہ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ عہد پورا کرنا چاہیے اور غدر نہ کرنا چاہیے جب لوگوں نے دیکھا تو وہ شخص عمر بن عتبہ تھا۔ پھر معویہ نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو شخص کہ اس میں اور کسی قوم میں عہد ہو تو نہ اس کو ڈھیلا کرے نہ سخت کرے، یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جاوے یا اس کو موقوف کرے۔ اس طرح پر کہ دونوں طرفین برابر رہیں۔ یہ سن کر معویہ مع اپنے لشکر کے واپس آیا۔

فی العالمگیری ولو صالحھم الامام ثم رائے نقض الصلح اصلح نبذ الیھم وقاتلھم ویکون النبذ علی وجہ الذی کان الامان فان کان منتشرا یجب ان یکون النبذ کذالک وان کان غیر منتشر بان آمنھم واحد من المسلمین سراً یکتفی بنبذ ذالک الواحد ثم بعد النبذ لا یجوز قتالھم حتی یمضی علیھم زمان یتمکن فیہ ملکھم من انفاذ الجز الی اطراف مملکۃ وان کانوا خرجوا من حصونھم وتفرقوا فی البلاد وفی عساکر المسلمین او خربو حصونھم بسبب الامان

فحن یعیدوا کالھم التی ما منھم و یعمروا حصونھم مثل ما کانت توقیا عن الغدر - یعنی عالمگیری میں ہے کہ اگر سردار نے کسی قوم سے صلح کی ، پھر اس صلح کا موقوف کرنا مناسب جانا تو صلح موقوف کرے اور ان سے لڑے ، لیکن یہ موقوف ہونا صلح کا اس طرح پر ہو ، جس طرح صلح ہوئی تھی ، یعنی اگر صلح علانیہ ہوئی تھی ، تو موقوف ہونا صلح کا بھی علانیہ ہو اور اگر صلح چپکے سے ہوئی تھی کہ ایک آدمی نے کر لی تھی ، تو اس کی موقوفی بھی اسی ایک آدمی کی کافی ہے - پھر صلح موقوف ہونے کے بعد بھی ان سے لڑنا نہیں چاہیے - یہاں تک کہ ایک ایسی مدت گزرے جس میں اس قوم کا بادشاہ اپنے ملک میں چاروں طرف خبر بھیج سکے - اور اگر وہ لوگ اپنے قلعوں میں سے نکلے ہوں اور مسلمانوں کے شہر میں اور مسلمانوں کے لشکروں میں متفرق ہو گئے ہوں - یا انھوں نے بہ سبب امن کے اپنے قلعے توڑ دیے ہوں - تو اتنی مہلت دینی چاہیے - کہ وہ سب لوگ اپنی امن کی جگہ پر چلے آویں - اپنے قلعوں کو جیسے کہ تھے ، ویسے ہی بنا لیں - یہ حکم ہے واسطے بچنے کے غدر سے -

القران - سورہ انفال - آیت ۵۸ -

واما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیھم علی سواءٍ ان اللہ لا یحب الخائنین -

یعنی اللہ صاحب نے فرمایا کہ اور اگر تجھ کو ڈر ہو ایک قوم کی دغا کا تو جواب دے ان کو برابر کے برابر اللہ کو خوش نہیں آتے دغا باز -

اب خیال کرو کہ جب ہماری گورنمنٹ انگلشیہ نے اس ملک کو فتح کیا - تو ہم مسلمانوں نے ان کا رعیت ہونا قبول کیا -

کہ ان کی عملداری میں رعیت ہو کر رہے یا جو پہلے حاکم تھے انھوں نے عہد کر کر گورنمنٹ انگلشیہ کو ملک سپرد کیا تو پھر جیسا غدر ۱۸۵۷ء میں ہوا ۔ کیا مسلمانوں کو مذہب کی رو سے اسی طرح کرنا درست تھا ۔

اور سنو مجھے امید ہے کہ ہمارے مہربان متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت اس بات سے تو انکار نہ کریں گے ، کہ چند جا مسلمانوں نے عیسائیوں کو پناہ دی ، پھر اور بدمعاشوں نے بلوہ کر کر قتل کیا ، حالاں کہ ہمارے مذہب میں اگر ایک مسلمان بھی کسی کو امن دے تو ایسا ہے کہ گویا سب نے امن دیا ، اور پھر اس کا قتل کرنا گناہ عظیم اور قتل کرنے والا غادر ہے ۔

سراج الوهاج ۔ امان الواحد کامان الجماعة ۔ یعنی سراج الوہاج میں ہے کہ ایک کا امن دینا مانند سب کی طرف سے امن دینے کے ہے ۔

فی العالمگیری اذا امن رجل حر او امرة حرة کافرا او جماعة او اهل حصن او مدینة صح امانهم ولم یکن لاحد من المسلمین قتالهم ، یعنی عالمگیری میں ہے کہ جب ایک آزاد مرد یا آزاد عورت کسی کافر کو یا کسی گروہ کو ، یا قلعے کے محصوروں کو یا شہر والوں کو امن دے تو ان کا امن دینا درست ہے اور نہیں ہے کسی شخص کو مسلمانوں میں سے ان کا قتال کرنا ۔ دیکھو جب کافر کے لیے یہ حکم ہے تو اہل کتاب کیوں کر تکلیف دیے جا سکتے ہیں ۔

بخاری و مسلم ۔ عن ام هانی بنت ابی طالب قالت ذهبت الی رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم عام

الفتح فوجدته يغتسل و فاطمة ابنته تستره بثوب فسلمت فقال من هذه فقلت انا ام هانی بنت ابی طالب فقال مرحباً بام هانی فلما فرغ عن غسله قام فصلی ثمانی رکعات ملتحفاً فی ثوب واحد فلما انصرف فقلت یا رسول الله زعم ابن امی علی انه قاتل رجلا اجرته فلان بن هبیره فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم قد اجرنا من اجرت یا ام هانی قالت ام هانی و ذالک ضحی -

” یعنی بخاری و مسلم میں ہے کہ ام ہانی بیٹی ابوطالب نے کہا کہ جس برس مکہ فتح ہوا میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی میں نے پایا کہ وہ نہا رہے ہیں اور حضرت فاطمہ آپ کی بیٹی کپڑے سے پردہ کیے ہوئے ہیں - میں نے سلام کیا - حضرت نے فرمایا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ہوں ، ام ہانی بیٹی ابو طالب کی - حضرت نے فرمایا خوش رہے ام ہانی - پس جب حضرت نہانے سے فارغ ہوگئے تو آٹھ رکعتیں نماز کی پڑھیں کپڑے میں لپٹے لپٹے پھر میری طرف متوجہ ہوئے - میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں جائے بھائی علی نے ارادہ کیا ہے ایک شخص کے قتل کا ، جس کو میں نے بچایا ہے - پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بچایا ہم نے اس کو جس کو تو نے بچایا - اے ام ہانی اور وہ وقت تھا چاشت تھا -

فی الشرح السنہ :— عن عمر ابن الحمق - قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم من آمن رجلا علی نفسه فقتله اعطی لواء الغدر یوم القیمة -

یعنی شرح السنہ میں ہے کہ عمر بیٹے حمق نے کہا کہ

میں نے سنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص کہ پناہ دے کسی کو آپ اور پھر اس کو مار ڈالے تو دیا جاوے گا اس کو نشان غدر کا قیامت کے دن ۔

پہلے یہ ثابت ہو چکا کہ ایک کا پناہ دینا سب کا پناہ دینا ہے ، اس کا یہ نتیجہ ہے کہ جو کوئی مارے کسی کی پناہ دی ہوئی کو وہ غادر ہے ۔

ایک اور بات سنو کہ بعضی جگہ اس ہنگامے میں بعضے عیسائیوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں ، ہم کو قتل مت کرو اور بعضے ہو گئے اور ان بے ایمان مفسدوں اور کافروں نے ان کو مار ڈالا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان عیسائیوں نے ظاہر میں اقرار کیا اپنی جان کے ڈر سے دل سے وہ مسلمان نہیں ہوتے تھے ، مگر ہمارے مذہب میں ایسے شخص کا بھی قتل کرنا نہایت گناہ عظیم قریب کفر ہے ۔

القرآن :- سورۃ النساء - آیت ۹۴ -

یا ایہا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذالک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ان اللہ کان بما تعملون خبیرا ۔

یعنی اللہ صاحب نے فرمایا اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کرو اور کہو جو شخص تمھاری طرف سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں ہے چاہتے ہو مال دنیا کی زندگی کا ، تو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں ۔ تم ایسے ہی تھے پہلے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا ، سو اب تحقیق کرو اللہ تمھارے کام سے واقف ہے ۔

تفسیر احمدی میں لکھا ہے ۔ کہ مرداس بن نہیک نے

بر وقت پکڑے جانے کے لڑائی میں کلمہ پڑھا یعنی اقرار کیا وحدانیت کا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ۔ مگر اسامہ نے اس کو مار ڈالا ۔ جب یہ خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو نہایت رنجیدہ ہوئے ، اور جب اسامہ نے کہا کہ آپ میرا گناہ بخشا جانے کے لیے دعا کیجیے ، تو آپ نے فرمایا کہ کیوں کر یعنی اس حال میں کہ تو نے قتل کیا ہے ایک شخص کو جس نے خدا کی وحدانیت اور رسالت کا اقرار کیا تھا ۔ اسامہ نے کہا کہ اس نے تو میری تلوار کے ڈر سے اقرار کیا تھا ۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا ۔

اور ایک بات سنو کہ یہ تمام بغاوت جو ہوئی بنا اس کی کارتوس تھا ۔ کارتوس کاٹنے سے مسلمانوں کے مذہب کا کیا نقصان تھا ۔ ہمارے مذہب میں اہل کتاب کا کھانا کھانا درست ہے ان کا ذبیحہ ہم پر حلال ہے ۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ اس میں سؤر کی چربی ہوگی ۔ تو پھر بھی ہمارا کیا نقصان تھا ۔ ہمارے ہاں شرع میں ثابت ہو چکا ہے کہ جس چیز کی حرمت اور ناپاکی معلوم نہ ہو وہ چیز حلال اور پاک کا حکم رکھتی ہے ۔ اگر یہ بھی فرض کر لیں کہ اس میں یقیناً سؤر کی چربی تھی تو اس کے کاٹنے سے بھی مسلمانوں کا دین نہیں جاتا صرف اتنی بات تھی کہ گناہ ہوتا سو وہ گناہ شرعاً بہت درجہ کم تھا ان گناہوں سے جو اس غدر میں بد ذات مفسدوں نے کیے ۔

القرآن ۔ سورہ المائدہ ۔ آیت ۶ ۔

احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لهم ۔

یعنی اللہ صاحب نے فرمایا کہ آج حلال ہوئیں تم کو

سب چیزیں ستھری اور کتاب والوں کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے ۔

ابو داود عن ابن عباس قال فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ فنسخ و استثنٰی من ذالک فقال طعام الذین اوتو الکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم ۔

یعنی ابو داؤد میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ تم کھاؤ اس میں سے جس پر نام لیا اللہ کا ۔ یعنی جو جانور کہ اللہ کے نام سے ذبح ہوا ۔ اور نہ کھاؤ اس میں سے جس پر نام لیا نہ گیا اللہ کا ۔ یعنی جو جانور اللہ کے نام سے ذبح نہیں ہوا بلکہ بتوں پر اور دیوتاؤں پر چڑھایا گیا ۔ مگر یہ حکم عام نہیں رہا ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ذبیحہ کو اس میں سے مستثنٰی کیا اور فرمایا کہ کھانا یعنی ذبیحہ اہل کتاب کا حلال ہے ۔ واسطے تمہارے اور تمہارا کھانا یعنی ذبیحہ حلال ہے ۔ ان کو یعنی اہل کتاب کو ۔

اب دیکھو کہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارے مذہب میں سؤر کھانا اور شراب پینی حرام ہے ۔ مگر عیسائی ان دونوں کا استعمال کرتے ہیں ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس برتن میں اہل کتاب نے سؤر پکایا ہے یا شراب پی ہے ۔ اس کو دھو لو اور تم اپنے کام میں لاؤ ۔

ابو داؤد ۔ عن ابی ثعلبہ الخشنی انہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا نجار اھل الکتاب وھم یطبخون فی قدورھم الخنزیر و یشربون فی انیتھم الخمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان وجدتم فکلوا فیھا واشربوا و ان

لم تجدوا اغیرها فارحضوها بالماء و کلوا
واشربوا -

یعنی ابو داؤد میں ہے - کہ ابی ثعلبہ خشنی نے پوچھا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عرض کیا کہ ہم اہل کتاب
کے ہمسایہ میں ہیں اور وہ لوگ پکاتے ہیں اپنی ہنڈیا میں
سؤر ، یعنی مٹی کی ہنڈیا میں اور پیتے ہیں اپنے برتنوں میں شراب
یعنی ان برتنوں کو اپنے استعمال میں لاویں یا نہیں فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم کو اور برتن
ملیں تو ان میں کھاؤ اور پیو اور اگر اور کوئی برتن ان کے
سوا نہ ملے تو ان کو پانی سے دھو لو اور کھاؤ پیو -

ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ متکلمین اور مصنفین کتب
بغاوت نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے مذہب کے بہت بڑا واقف کار
ظاہر کیا ہے اور یوں جانتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے مذہب کے
بھی بڑے مولوی ہیں ، حالانکہ وہ مسلمانوں کے مذہب کے احکام
بالکل نہیں جانتے -

میں نے فلاں اخبار اور فلاں کتاب میں دیکھا کہ من جملہ
متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت نے ہمارے کلام اللہ کی بہت سی
آیتیں متضمن فضائل جہاد اور قتل کفار جمع کیں اور ان کو
عجیب عجیب رنگ برنگ کی عبارتوں میں چھاپا ، نتیجہ یہ نکالا
کہ مسلمانوں کے مذہب میں عیسائیوں کا قتل کرنا اور ان پر
جہاد کرنا فرض تھا اور اور بہت سی تہمتیں مذہب مسلمانی پر
لگائیں - ان بے جا باتوں سے ان کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا
شاید یہ بات ہو کہ ان کو بہ سبب ناواقفیت کے غلطی ہوئی -
یا یہ کہ حکام وقت کو مسلمانوں سے ناراض کرنا اور ان کو
جوش دلانا مقصود تھا -

اگر یہی پچھلی بات تھی تو خیال میں نہیں آتا کہ اِن جنٹلمین لوگوں کا اس سے کیا مطلب تھا ، کیا مسلمانوں کی یہ بات ان کو بری معلوم ہوتی تھی ، کہ جس طرح عیسائی خدا کو مانتے ہیں ، نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں ، خدا کے کلام پر یقین کرتے ہیں ، عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو برحق جانتے ہیں - اسی طرح مسلمان بھی خدا کو مانتے ہیں - نبیوں پر ایمان لاتے ہیں - خدا کی کتابوں کو بر حق جانتے ہیں - حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو رسول اللہ و کلمۃ اللہ و روح اللہ جانتے ہیں -

افسوس ہے تاریخ ایک ایسی چیز ہے جس سے اصلی واقعہ ہم کو معلوم ہوتے ہیں آئندہ جو لوگ آنے والے ہیں ان کی رہنمائی کے لیے روشنی ہے پھر اس میں بے جا اور اپنے غصہ کی بھری ہوئی باتوں کا لکھنا کتنا نا واجب ہے -

جان لینا چاہیے کہ ہمارے کلام اللہ میں بہت سے احکام ہیں ان میں سے بعضے عام ہیں اور بعضے خاص ہیں پھر خاص احکام میں بہت تفصیل ہے بعضے مخصوص اہل کتاب سے ہیں بعضے خاص عیسائیوں سے ہیں بعضے مشرکین سے ہیں - پھر ان میں سے بھی کئی قسم ہے بعض معاملہ خاص اور وقت خاص کے لیے تھے - بعض مکہ کے سوا اور ملکوں کے مشرکوں کے لیے تھے کہ وہ بہ نسبت جمع احکام کے سخت تر تھے - پھر جو شخص ہمارے کلام اللہ سے احکام نکالنے چاہے اس پر واجب ہے کہ ان تمام حالات اور جمیع شرائط سے واقف ہو - ہمارے ان مہربانوں نے کیا کیا کہ تمام آیتیں قتال و جدال کی جو مشرکین یا خاص مکہ کے مشرکین اور وقت خاص کے تھیں ان سب کو ہندوستان کے فساد اور عیسائیوں کے قتل پر لکھ دیا - اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان کا مقصد بجز اس کے کہ حکام کو مسلمانوں سے ناراض

کریں اور کچھ نہ تھا۔

فضائل جہاد کے لکھنے کا کیا فائدہ ہے - یہ بات ظاہر ہے کہ جہاد مسلمانوں کا ایک مذہبی مسئلہ ہے - اس کے قواعد ایسے قاعدہ پر مبنی ہیں جس میں ذرا بھی دغا اور فریب اور غدر و بغاوت اور بے ایمانی نہیں - اس ہندوستان کی بغاوت کو اس سے کیا علاقہ جو ان آیتوں اور حدیثوں کو ہندوستان کی بغاوت اور اس ہنگامے کی بے ایمانی اور بے رحمی پر لاتے ہیں -

مجھ کو کمال تعجب ہے ان جنٹلمین لوگوں سے جن کی تہذیب اور حکمت ملکوں میں مشہور ہے اور وہ بےباکانہ اپنی تحریر و تقریر میں علانیہ ایک خاص قوم کو الفاظ نا ملائم اور نازیبا لکھتے ہیں اور نہیں ڈرتے اس دن سے جو آنے والا ہے جس میں دل کی برائیاں پوچھی جائیں گی اور کیا جواب دیں گے اس وقت جب حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام پوچھیں گے کہ انجیل مقدس میں یہی میں نے تم کو نصیحت کی تھی جس پر تم چلے تھے -

قوم کو بُرا کہنا کیا معنی ہے - کوئی قوم ایسی نہیں جس میں اچھے برے سب قسم کے آدمی نہ ہوں - یہی مسلمانوں کی قوم جن کو ہمارے مہربان متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت نے جو چاہا ہے سو کہا ہے ان میں سے لاکھوں آدمی ایسے ہیں جو ان گناہوں سے جو متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت ان کی نسبت نکالتے ہیں اس سے خدا کے سامنے پاک ہیں - سیکڑوں آدمیوں نے سرکار کی خیرخواہی میں اپنی جان و مال و عزت و آبرو کی مصیبت اٹھائی پھر تمام قوم کو علانیہ بُرا کہنا اور خیرخواہ و بدخواہ سب کے دل کو رنجیدہ کرنا کیا معنی ہے - حاصل یہ کہ فسادات کو مذہبی باتوں سے کیا علاقہ ہے - ایک

تقدیری فساد تھا وہ ھوا ۔ ھر ایک نے بقدر اپنے رنج و تکلیف کے گو وہ خیال ان کا غلط ھو ۔ فساد کیا ۔ ۔

او سید خاموش ! کوئی مقام شکایت نہیں ۔ واقع میں ھماری شامت اعمال ھے ۔ ھمارا دل ، ھماری جان گناھوں سے بھر گئی ھے جو کچھ پیش آتا ھے اسی کی مصیبت ھے سچ فرماتا ھے خدا تعالیٰ اپنے کلام میں ۔

القرآن ۔ سورہ رعد ، آیت ۱۱ ۔

ان اللہ لایغیر ما بقوم حتی یغیر وا ما با نفسہم و اذا اراد اللہ بقوم سوء فلا مرد لہ و ما لھم من دونہ من دال ۔

یعنی اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کو جب تک وہ نہ بدلیں ۔ جو ان کے دل میں ھے اور جب چاھے کسی قوم پر برائی ۔ پھر وہ نہیں پھرتی اور کوئی نہیں ان کو اس میں مددگار ۔

بس خدا ھی کے سامنے اپنے گناھوں سے توبہ کرنی چاھیے ۔ آمین ۔

لا حول و لا قوۃ الا باللہ میں کہاں تھا اور جولانی قلم مجھے کہاں کھینچ لائی اب بہتر ھے کہ میں اس کو بس کر دوں اور جو میرا مطلب ھے اس کو لکھوں ۔

منشی امام الدین تحصیلدار مراد آباد

منشی امام الدین صاحب تحصیلدار مراد آباد ، یہ افسر زمانہ غدر میں کوتوال مراد آباد کے تھے ۔ ۱۲ کم بخت مئی ۱۸۵۷ء کو جب میرٹھ میں فساد کی خبر پہنچی تو اسی وقت سے انھوں نے بقاء انتظام سرکاری پر چست کمر باندھی ۔ دفعۃً ۱۸ مئی کو ۲۵ یا ۳۰ تلنگہ باغی نمبر ۳۰ پیدل پلٹن کے مظفر نگر سے آئے ۔

اور کھیڑہ کے جنگل میں کانگن کے پل کے پاس مقیم ہوئے۔ صاحب میجسٹریٹ بہادر نے ان کی جاسوسی کی تدبیر کی ۔ یہ افسر آدھی رات کو تنہا وہاں گئے اور تمام حال تحقیق کر کر لائے اور پھر صاحب میجسٹریٹ بہادر کی ہمراہی میں ان پر حملہ کیا ۔ کہ ایک تلنگہ مارا گیا ۔ اور کئی تلنگے مع خزانے کے جو ان کے پاس تھا گرفتار ہوئے ۔ ۱۹ مئی کو جب جیل خانہ ٹوٹا تو نہایت سعی سے بہت سے قیدیوں کو گرفتار کیا ۔

۲۱ مئی ۱۸۵۷ء کو ایک گروہ بدمعاشوں کا رام پور سے آیا اور رام گنگا کے کنارہ پر ٹھہرا ۔ یہ معلوم ہوا کہ منو نامی بدمعاش نے جو مولوی کے نام سے مشہور تھا ان کو بلایا ہے یہی معرکہ ہے جس کو ہمارے مہربانوں نے مشہور کیا ہے کہ مراد آباد میں مسلمانوں نے جہاد کیا تھا اور محمدی جھنڈا کھڑا ہوا تھا ۔

یہ منو پوتا تھا مولوی وجیہہ الدین کا اور بھتیجا تھا مولوی اسماعیل کا ۔ جو چند برس ہوئے کہ شاہ اودھ کی طرف سے سفیر ہو کر لندن گئے تھے اور وہاں سے مراجعت کے وقت مرے ۔ اس منو کا اصلی نام وھاج الدین تھا ۔ وضع اس کی ایسی تھی جیسے اچھے بدمعاشوں کی ہوتی ہے ۔ مطلق لکھا پڑھا نہ تھا ۔ یہاں تک کہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتا تھا ۔ بدمعاشی کا یہ حال تھا کہ جرائم سنگین میں دو مرتبہ قید ہو چکا تھا ۔ ایک دفعہ دس برس ایک دفعہ سات برس ۔ پچھلی قید جیل خانہ میں پوری کی تھی ۔ اب ہماری کتاب پڑھنے والے خود انصاف کر لیں گے کہ یہ شخص مسلمانوں کے مذہب کا مولوی اور خدا پرست تھا یا بدمعاش ۔

غرض کہ جب اس گروہ کے آنے کی خبر پہنچی تو جناب

مسٹر جان کری کرافٹ صاحب بہادر نے بہ جمعیت منشی تاج الدین کے جو بھائی اس افسر کے ھیں ان پر حملہ کیا ۔ کچھ لوگ بھاگے کچھ زخمی ہو کر پکڑے گئے ۔

اس افسر نے شہر میں بذریعہ اپنے عہدہ کوتوالی کے ایسا انتظام کیا کہ منو کو فرصت ملنے کی ان بدمعاشوں سے نہ ملی ۔ اور فی الفور منو کو اپنی کوتوالی کے انتظام سے گھیر کر مار دیا ایک آدمی اور اس کا ھمراھی مارا گیا اور چند گرفتار ھوئے ۔

جب کہ انتظام مراد آباد کا بالکل ھاتھ سے جاتا رھا اور حکام میرٹھ تشریف لے گئے تو یہ افسر بھی کوتوالی چھوڑ کر بھاگ گئے اور بدمعاشوں اور فوج نمک حرام کے ڈر سے جنگلوں جنگلوں مخفی رھے ۔ پھر موقع پا کر بحضور مسٹر سانڈرس صاحب بہادر جو اس زمانے میں میجسٹریٹ مراد آباد تھے حاضر ھوئے ۔ جب مسٹر جان انگلس صاحب بہادر میجسٹریٹ مراد آباد مقرر ھوئے اور حکم روانگی فوج کا روھیل کھنڈ کو صادر ھوا تو صاحب ممدوح کے ساتھ ھمراہ اس فوج کے جو روڑکی میں زیر حکم جنرل جونس صاحب بہادر کے جمع ھوئی تھی مراد آباد میں آئے اور تحصیلدار بلاری مقرر ھوئے ۔ پھر یہ سبب ضرورت خاص کے اسی کمپو کے ساتھ ھمراھی مسٹر جان انگلس صاحب بہادر بریلی کو روانہ ھوئے اور شاھجہاں پور اور مہدی تک ساتھ رھے اور اس درمیان میں جو کام متعلق ھوا نہایت خیرخواھی سے انجام دیا ۔ پھر بدایوں ھوتے ھوئے مراد آباد میں آئے اور خاص مراد آباد کی تحصیلداری پر مقرر ھوئے ۔

بعوض اس خیرخواھی کے علاوہ ترقی عہدہ کے ایک ہزار روپیہ کی جمع کا گاؤں سرکار سے مرحمت ھوا ۔

ھماری اس تحریر میں ایک جگہ مہدی جھنڈے کا ذکر آیا

ضرور ہے کہ ہم اس کا بھی کچھ حال بیان کریں - جان لینا
چاہیے کہ یہ جو بعضے متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت خیال
کرتے ہیں کہ محمدی جھنڈے کا کھڑا کرنا کوئی مذہبی بات ہے
یہ محض غلط ہے - مذہب میں اس طرح پر اس کی کچھ اصل نہیں
ایک قدیم دستور تمام قوموں کا ہے کہ جب دو فوجیں جمع ہوتی
ہیں - ان فوجوں میں نشان ہوتے ہیں - ہر ایک قوم کی فوج کا
نشان اس کے نام سے مشہور ہوتا ہے - یہ جو مشہور کر رکھا
ہے کہ واسطے قائم کرنے جہاد کے محمدی جھنڈا کھڑا ہوتا ہے -
محض بے اصول بات ہے -

اس تمام ہنگامہ میں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جہاں
دو غول واسطے آپس کی لڑائی کے جمع ہوئے ہیں سب کے ساتھ
نشان تھے ہندو کیا اور مسلمان کیا یہاں تک کہ جب مسلمان
ایک غول نے دوسرے مسلمان غول پر چڑھائی کی - تب بھی
دونوں کے ساتھ نشان تھے مگر یہ مسلمانوں کی بدبختی تھی کہ
جہاں جہاں مسلمانوں کے غول میں نشان تھے اُن کو متکلمین اور
مصنفین کتب بغاوت نے ایک مذہبی بات قرار دی اور محمدی
جھنڈا اس کا نام اس طرح پر لیا کہ جس سے ایک مذہبی جہاد کی
بات پائی جاوے - حالانکہ کیسا جہاد کیسا محمدی جھنڈا جتنے
مقدمہ آپس کی لوٹ اور غارت کے قائم ہوئے ان میں سے بہت سوں
میں یہی مذکور ہوا کہ خداوند مسلمانوں نے تو ہم پر جہاد
کیا تھا - وہ تو گاجی بنے تھے ہجور - انھوں نے تو محمدی جھنڈا
کھڑا کیا تھا ہمارے مہربان متکلمین اور مصنفین کتب بغاوت
نے اصلی حال پر غور و فکر نہ کرنا حق جہاد کا مسلمانوں پر
غل مچا دیا اب ہم اس مقام پر اس افسر کی جو رپورٹیں ہوئیں اور
جو سرٹیفیکیٹ اس کو ملے بجنسہ نقل کرتے ہیں -

ترجمہ سرٹیفیکیٹ سانڈرس صاحب

مجھ کو کمال خوشی ہے در باب تصدیق اس امر کے کہ آخر ماہ مئی اور ابتدائے جون ۱۸۵۷ء میں جب غدر شروع ہوا پہلے بگڑ جانے پلٹن اونتیس کے امام الدین کوتوال مراد آباد کے تھے اور کمال ہی جواں مردی اور جانفشانی سے باوجود مسلمان ہونے کے خیرخواہی سرکار کرتے رہے اور جس وقت بدمعاشان مراد آباد مع دیگر مسلمانان بسرکردگی مولوی منو مستعد فساد اور آمادہ قتل اور خون ریزی صاحبان انگریز کے ہوئے - اس وقت بھی اس شخص نے بلا استدعا معاونت تدبیر قرار واقعی واسطے انسداد فساد کے کری اور معرفت اہالیان پولیس کے ان لوگوں کو گھیر لیا - چناں چہ مولوی منو مع دو تین آدمی ہمراہی اپنے مارے گئے اور وہ ہنگامہ کم ہوا - ہر گاہ حکام ملکی و جنگی مراد آباد سے تشریف لے گئے - اس وقت سے کوتوال مذکور بھی فرار ہو کر مخفی ہو گیا - اس نظر سے کہ یہ شخص خیرخواہ سرکار مشہور اور معروف تھا اور مسلمان اس ضلع کے مخالف اس کے تھے - تاج الدین داروغہ پل جو ان کا بھائی ہے اچھی خیرخواہی کرتا رہا - چنانچہ رام پور سے پٹھان لوگ جو یہاں آئے اور رام گنگا کے کنارے محاذی شہر مراد آباد کے محمدی جھنڈا کھڑا کرنا ٹھیرایا اسی تاج الدین نے ان کے سرداروں کو روکا تھا - غرض ہم نے امام الدین سے بہتر کوئی افسر پولیس نہیں دیکھا - اور ہمارے نزدیک مستحق سرفرازی اور لائق عطا انعام کے ہے -

دستخط سی بی سانڈرس صاحب

مقام دھلی مورخہ سیزدھم مارچ ۱۸۵۸ء

ترجمہ سرٹیفیکیٹ انگس صاحب

جب سے ہم نے میرٹھ چھوڑا امام الدین کوتوال مراد آباد ہمارے ساتھ رہے اور اس عرصہ میں اچھے اچھے کام کرتے رہے اور پارسال نہایت دلیری اور خیرخواہی کے ساتھ پیش آئے تھے - مستحق ترقی کے ضرور ہیں - مگر افسوس یہ ہے کہ ہم سے ان کی ترقی کچھ نہیں ہو سکتی -

دستخط جان انگس صاحب - مقام بریلی
مورخہ مئی ۱۸۵۸ء

ترجمہ سرٹیفیکیٹ رکٹس صاحب

امام الدین تحصیلدار مراد آباد بر وقت غدر کوتوال تھے اور اچھی کارگذاری کی - ہم کو بریلی میں ملے تھے - اور محمدی اور شاہجہان پور اور بدایوں تک ہمارے ساتھ رہے اور کاروبار متفرق متعلقہ افسر ہمراہی فوج میں ہماری اعانت کرتے رہے - غرض بہر حال ہم ان سے بہت راضی رہے - اور بر وقت پہنچنے مراد آباد کے ہم نے کاشی پور میں تحصیلدار مقرر کیا - اور وہاں سے خاص مراد آباد میں تبدیل کر لیا - غرض دونوں جگہ پر کارگذاری ان کی بہتر ہوئی اور کام فوجداری اور مال میں بخوبی مستعد رہے اور کئی باغیوں کو کوشش کر کے گرفتار کرایا اور اس خیرخواہی اور جواں مردی کے سبب چند اشخاص ان کے دشمن ہو گئے - تعجب نہیں کہ وہ لوگ کچھ بدی سے پیش آویں چونکہ ایسے نازک وقت میں ان کی کارگذاری قابل تحسین ہوئی ہے لہذا ہم کو منظور ہے کہ جو افسر ہمارے بعد اس ناقص اور دغا باز ضلع میں آوے ان کی خاطر ملحوظ رکھے -

دستخط صاحب رکٹس صاحب

مقام مراد آباد - مورخہ بست ہشتم اکتوبر ۱۸۵۸ء

ترجمہ سرٹیفکیٹ کرنیل کوک صاحب

امام الدین تحصیلدار مراد آباد ایام غدر میں خیر خواہ سرکار رہے اور بر وقت روانگی فوج زیر حکومت جنرل جونس صاحب بمقام بریلی اور ہر ایک موقع پر اچھا کام کرتے رہے اور اپنی خیر خواہی ظاہر کرتے رہے اور جس وقت کہ فوج مذکور بریلی سے چلی اور بدایوں پر چڑھی تب بھی ان کی کار گذاری سے صاحب میجسٹریٹ اور ہم کو بہت آرام ملتا رہا اور ہر ایک مقام پر خبر معتبر پہنچاتے رہے - غرض یہ افسر بہت ہوشیار اور نہایت لئیق ہیں -

دستخط کرنیل جان کوک صاحب

کمانیر مراد آباد - مورخہ یازدہم دسمبر ۱۸۵۸ء

ترجمہ سرٹیفکیٹ الیگزینڈر صاحب کمشنر روھیل کھنڈ

ہم کو کمال خوشی ہے اس بات کی تصدیق کی کہ امام الدین تحصیلدار حال نے ایام غدر یعنی ۵۷ء، ۵۸ء میں سرکار کی خیرخواہی کی اور پسندیدہ تر یہ ہے کہ باوجود ایسی کارگذاری کے کبھی کچھ خود ستائی نہیں کی اور نہ خواہش انعام کی پیش کی - حکام نے بخوشی خاطر جو کچھ مرحمت فرمایا لے لیا - ہم کو امید ہے کہ بدستور سابق نیک نامی سے اپنا کام کرتے رہیں گے -

دستخط آر - الگزینڈر صاحب - کمشنر روھیل کھنڈ

مقام آگرہ - مورخہ ماہ اپریل ۱۸۵۹ء

ترجمہ انتخاب فہرست خیر خواہان ضلع مراد آباد

بر وقت شروع غدر کے امام الدین کوتوال مراد آباد کے تھے اور بہت خیر خواہی سے اپنا کام انجام دیا - چنانچہ جس وقت بدمعاشان مرادآباد نے با مسندی مولوی منو مسلمانوں کو آمادہ قتل انگریزوں کے کیا تو اسی افسر نے بسرکردگی بھوپ سنگ قوم

ھندو اور دیگر اھل پولیس کے معرفت باختیار خود مولوی مذکور کو قتل کیا ۔ اگرچه دوباره انتظام ھونے کے وقت بعہده تحصیلداری ترقی ان کی کی گئی تھی ۔ الاّ بطور انعام ایک گاؤں بھی بجمع ایک ھزار روپیه خاص بریلی ان کے وطن میں مرحمت کیا جاوے تو بہت مناسب ھے ۔

نقل مطابق اصل

دستخط جانسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

ترجمه انتخاب چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی بنام صاحب کمشنر روھیل کھنڈ نمبر ۱۲۱ مرقومه ۱۹ جنوری ۱۸۵۹ء

دفعه ششم ۔ امام الدین کوتوال سابق کو ایک گاؤں بجمع ھزار روپیه ضلع بریلی میں مرحمت ھوا ۔

نقل مطابق اصل

جانسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

ترجمه چٹھی اسٹریچی صاحب میجسٹریٹ ضلع مراد آباد مورخه ۱۸ مئی ۱۸۵۹ء نمبری ۱۴۳ بنام صاحب کمشنر بہادر روھیل کھنڈ ۔

بموجب حکم گورنمنٹ مورخه نوزدھم جنوری ۱۸۵۹ء نمبر ۱۲۱ امام الدین حال تحصیلدار مراد آباد کو ایک گاؤں بجمع ایک ھزار روپیه واقع بریلی مرحمت ھوا ، مگر تصریح نام کسی گاؤں کی نہیں لکھی ۔

دفعه دوم ۔ سابق میں اس خیال سے که وطن میں امام الدین کا ضلع بریلی ھے یه تجویز ھوئی تھی ۔ که گاؤں جو ان کو مرحمت ھو بریلی میں ھو ۔ سو یه بات غلط ھوئی ۔ کیوں که اب معلوم ھوا ھے که بزرگ ان کے حقیقت میں بریلی کے تھے ، مگر مدت سے مراد آباد میں بود و باش کر لی ھے اور کچھ تعلق بریلی میں نہیں

رہا لہٰذا ان کی درخواست یہ ہے کہ اسی ضلع میں گاؤں بھی مرحمت فرمایا جاوے -

دفعہ سوم - چونکہ قبل غدر اور نیز بعد غدر کے اس شخص سے خیر خواہی اور عمدہ کار گذاری عمل میں آئی - لہٰذا ہم درخواست کرتے ہیں کہ حکام گورنمنٹ اس درخواست کو منظور فرماویں -

دستخط جی - اسٹریچی صاحب میجسٹریٹ

ترجمہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ نمبر ۲۸۲ مورخہ ۲۴ جون ۱۸۵۹ء بنام کمشنر صاحب روھیل کھنڈ -

دفعہ اول - چھٹی آپ کی نمبری ۲۰۷ مورخہ ۲۳ مئی ۱۸۵۹ء اس درخواست سے کہ ایک گاؤں واقع بریلی بھی ایک ہزار روپیہ جو واسطے دینے امام الدین تحصیلدار کے بطور انعام منظور ہوا ہے - سو موضع مذکور بہ نظر اس امر کے کہ تحصیلدار مذکور ضلع مراد اباد میں بود باش رکھتا ہے - اسی ضلع میں مرحمت فرمایا جاوے ہمارے پاس پہنچی -

دفعہ دوم - اس کے جواب میں آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ نواب لفٹننٹ گورنر بہادر نے اس درخواست کو منظور فرمایا، مگر چاہیے کہ اب صاحب کالکٹر کو ارشاد کریں کہ بعد تجویز کرنے گاؤں کے اس کی حیثیت سے ہم کو اطلاع دیں -

دستخط جی - کوپر صاحب - سیکرٹری گورنمنٹ

حضرت جہاں پناہ سلامت

بعز عرض می رساند

حضور پر روشن ہے کہ آفرید گار عالم کو انصاف پسند ہے اور ظلم نا پسند - اس لیے عرض رساہوں کہ جو افسران فوج واسطے قتل مقیدان میم و بچوں وغیرہ کے عرض کرتے ہیں - اگر

نزدیک حضور انور کے مناسب ہووے تو حضور افسران سے براہ انصاف ارشاد فرماویں کہ حسب عرض تمھاری کے ما بدولت نے تمھارے سر پر ہاتھ رکھا اور دین کے شریک ہوئے اور ان کے قتل کرنے میں دین ہمارا جاتا ہے ۔ ایک فتویٰ اور ایک پیوستہ اس باب میں طلب کرو ۔ اگر وہ حکم قتل کا دیویں تو کرو ورنہ ہم خلاف شرع حکم قتل کا نہ دیویں گے ۔ نہیں تو جو تمھارے دل میں حسرت ہے اول ما بدولت کے لیے کرو امیدوار کہ افسران فوج سے ساتھ د باغت کے معروضہ بالا ارشاد فرمایا جاوے ۔ واجب تھا عرض کیا ۔ آفتاب دولت و اقبال و سلطنت کا تاباں و درخشاں بار ۔

عـــــــــــــرضـــــــــــــے

فدوی ۔ نبی بخش خاں سفیر حضرت عرش آرام گاہ

یہ بات مشہور ہے کہ جب فوج نمک حرام نے ان لوگوں کے قتل کا ارادہ کیا اور مرزا مجھلے نے جو سلاطین میں سے تھا ۔ ان لوگوں کو منع کیا اور کہا کہ کس مذہب میں ان کا مارا جانا درست ہے ۔ مگر وہ لوگ مرزا مجھلے کے مارنے پر مستعد ہوگئے اور وہ وہاں سے بھاگ گیا ۔

جب دہلی فتح ہوئی اور دفتر بادشاہی سرکار دولت مدار کے قبضہ میں آیا ۔ یہ عرضی صاحب کمشنر بہادر کو ہمراہ اور دفتر کے ملی ۔ صاحب ممدوح نے فی الفور ان نواب صاحب کو بلایا اور پانچ سو روپیہ انعام دیا اور تمام جائداد چھوڑ دی اور شہر میں رہنے کا حکم دیا اور جو سرٹیفکیٹ کہ صاحب ممدوح نے ان کو مرحمت کیا ۔ اس مقام پر لکھتے ہیں ۔

ترجمہ سرٹیفکیٹ عطائے سانڈرس صاحب کمشنر دہلی ۔

واضح ہو کہ نواب نبی بخش خاں صاحب امیگر ذی عزت

ھیں انھوں نے شاہ دھلی کی خدمت میں ایک عرضی اس مقصد کی گذرانی تھی کہ زن و مرد و اطفال عیسائی جو ماخوذ ھیں آپ ان کو قتل سے بچائیے - چنانچہ جس وقت ھم لوگوں نے محل پر چڑھائی کی - یہ عرضی اتفاقاً محل سے دستیاب ھوئی یہ کام ان کا پسندیدہ اور لائق تحسین کے ھے - بطور انعام عوض اس کام کے مبلغ پانچ سو روپیہ نقد ھم نے عطا کیا اور ھماری درخواست ھے کہ جملہ افسران انگریز ان کی عزت ملحوظ نظر رکھیں اور مع اھل و اطفال شہر میں رھنے دیں -

دستخط سی - بی سانڈرس صاحب
مورخہ پنجم دسمبر ۱۸۵۷ء

شیخ خیر الدین احمد بہادر

ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی میجسٹریٹ

ان صاحب کی خیر خواھیاں دیکھ کر آدمی نہایت حیران رہ جاتا ھے - حقیقت یہ ھے کہ ان سے تمام ھندوستانیوں کو فخر ھے تمام مسلمانوں کو خدا شکر کرنا چاھیے کہ انھی کا ھم قوم ایسا شخص ھے جس کا نظیر شاید ھی کہ اور کوئی نکلے -

ان کے باپ ۱۷۹۲ء سے سرکار کے نوکر تھے - برھما کی فتح کے بعد کمیشن افسر فوج کے ھوئے اور ۱۸۲۹ء میں ھنگام مہم کابل کام میں آئے یہ صاحب خود بھی جانسین پلٹن رجمنٹ ۴۲ میں نوکر تھے اور مہم کابل میں سررشتہ جاسوسی کا بھی ان سے متعلق تھا اور کابل کی بارہ لڑائیوں میں خود شریک و موجود تھے اور ۱۸۴۵ء کی مہم لاھور میں موجود تھے اور ۱۸ دسمبر کو جو لڑائی بدکی پر ھوئی اور ۲۳، ۲۴ دسمبر و یکم فروری ۱۸۴۶ء کو جو لڑائی فیروز پور اور سومیراں پر ھوئی اس میں بھی شامل تھے اور متعدد طمغہ اور ۱۸۵۰ء میں ایک عمدہ تلوار جس پر فتح نامہ

کنندہ ھیں ضلعہ میں پائی - ۱۸۴۸ء میں سررشتہ منٹری سے نکل کر شیو راج پور ضلع کان پور میں تحصیلدار ھوئے - جب سے اب تک برابر سررشتہ سول میں مامور ھیں -

۱۸۵۶ء میں بمقام بنیا ضلع غازی پور ڈپٹی کلکٹر مقرر ھوئے جب غدر شروع ھوا وھیں کے ڈپٹی کلکٹر تھے - ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو یہ صاحب اپنے مقام سے صاحب میجسٹریٹ بہادر کی ملاقات کو غازی پور میں آئے اور حال بلوہ میرٹھ دریافت ھوا اور صاحب میجسٹریٹ بہادر نے وھیں رھنے کا حکم دیا چنانچہ یہ صاحب وھاں رھے اور گشت و انتظام وھاں کا شروع کیا اور دن رات صاحب کے بنگلہ پر مسلح حاضر رہ کر ان کی حفاظت جان کا خاص اپنا ذمہ لیا -

غازی پور میں اگر فساد ھو جاتا تو علاوہ قتل و خون ریزی کے بڑی مشکل یہ پیش آتی - کہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ کی افیون اور پندرہ لاکھ روپیہ نقد جو خزانہ میں تھا سب برباد ھو جاتا اور دخانی کشتی کی آمد و رفت میں بھی چندے ھرج پڑتا ، مگر ان صاحب نے وھاں کے انتظام پر نہایت جان فشانی کی - رجمنٹ ۶۵ جو غازی پور میں مقیم تھی ، صرف ان کی فہمائش سے تابعدار و خیر خواہ رھی - حکام کی اجازت سے خود یہ افسر بہت دفعہ پلٹن میں گئے اور پریڈ جمع کر کر ان کو بہت اچھی اچھی نصیحتوں سے فہمائش کی اور جو شبہ مداخلت مذھب کا ان کے دل میں تھا اس کو بالکل کھو دیا اور باوجودیکہ تمام اضلاع گرد و پیش غازی پور مثل اعظم گڑھ و جونپور و گورکھ پور و بنارس وغیرہ بگڑ گئے مگر ان افسر نے غازی پور کی سپاہ کو بگڑنے نہیں دیا -

جب بنارس میں امن ھوا تو غازی پور میں بھی تسلی ھوئی - اس وقت مسٹر راس صاحب بہادر کلکٹر بنارس نے جون ۱۸۵۷ء

میں ان افسر کو واسطے انتظام علاقہ بلیا کے روانہ کیا کہ وہاں نہایت مفسدہ برپا تھا ۔ یہ صاحب وہاں گئے اور تنہا باوجود نہ ہونے کمک کے بخوبی انتظام کیا اور موضع چورا کے مفسدوں کے مقابلہ میں بہت سرگرمی کی اور تحصیل مالگذاری جاری کر دی اور جب پلٹن باقر بلیا پر آئی اور نیز جب کہ دانا پور کا کمپو یعنی کراپٹ رجمنٹ ۷ و بردوان رجمنٹ ۸ و پلٹن مریم رجمنٹ ۴۰ بگڑ کر آرہ میں آئی اور کنور سنگھ ان کا سرغنہ ہوا اور جب کہ گیارھواں ہندوستانی رسالہ بگڑ کر مقام نگر متصل بلیا تک آپہنچا ۔ ان افسر نے اپنی رعایا کو اپنے ساتھ جمع کر کر ان کو روکا اور بلیا کو بچایا اور انتظام سرکاری ہاتھ سے نہ دیا ۔ یہ وقت ایسا مشکل کا تھا کہ جب یہ افسر باغیوں کے مقابلہ کو چلے تو اپنی عورتوں اور پانچ لڑکوں صغیرالسن کو خدا کے سپرد کر کر وصیت کی کہ جب میں دنیا میں نہ رہوں ۔ تو میرے کنبہ کو حکام انگریزی کے پاس جہاں وہ ہوں پہنچا دینا کیوں کہ ان افسر کو کسی طرح ان موقعوں میں اپنے زندہ بچنے کی توقع نہ تھی اور گورنمنٹ پر اپنی جان نثار کرنے کو تیار تھے ۔

جب کہ علاقہ بلیا میں امن ہو گیا اور ضلع گورکھ پور مرکز فساد بنا تو ان افسر نے درخواست کی کہ اب مجھ کو واسطے انتظام کے گورکھ پور میں بھیجا جاوے ۔ چنانچہ ۳۱ جنوری کو گورکھ پور میں پہنچے اور ہمراہ فوج گورکھا واسطے بہم رسانی رسد اور خبر رسانی باغیان متعین ہوئے اور پھر ہمراہ فوج بریگیڈ نے رو کرافٹ صاحب بہادر کے ہوئے اور جو لڑائیاں کہ ۲۹ فروری کو بمقام پھول پور اور پانچویں مارچ کو بمقام امردہ ہوئیں ۔ ان سب میں شریک تھے اور جو نتیجہ پچھلی لڑائی

میں حاصل ہوا۔ وہ صرف انھی کی خبر رسانی سے ہوا۔ بعد اس کے
جو لڑائیاں کہ ۲۵ ؛ ۲۹ اپریل کو اسی مقام پر اور پہلی مئی کو
بمقام نگر ہوئیں۔ ان میں بھی بہت مردانہ کام کیے اور باغیوں کے
نشان بردار کو اپنے ہاتھ سے مار کر نشان چھین لیا اور پھر
امووہ کی لڑائی میں جو دسویں جون کو ہوئی اور دیر معیا کی
لڑائی میں اور جگدیش پور کی لڑائی میں جو ۲۶ دسمبر کو ہوئی۔
اسی طرح بہادرانہ شریک رہے اور پھر ہمراہ فوج کرنیل
کیلی صاحب بہادر نے نیپال کے ملک میں باغیوں پر تعاقب کیا
اور ۲۵ ؛ ۲۸ مارچ کو جو لڑائیاں بمقام بوتول ہوئیں ان میں
جاں نثاری کو حاضر رہے اور پھر بموجب حکم کمشنر بہادر بمقام
لوٹن سرحد نیپال پر واسطے حفاظت اور خبر رسانی باغیان کے متعین
ہوئے اور نہایت جاں نثاری سے اس کام کو انجام دیا اور بہت سے
باغیوں کو گرفتار کر کر بمقام دھنکھوی حکام انگریزی کے پاس
بھیج دیا اور بعد تمام انتظام کے گورکھ پور میں واپس آئے۔

بعوض اس جاں نثاری کے سرکار نے ان کی بڑی قدردانی کی۔
ڈپٹی کلکٹری درجہ سوم سے درجہ دوم پر ترقی کی اور پھر درجہ
دوم سے درجہ اول پر ترقی فرمائی اور ایک خلعت چھ پارچہ کا
اور مالائے مروارید و حبیقہ سر پیچ مرصع اور ایک تلوار قیمتی
دو ہزار روپیہ کی اور خطاب خاں بہادر کا مع سند اور زمینداری
پانچ ہزار روپیہ کی جمع کی۔ مرحمت فرمائی چنانچہ اب ہم ان
افسر کے سرٹیفکیٹ اور رپورٹوں کی بجنسہ نقل لکھتے ہیں۔

ترجمہ چٹھی بج ٹکر صاحب کمشنر بنام شیخ خیرالدین
مورخہ یکم جون ۱۸۵۷ء۔ مقام بنارس۔

اے عزیز! اسی وقت ایک چٹھی کالون صاحب لفٹنٹ گورنر
بہادر کی ہمارے پاس اس مضمون کی آئی ہے کہ خیر الدین کو

ہماری طرف سے اطلاع دو کہ ان کی عمدہ کارگذاری ایام غدر سے ہم بہت خوش ہوئے -

حقیقت میں ایسے ہی وقت میں نیکی نیکوں کی اور بدی بدوں کی معلوم ہوتی ہے - آئندہ کو اس معاملہ میں بخوبی تمیز ہوگئی - ہم بھی آپ کی کارگذاری کے نہایت مشکور ہیں - آپ دوستان دلی سے ہم کو سمجھتے رہیے -

دستخط ایچ - سی - ٹکر صاحب کمشنر بنارس

ترجمہ چٹھی جج راس صاحب - مرقومہ ۱۰ جولائی ۱۸۵۷ء مقام غازی پور -

اے عزیز ! تم جو مشکل کے وقت میں بطور کمال وفاداروں اور عزیزوں کے پیش آئے اس بات کی ہم کو بڑی خوشی ہے - آپ کی قدر اور منزلت ہم کو پہلے سے معلوم تھی - ہر وقت موقع از روئے تحریر و تقریر آپ کی تعریف رو بروے کالون صاحب اور ٹکر صاحب کے کر چکے ہیں اور اب بھی ارادہ ہے کہ آپ کی کارگذاری اور جاں فشانی کہ اس دو مہینے میں در باب قائم رکھنے انتظام ضلع اور مدد گاری آپ کی ہر وقت مقام صدر مذکور کی جاوے گی -

دستخط - راس صاحب

ترجمہ چٹھی یکبٹس صاحب میجسٹریٹ غازی پور مرقوم ۲۶ دسمبر ۱۸۵۷ء نمبر ۲۰۸ بنام کمشنر صاحب بنارس -

درخواست گذارندہ ڈپٹی میجسٹریٹ علاقہ بلیا بذریعہ چٹھی ہذا آپ کی خدمت میں پہنچتی ہے - اگرچہ دریں وجہ اس درخواست کا روکنا نا مناسب ہے - مگر ہم کو منظور نہیں ہے کہ یہ صاحب دوسرے ضلع میں بدلے جاویں - کچھ احوال ان کی کارگذاری کا یہ ہے کہ ایام غدر میں باوجود بگڑ جانے گرد و نواح

کے ان صاحب نے اپنے علاقہ کو بگڑنے نہ دیا اور جب ہم کے واسطے گوشمالی مفسدوں کے ضرورت دورہ کی ہوئی تو اس وقت بھی ہم کو بڑی اعانت کی ، لہذا ہم چاہتے ہیں کہ ترقی ان کی مشاہرہ پانچ سو روپیہ ماہواری کی جاوے۔ بلکہ ان کی کارگذاری آپ کو اور نیز مسٹر وامس صاحب کو بھی معلوم ہوگی کہ یہ شخص صرف بوسیلہ کارگذاری کے اس درجہ پر پہنچا ہے۔ ہمارے نزدیک ان کی ترقی ہونا بہت ہی مناسب ہے ، کس واسطے کہ اس شخص نے بذات واحد باوجود فساد چار سو کے نصف ضلع کو تھام لیا اور مالگذاری بھی تحصیل کی۔ غرض ان صاحب کی تبدیلی سے گونہ ہم کو بھی تکلیف ہے۔

دستخط بکبشن صاحب

ترجمہ چٹھی صاحب کمشنر بہادر قسمت بنارس بنام سیکرٹری گورنمنٹ۔ مرقومہ ۲۸ دسمبر ۱۸۵۷ء مقام بنارس۔

دفعہ اول—نقل چٹھی کلکٹر غازی پور مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۷ء بہ درخواست تبدیلی شیخ خیر الدین احمد ڈپٹی کلکٹر و میجسٹریٹ علاقہ بلیا ضلع گورکھ پور مع دیگر چٹھیات بابت کارگذاری ڈپٹی صاحب موصوف و نیز یک قطعہ چٹھی مرقومہ بریٹن صاحب کلکٹر واقع ۲۲ دسمبر ۱۸۵۷ء مع جواب محررہ ۲۴ ماہ مذکور بذریعہ چٹھی ہذا آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔

دفعہ دوم—میری رائے نہیں ہے کہ خیر الدین گورکھ پور کو تبدیل کیے جاویں۔ گورکھ پور کا انتظام کرنا مشکل نہیں معلوم ہوتا ، احتمال لڑائی کا بھی نہیں ہے ، کس واسطے کہ جس وقت فوج گورکھ پور بہ سرداری جنگ بہادر صاحب جنریل کے دریائے گندک سے عبور کرے گی ناظم مع اپنے

همراهیوں کے اودھ کو بھاگ جاوے گا - اگرچہ خیرالدین سپاھی آدمی ھے ، مگر وھاں ان کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ھوتی - علاوہ اس کے گورکھ پور میں سرد ست انتظام جدید جاری ھوگا اور اس باب میں ان کو دست گاہ بھی کم ھے - بدیں نظر ہمارے نزدیک بھی مناسب ھے کہ بدستور بلیا میں رھیں اور غازی پور کی جانب شرق جو ان کا علاقہ ھے اس کا انتظام انھی کا کام ھے اور اس بات میں بہت مستعد ھیں -

دفعہ سوم—اس غدر میں خیر الدین کی کارگذاری بہت عمدہ ھوئی اور سب حکام حتٰی کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو بھی پسند آئی - انھی کی کوشش سے رجمنٹ ٦٥ بگڑنے سے بچی - غرض کہ ان کی سعی اور جان فشانی حاکم ولایت زا سے کم نہیں ھے -

دفعہ چہارم—پس ھم کو آرزو ھے کہ سرکار بہادر ان کی ترقی بدرجہ اول ڈپٹی کلکٹری مشاھرہ پانچ سو روپیہ پر فرمائے اور اس ھنگامہ میں سرکار کو فیاضی زیبا ھے - کیا معنی کہ جیسا کچھ جلد بدخواھوں کو تدارک ھوتا ھے - ویسا ھی جلد نیک خواھوں کو انعام ھونا چاھیے - اگر ایسا نہ ھوگا تو اھل کاران جان فشان کم میسر ھوں گے -

دستخط - سی ٹکر صاحب کمشنر

ترجمہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ بنام صاحب کمشنر مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۷ء -

دفعہ اول—بہ جواب چٹھی مرقومہ ۲۸ ماہ حال نمبر ۳۸۰ آپ کو اطلاع دی جاتی ھے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے ترقی شیخ خیر الدین ڈپٹی میجسٹریٹ و کلکٹر درجہ سوم اوپر درجہ دوم بمشاھر مقررہ درجہ مذکور منظور فرمائی -

دفعہ دوم—صاحب لفٹنٹ گورنر کی رائے میں شیخ خیر الدین

مستحق ترقی درجہ اول کے ضرور ھیں ، مگر چونکہ اب تک
دو برس ان کو اس عہدہ پر نہیں گذرے لہٰذا یکایک درجہ اول
پر ترقی کرنا مناسب نہ ھوا ۔

دفعہ سوم—چونکہ بریٹن صاحب میجسٹریٹ گورکھ پور نے
درخواست کی ھے کہ خیر الدین ضلع گورکھ پور میں ھمارے پاس
تبدیل کیے جاویں ، لہٰذا تبدیلی ان کی بہ ضلع مذکور منظور
ھوئی ۔ اگرچہ اس ضلع میں لڑائی کا احتمال نہیں ھے ، مگر پھر بھی
نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کو احتمال بہت سے خرخشوں کا
ھے اور ذھن میں نہیں آتا کہ حکام وھاں کے سردست فرصت
بند و بست کی پاویں ۔ غرض برکیف مناسب ھے کہ درخواست
صاحب میجسٹریٹ بہادر ضلع گورکھ پور کی منظور کی جاوے ۔
بلکہ جس اھل کار کو صاحب موصوف معتبر اور معتمد جان کر
اپنی استعانت کے واسطے طلب کریں بھیجنا ھی مناسب ھے ۔

دستخط کرنیل اسٹریچی صاحب ۔ سیکرٹری گورنمنٹ

ترجمہ چٹھی صاحب کمشنر بہادر بنارس نمبری ٦ مرقومہ
٧ جنوری ١٨٥٨ء بنام شیخ خیر الدین ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی
میجسٹریٹ ۔

دفعہ اول—مجھ کو کمال خوشی ھے در باب بھیجنے نقل چٹھی
اپنی موسومہ گورنمنٹ مورخہ ٢٨ دسمبر ١٨٥٧ء اور نقل اول و
دوم و سوم جواب چٹھی مذکور کہ مشعر ترقی درجہ دوم
آپ کی ھیں ۔

دفعہ دوم—آپ کے اس حسن انتظام سے میں بھی کمال ھی
خوش ھوا ھوں ۔ یہ ترقی آپ کو مبارک ھو ۔

دستخط ۔ ایچ ۔ ٹکر صاحب کمشنر

ترجمہ چٹھی صاحب کمشنر گورکھ پور بنام سیکرٹری

گورنمنٹ ہند - مرقومہ ۲۲ مارچ ۱۸۵۷ء مقام امرڑہ -

دفعہ اول—درخواست شیخ خیر الدین مشعر تبدیلی ملک اودھ بہ ذریعہ اس چٹھی کے آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے - جیسی کچھ عمدہ کارگذاری ان سے عمل میں آئی ، اس کا بیان کرنا عین ہماری خوشی ہے -

دفعہ دوم—جب سے صاحب موصوف اس ضلع میں تشریف لائے کرنیل رو کرافٹ صاحب کے ھمراہ بہ طور افسر ملکی کے رہے اور لڑائی میں بھی موجود رہے اور سررشتہ جاسوسی صرف ان کی ذات سے متعلق تھا کہ بخوبی انجام دیا -

دفعہ سوم—ان کی خیر خواہی اور وفاداری پر ہم کو ایسا اعتماد اور اعتبار ہے جیسا اپنے عزیزوں پر ہوتا ہے - بہ قیاس کارگذاری سابق اغلب ہے کہ ملک اودھ میں بھی اچھی ہی کارگذاری ہو - چونکہ اس کے باشندے سپاہی پیشہ ہیں - لہٰذا بہ نسبت اہل قلم کے سپاہی پر زیادہ اعتبار رکھیں گے -

دفعہ چہارم—ہم چاہتے ہیں کہ درخواست ڈپٹی صاحب موصوف کی منظور فرمائی جاوے اور ترقی ان کی بدرجہ اول ملک اودھ میں کی جاوے - سابق میں بہ باعث کم ہونے کارگذاری دو سالہ ترقی اس درجہ سے باز رہی تھی - سو اب وہ امر بھی نہیں رہا اور دو برس پورے ہوگئے -

دستخط سی - جے وینگ فیلڈ صاحب کمشنر

ترجمہ چٹھی صاحب کمشنر گورکھ پور نمبر ۱۷۰ مرقومہ ۱۰ جون ۱۸۵۸ء بنام سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی -

دفعہ اول—سابق ایک قطعہ چٹھی بہ خدمت سیکرٹری گورنمنٹ فارن ڈیپارٹمنٹ میں بہ درخواست تبدیلی شیخ خیر الدین مقام اودھ روانہ کی گئی تھی اور حسب تصریح چٹھیات حاشیہ صاحب چیف

کمشنر بہادر سے استمزاج بھی کیا گیا تھا ۔ مگر اب معلوم ہوا
کہ اودھ میں درجہ اول اکسٹرا اسسٹنٹ کا عہدہ خالی نہیں ہے
لہٰذا صاحب موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر خیر الدین
موصوف درجہ دوم پر ترقی اپنی منظور کریں تو ممکن ہے چونکہ
اس صورت میں صرف پچاس روپیہ کی ترقی ہے ۔ لہٰذا شیخ صاحب
موصوف کو قبول اور منظور نہیں ہے ۔

دفعہ دوم۔۔اب دوبارہ آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ
تنخواہ ان کی بہ قدر پانچ سو روپیہ مقرر کی جاوے ۔ یعنی ڈیڑھ
دو سو روپیہ اضافہ کیا جاوے اور یہ اضافہ بنام مفاد پرسنل
الاونس یعنی تنخواہ ذات خاص قرار پاوے اور بملاحظہ چٹھی
ٹکر صاحب مرقومہ ۲۸ دسمبر ۱۸۵۷ء واضح ہے کہ صاحب کو
بھی اسی قدر ترقی ان صاحب کی مد نظر تھی ۔ علاوہ اس کے
دریافت ہوا ہے کہ پارسک صاحب اور سید محمد معین ڈپٹی کلکٹر
کی بھی ترقی اسی قدر ہوئی ہے ان کی کارگذاری خیر الدین کی
کارگذاری سے زیادہ نہیں ہے ۔

دفعہ سوم۔۔اور حکام نے بھی ان کی تعریف لکھی ہے ۔ ہم
بھی لکھتے ہیں اور شاہد ہیں کہ جب سے اس ضلع میں تشریف
لائے ہیں ۔ اچھے ہی کام کرتے رہے اور علاوہ کاروبار کچہری
کے نہایت جان فشانی سے لوگوں کی بدگمانی کو رفع کرکے مستعد
اصلاح اور خیر خواہی کرتے رہے ۔

دفعہ چہارم۔۔سررشتہ جاسوسی متعلقہ روکرافٹ صاحب جو
ان کے اہتمام میں تھا ۔ بہ وجہ احسن انجام دیا اور جب فوج اموڑہ
میں پہنچی اور لڑائی شروع ہوئی تب سے شریک جنگ رہے ۔

دفعہ پنجم۔۔ہم کو احتمال نہیں ہے کہ سرکار مکرر مہ کرر ۔
سعی شیخ خیر الدین سے ناراض ہوگی ، بلکہ یقین کامل اس امر کا

ہے کہ اگر ہم ایسے خیر خواہ ہندوستانی کی خیر خواہی مخفی رکھیں تو سرکار کو ناگوار ہو ، کس واسطے کہ بہ خلاف ان کے بہت سے اہل کار اس قسم کے باغی ہو گئے - لا جرم عمدہ کار گذاری مستحق انعام ہے -

دفعہ ششم—نقل اسناد و چٹھیات واسطے ملاحظہ کے روانہ ہوتی ہیں -

دستخط - سی جے وینگ فیلڈ صاحب کمشنر

ترجمہ چٹھی میور صاحب - سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی نمبری ۹۴۹ - مورخہ ۲۴ جون ۱۸۵۸ء بنام شیخ خیر الدین -

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر نے بہ عوض حسن کار گذاری ضلع گورکھ پور ترقی آپ کی اوپر درجہ اول بہ مشاہرہ چار سو پچاس روپیہ منظور فرمائی -

چٹھی وینگ فیلڈ صاحب چیف کمشنر اودھ سابق کمشنر گورکھ پور مرقومہ یکم اپریل ۱۸۵۹ء - مقام لکھنو - بنام سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی -

دفعہ اول—ارادہ یہ تھا کہ قبل چھوڑنے ضلع گورکھ پور کے از سر نو آپ کی خدمت میں عمدہ کار گذاری ایام غدر شیخ خیر الدین کی رپورٹ کرکے درخواست انعام کی کریں ، مگر فرصت نہ ہوئی -

دفعہ دوم— اگرچہ چٹھیات سابق میں جن کے ذریعہ سے ترقی ان کی بہ درجہ اول ہوئی ہے - حال حسن کار گذاری ان صاحب کا مشرح لکھا گیا ہے ، مگر دوبارہ بھی کچھ تذکرہ اس کا کیا جاتا ہے -

دفعہ سوم—یہ چٹھی تمام سال ۱۸۵۷ء میں ڈپٹی میجسٹریٹ ضلع بلیا کے رہے اور یہ علاقہ ضلع غازی پور میں شورہ پشت ہے

مگر ان صاحب نے اس علاقہ کو ایسا اپنی حمایت میں لیا کہ ذرا بھی نہ بگڑا ، چنانچہ بکنس صاحب کلکٹر اور مسٹر راس صاحب جج اور مسٹر ٹکر صاحب بہادر کمشنر بنارس نے بھی اس کارگذاری کو پسند فرمایا اور انھی صاحبوں کے ذریعہ سے ان کی ترقی بہ درجہ دوم ہوئی تھی -

دفعہ چہارم—فروری ۱۸۵۸ء میں تبدیلی ان کی ضلع گورکھ پور ہوئی کہ تمام سال مذکور همراہ بریگیڈیر روکرافٹ صاحب کے موجود رہے اور جب کہ فوج باغیوں کے مقابلہ کو جاتی تھی یہ صاحب بخوشی خاطر ساتھ جاتے تھے - علاوہ اس کے کاروبار فوجداری و کلکٹری علاقہ بسی اور انجام امورات سررشتہ جاسوسی میں نہایت سعی جمیل کرتے تھے -

دفعہ پنجم—بر وقت اجرائے اشتہار ملکہ معظمہ چند باغی حاضر ہوئے یعنی جب انھوں نے دلچسپ تقریر سے بدگمانی ان کی رفع کی تو نامی نامی باغی حدود ملک اودھ سے میعاد کے اندر حاضر ہوئے ان کے قول پر بہ نسبت ہمارے زیادہ تر اعتماد تھا -

دفعہ ششم—قدر و منزلت ان کی اطراف غربی ضلع کے زیادہ ہے اور نتیجہ اس کا یہی تھا جو ظہور میں آیا ہم نے جو اس ضلع کا انتظام کیا اور سرکار نے پسند فرمایا انجام اس کا اغلب بہ معاونت انھی صاحب کے تھا -

دفعہ هفتم—ابتدائے جنوری سن حال سے ہر دم فوج سینہ سرحد نیپال کے شامل رہے - صرف ایک بار چند روز کے واسطے مکان کو تشریف لائے تھے اور آج ہی ہم نے سنا ہے کہ لڑائی پندرہ ماہ گذشتہ مقام پتوال میں شریک فوج کرنیل کیلی صاحب کے تھے -

دفعہ هشتم—اگرچہ اس طور کے امور ان لوگوں سے نہیں

ہو سکتے مگر تاہم بلا خوف جان ایسی ایسی خطر ناک جگہ موجود رہے اور کاروبار متعلقہ اپنے کو بھی انجام دیتے رہے۔ غرض کہ ہم ان کے بڑے احسان مند ہیں ۔ اگر ان کے انعام اور ترقی کے واسطے سفارش نہ کریں تو کمال بے وفائی ہے لہٰذا ہم رپورٹ کرتے ہیں کہ بہ طور انعام ذمہ داری مشخصہ پانچ ہزار روپیہ عطا فرمائے جاویں ۔

دفعہ نہم ۔ چونکہ یہ صاحب پرانے سپاہی ہیں اور رجمنٹ ۲۴ میں مہمات کابل و پنجاب میں موجود رہے اور اس غدر میں بھی باغیوں کے ساتھ سرمو دریغ نہ کیا لہٰذا علاوہ ذمہ داری مذکور کے ایک قبضہ شمشیر مالیت دو ہزار روپیہ مرحمت فرمایا جائے ۔

دفعہ دھم ۔ ان صاحب کو ضلع بدایوں اپنے وطن میں لینا زمینداری کا مد نظر ہے ۔ ورنہ ملک اودھ میں متصل روھیل کھنڈ کے دی جاوے تو بھی مضائقہ نہیں ۔

دستخط سی ۔ جے ۔ وینگ فیلڈ صاحب

ترجمہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی نمبر ۱۵۱

مورخہ ۱۰ مئی ۱۸۵۹ء۔

بہ نام صاحب کمشنر ۔ گورکھ پور ۔

دفعہ اول ۔ نقل چٹھی وینگ فیلڈ صاحب سابق کمشنر ضلع گورکھ پور مشعر حسن کارگذاری شیخ خیر الدین احمد ڈپٹی میجسٹریٹ ضلع گورکھ پور بہ ذریعہ اس چٹھی کے آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے ۔ اس کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ شیخ خیر الدین ہر دم بہ دل و جان خیرخواھی اور بقائے انتظام سرکار میں ساعی رہے اور لڑائی اور خبر رسانی اور اور امورات اھم میں اپنی ھمت اور توانائی اور ھشیاری کام میں لاتے رہے ۔

دفعہ دوم - واضح ہو کہ مسٹر وینگ فیلڈ صاحب انصاف سے خود مقر ہیں کہ ہم نے انتظام ضلع میں ان کے باعث بڑی مدد پائی -

دفعہ سوم - تم کو ارشاد ہوتا ہے کہ شیخ خیرالدین کو مطلع کر دو کہ بہ لحاظ سفارش صاحب موصوف نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے تجویز فرمایا ہے کہ من جملہ دیہات مضبطہ زمینداری پانچ ہزار روپیہ سالانہ ان صاحب کو مرحمت ہو اور صاحب کمشنر روھیل کھنڈ سے دریافت کیا گیا ہے کہ اس قدر جائیداد مضبطہ ضلع بدایوں میں موجود ہے یا نہیں اور آپ ایک قبضہ تلوار قیمتی دو ہزار روپیہ واسطے شیخ صاحب موصوف کے خرید کیجیے اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی طرف سے ان کو سنا دیجیے کہ سرکار آپ کی اس کارگذاری سے بہت خوش اور انعام دینے میں بہت راضی ہے -

دفعہ چہارم - اور اس بات کی بھی اطلاع کر دینی چاہیے کہ آج ایک چٹھی بہ مراد عطا ہونے لقب خان بہادر آپ کے لیے بہ خدمت نواب گورنر جنرل بہادر بھیجی گئی ہے -

دستخط - جے - کوپر صاحب سیکرٹری گورنمنٹ

ترجمہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ ہند - مقام کلکتہ

نمبری ۳۳۹۵ - مورخہ ۳۱ مئی ۱۸۰۹ء -

بہ نام سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی - مقام الہ آباد

بہ جواب چٹھی نمبری ۷۵۰ مورخہ دسویں ماہ حال متضمن ترقی انعام شیخ خیر الدین احمد ڈپٹی میجسٹریٹ ضلع گورکھ پور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر نے تجویز لفٹنٹ گورنر بہادر منظور فرما کر ارشاد فرمایا کہ شیخ خیر الدین احمد کو خطاب خان بہادر کا دیا جاوے ، علاوہ

اس کے خلعت چھ پارچہ مع مالائے مروارید اور سر پیچ مرصع مرحمت کیا جاوے ، کہ سند مذکور بہ ذریعہ چٹھی ھذا آپ کی خدمت میں پہنچتی ہے -

دستخط - آرسیمسن صاحب سیکرٹری گورنمنٹ

ترجمہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی نمبری ۱۱۶۱ مورخہ ۷ جولائی ۱۸۵۹ء -

بہ نام صاحب کمشنر گورکھ پور

بصیغہ چٹھی سابق ۱۰ مئی سن حال - نقل چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ کلکتہ مرقوم ۳۱ مئی مع سند جس رو سے شیخ خیر الدین صاحب ڈپٹی میجسٹریٹ کو خطاب خان بہادر کا اور خلعت چھ پارچہ و مالائے مروارید و سر پیچ مرصع رو برو امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر سے عطا ہوا ہے بھیج کر لکھا جاتا ہے - کہ نواب صاحب موصوف ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ سند اور خلعت تمام تر تعظیم اور تکریم سے صاحب موصوف کو دربار عام میں دیا جاوے -

دستخط - ایف بی - اوترم صاحب نائب سیکرٹری -

نقل سند

مہر سرکار اعظم و اعلیٰ انگریز بہادر مختیار بالا طلاق نظم و نسق امور ممالک و جزائر ہند ۱۸۲۱ء -

سند خطاب خانی و بہادری بنام شیخ خیر الدین احمد خان بہادر ڈپٹی میجسٹریٹ قسمت گورکھ پور بخشیدہ بندگان نواب مستطاب معلی القاب نائب السلطنت و گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ -

ازاں جا کہ بتحریر گورنمنٹ مغربی و شمالی بہ دریافت رسید کہ ایشاں از آغاز بلوہ و فساد در اعانت سرکار باوقار انگریز بہادر

کوششہائے از حاضر ماندن بکار زار و رسانیدن اخبار باغیان اشرار بر روئے ظہور آوردہ اندوہم ہر امر صعب و مشکل کہ بایشاں تفویض شدہ بطیب خاطر و تمام تر دلاوری بتقدیم آں پرداختہ اند و ایں معنی موجب رضامندی و خوشنودی ایں جانب گردیدہ لا جرم از رہگذر عنایت و مکرمت خطاب خانی و بہادری مع خلعت فاخرہ بایشاں مبذول و مرحمت گردیدہ سند ہذا سمت امضا پذیر فتنہ شکے نیست کہ بازاء چنیں عطیہ عظمیٰ و موہبت کبری بیش از بیش در تقدیم حسن خدمت و خیرخواہی سرکار دولت مدار انگریزی کہ ہر آینہ منتج نتائج بہ برائے ایشاں خواہد بود خواہند کوشید و ایں سند را ذریعۂ فخر و اعزاز بین الامثال خویش خواہند شناخت - المرقوم سی و یکم ماہ مئی ۱۸۵۹ء -

العبد :- منشی محمد سعید خاں بہادر - میر منشی محکمہ معظمہ محشتمہ نواب گورنر صاحب بہادر دام حشتمہم -

ترجمہ سرٹیفیکیٹ عطائے بریگیڈیر رو کرافٹ صاحب

کمانیر گورکھ پور - مورخہ ۳۰ نومبر ۱۸۵۹ء

فروری ۱۸۵۸ء میں بجائے مسٹر نکسن صاحب قائمقام ڈپٹی میجسٹریٹ واسطے رسد رسانی و انتظام سر رشتہ جاسوسی کے تعیناتی شیخ خیر الدین صاحب بہادر ڈپٹی میجسٹریٹ ضلع گورکھ پور بہ طور افسر ملکی ہمارے پاس ہوئی تھی - صاحب موصوف مقام مہیسر متصل دریائے گھاگرہ حاضر ہوکر مہینہ مئی تک سفر میں اور دسمبر سن مذکور تک حضر میں شامل فوج کے ہر ایک طرح کی کوشش اور ہماری اعانت کرتے رہے بلکہ جو لڑائی باغیوں سے پیش آئی اس میں بھی موجود رہے اور صدہا وقت سے معتبر معتبر خبریں حاصل کرتے رہے - خصوصاً جنگ اموڑہ کہ ۵ مارچ کو واقع ہوئی انھی کی خبر رسانی پر سامان اور مدار جنگ کیا

گیا تھا اور اس جنگ میں مخالفوں کے ساتھ کئی راجا اور بابو پندرہ ہزار فوج اور نو ضرب توپ تھیں اور ہمارے پاس صرف بارہ سو فوج اور چار توپیں تھیں - باوجود اس کے مخالفوں نے شکست فاش اٹھائی کہ پانچ سو آدمی ان کے مارے گئے - اور آٹھ ضرب توپ مع دیگر سامان حرب سرکار کے ہاتھ لگا - اسی سبب سے ضلع گورکھ پور پر کہ مال دار اور بڑا ضلع ہے محمد حسین ناظم کی بربادی سے محفوظ اور ماسون رہا اور نیز مواضعات گرد و نواح مثل چنپارن و سارن و ترھوٹ بھی امن میں رہے - ابتدائے مئی لغایت اکتوبر ہنگام سفر بہ مقام بستی. باوجود کار کچہری انعام مہمات سر رشتہ جاسوسی میں بھی بہت مستعد اور سرگرم رہے اور جبکہ تھوڑی سی فوج مقابلہ باغیوں کو جاتی تھی تو ہم ان کو بھی ہمراہ کر دیتے تھے -

دفعہ دوم - وینگ فیلڈ صاحب بہادر سابق کمشنر گورکھ پور حال چیف کمشنر اودھ بھی شیخ خیر الدین کی کارگذاری سے راضی رہے اور ان کی جاں فشانی اور حسن کارگذاری تحریر فرما چکے ہیں اور کوشش بلیغہ در باب اجرائے اشتہار ملکہ معظمہ اور سعی مرفورہ کے جہت بقائے انتظام ضلع ان سے عمل میں آئی زیب تحریر کر چکے ہیں حکام ضلع مذکور اور ٹکر صاحب کمشنر غازی پور ان صاحب سے بہت رضامند رہے - ماہ مارچ و اپریل ۱۸۵۹ء میں ہمراہ فوج کرنیل کیلی صاحب موجود تھے - ۲۵ مارچ مقام بتوال کی لڑائی میں کہ علاقہ نیپال میں ہوئی شامل تھے - سابق میں یہ صاحب رجمنٹ ۲۰ میں بعہدہ حوالدار میجر کے تھے - کمال کوشش سے لکھنا پڑھنا انگریزی حاصل کیا اور اس پلٹن کے ساتھ سمہم کابل اور پنجاب میں موجود تھے - بناء علیہ ان کی خیرخواہی اور دلیری اور حسن کارگذاری سے

سرکار نے بھی منصب اور جاگیر ایک شمشیر اور خلعت مع لقب خان بہادر مرحمت فرمایا -

دستخط - ایف رو کرافٹ صاحب بریگیڈیر

تتمہ

ہمارے ان چند صفحوں کو جن میں مذہبی گفتگو ہے - میرے دوست ایک مولوی نے دیکھا اور بہت پسند کیا - اور کئی عمدہ عمدہ روایتیں مذہبی میرے سامنے پیش کیں اور فرمایا کہ اگر یہ بھی اس میں مندرج ہوتیں تو بہت اچھا ہوتا - اس لیے میں بہ کمال خوشی ان روایتوں کو اس تتمہ میں مندرج کرتا ہوں اور اپنے دل کو نہایت مبارکی دیتا ہوں کہ ہمارے مذہب کے عالم میری تحریر کو پسند کرتے ہیں -

صفحہ ٦ میں اس بات کا ذکر ہے کہ بسبب مغلوب ہونے اہل روم کے جو عیسائی تھے مسلمانوں کو غم ہوا - اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فارس والوں پر عیسائیوں کو فتح دینے سے مسلمانوں کو خوش کریں گے اور اس کی سند میں جارج سیل صاحب کے ترجمہ کی عبارت نقل کی ہے - اس مقام پر جارج سیل صاحب لکھتے ہیں کہ ظن قوی ہے کہ عرب کے لوگ بھی ان سے مخوف تھے کیونکہ ان کا ملک بھی یہود کے ملک کے قریب تھا -

واضح ہو کہ مسلمانوں کے تئیں عیسائیوں کے مغلوب ہونے میں اس سبب سے غم نہ تھا کہ مسلمانوں کا ملک یہود کے ملک کے قریب تھا اور بسبب اپنے ملک کے اندیشہ کے وہ لوگ خوف اور غم کرتے تھے -

نہیں بلکہ مسلمان عیسائیوں سے جو اہل کتاب تھے مذہبی انس اور محبت اور اتحاد اور مناسبت رکھتے تھے، اس لیے ان کو غم تھا - چنانچہ اس کی تفصیل ہماری مذہبی کتابوں میں

بخوبی مندرج ہے -

تفسیر بیضاوی - روی ان فارس غزوا الروم فوافوھم باذرعات و بصری و قیل بالجزیرۃ وھی ادنیٰ ارض الروم من الفرس فغلبوا علیھم و بلغ الخبر مکۃ ففرح المشرکون و شتموا بالمسلمین و قالوا انتم و النصاری اھل کتاب و نحن و فارس امییون فقد ظھر اخوافنا علی اخوانکم فلنظھرن علیکم -

ترجمہ یعنی کلام اللہ کی تفسیر میں جس کا نام بیضاوی ہے یہ لکھا ہے کہ ان آیتوں کے اترنے کا یہ حال ہے کہ فارس نے روم پر چڑھائی کی - دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا - اذرعات اور بصری میں بعضوں نے کہا کہ ایک جزیرہ پر جو سرحد ہے روم و فارس کی - پھر فارس غالب ہوئے روم پر اور پہنچی یہ خبر مکہ میں تب خوش ہوئے مشرک اور برا کہا مسلمانوں کو اور کہا کہ تم اور عیسائی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارس بے کتاب ہیں - پس غالب ہوئے ہمارے بھائی تمھارے بھائیوں پر - پس ہم بھی غالب ہوں گے تم پر -

تفسیر معالم التنزیل سبب نزول ھذہ الآیۃ علی ما ذکرہ المفسرون انہ کان بین فارس و الروم قتال و کان المشرکون یودون ان یغلب فارس الروم لان اھل فارس کان مجوسیاً امیین و المسلمون یودون غلبۃ الروم علی فارس لکونھم اھل للکتاب فبعث کسری جیشا الی الروم و استعمل علیھا رجلا یقال لہ شھریراز و بعث قیصر جیشاً علیھم رجل یدعی یعتمس فالتقیا

باذرعات و بصریٰ و ھی ادنی الشام الی ارض العرب و العجم فغلب فارس الروم فبلغ ذالک المسلمون بمکة فشق علیھم و فرح به کفار مکة و قالو المسلمین انکم اھل کتاب و النصاریٰ اھل کتاب و نحن امیییون وقدظھر اخوانناَ من اھل فارس علیٰ اخوانکم من اھل الروم و انکم ان قاتلتمونا لنظھرن علیکم نانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الایات ۔

ترجمہ ۔ یعنی قرآن کی تفسیر میں جس کا نام معالم ھے ۔ یہ لکھا ھے کہ اس آیت کے اترنے کا سبب یہ ھے کہ روم اور فارس میں لڑائی تھی ۔ اور مشرک چاھتے تھے غلبہ فارس کا روم پر ، کیونکہ فارس والے مجوسی تھے بے کتاب اور مسلمان چاھتے تھے غلبہ روم کا فارس پر کیونکہ روم والے اھل کتاب تھے ۔ پس کسریٰ فارس کے بادشاہ نے ایک لشکر روم پر بھیجا اور جس کو اس پر سردار کیا اس کا نام تھا شھریراز اور قیصر روم نے بھی لشکر بھیجا اور اس پر ایک شخص کو سردار کیا جس کا نام تھا یحنس پھر دونوں لشکر مقابل ھوئے اذرعات اور بصریٰ پر کہ وہ سرحد شام کی ھے درمیان عرب اور عجم کے ، پھر فارس نے روم پر فتح پائی ۔ جب یہ خبر مکہ میں مسلمانوں کو پہنچی تو ان کو افسوس ھوا اور خوش ھوئے مکہ کے کافر اور مسلمانوں سے کہا کہ تم بھی اھل کتاب ھو اور نصاریٰ بھی اھل کتاب ھیں اور ھم بے کتاب ھیں ، پس غالب ھوئے ھمارے بھائی فارس والے تمھارے روم والے بھائیوں پر اور اگر تم ھم سے لڑو تو ھم بھی تم پر غالب ھوں ، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں بھیجیں جن میں یہ وعدہ کیا کہ ھم عیسائیوں کو فتح دینے

سے مسلمانوں کو خوش کریں گے -

۱۴ صفحہ میں ہم نے یہ بات لکھی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان جو ہماری گورنمنٹ کے ستامن ہیں ، مذہب کے بموجب جہاد نہیں کر سکتے اور اس کے ثبوت پر چند مذہبی کتابوں سے ہم نے سندیں لکھی ہیں ، مگر ہمارے دوست ان مولوی نے قرآن کی آیت سے اس مطلب کو بخوبی ثابت کیا ، چنانچہ ہم اس کو یہاں بیان کرتے ہیں -

القرآن - سورۃ القصص - آیت ۱۵ ، ۱۶ -

ودخل المدینة علی حین غفلة من اھلھا فوجد فیھا رجلین یقتتلان ھذا من شیعتة وھذا من عدوہ فاستغاثہ الذی من شیعتة علی الذی من عدوہ فوکزہ موسیٰ فقضیٰ علیہ قال ھذا من عمل الشیطان انہ عدو مضل مبین قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفرلہ انہ ھو الغفور الرحیم -

ترجمہ :- اور آیا موسیٰ شہر میں یعنی مصر میں جس وقت بے خبر ہوئے تھے وہاں کے لوگ پھر پائے اس میں دو مرد لڑتے - یہ اس کے رفیقوں میں اور یہ اس کے دشمنوں میں - پھر فریاد کی آس پاس اس نے جو تھا اس کے رفیقوں میں پھر مکا مارا اس کو موسیٰ نے - پھر اس کو تمام کیا - بولا یہ ہوا شیطان کے کام سے - بے شک وہ دشمن ہے بہکانے والا - صریح بولا - اے رب میں نے برا کیا اپنی جان کا - سو بخش مجھ کو پھر اس کو بخش دیا - بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان -

یہ قصہ توریت مقدس میں بھی ہے دیکھو کتاب خروج باب ۲ درس ۱۲ ، ۱۳ -

جس شخص کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدد کی وہ عبری تھا مسلمان اور جس کو مار ڈالا وہ مصری تھا کافر - اب ہمارے مذہب کے بموجب یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حالت لڑائی میں کافر کے مار ڈالنے سے حضرت موسیٰ نے کس لیے اپنے تئیں گنہ گار جانا اور خدا سے بخشش چاہی -

اس کی وجہ تفسیر مدارک میں یہ لکھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصریوں کے امن میں تھے - ان کے تئیں کسی کا قتل کرنا درست نہ تھا - پس قرآن سے ثابت ہوا کہ مستامن کو ان لوگوں سے لڑنا یا ان کا قتل کرنا جن کے امن میں ہے درست نہیں اب اس مقام پر ہم تفسیر مدارک کی عبارت نقل کرتے ہیں -

تفسیر مبارک - و انما جعل قتل الکافر من عمل الشیطان و سماہ ظلما لنفسہ و استغفر منہ لانہ کان مستامناً فیھم فلا یحل لہ قتل الکافر الحربی -

ترجمہ :- یعنی کلام اللہ کی تفسیر میں جس کا نام مدارک ہے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے کافر کے قتل کو جو شیطان کے کام سے بتایا اور اس کا نام رکھا ظلم اپنی جان پر اور اپنی بخشش چاہی اس سے آن کا مطلب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ مصریوں کے امن میں تھے اس لیے حضرت موسیٰ کو اس کافر کا مارنا درست نہ تھا -

۱۷ صفحہ پر میں نے لکھا ہے کہ جب کوئی بادشاہ اپنے زور سے غلبہ پاوے تو اس کی اطاعت کے لیے اس بادشاہ کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے اور اس کی سند میں تاتارخانی سے ملتقط کی روایت نقل کی ہے - ان ہمارے دوست مولوی صاحب نے بیان کیا

کہ در مختار نے اس سے بھی زیادہ صراحت سے اس مضمون کو لکھا ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے ۔

فتاویٰ در مختار :۔ ان غلبوا علی اموالنا و لو عبدا مومنا و احرزوھا بدارھم ملکوھا و یفترض علینا اتباعھم ۔

یعنی در مختار میں ہے کہ اگر غیر مذہب کے لوگ مسلمانوں پر غالب آویں اور ان کا مال اور ان کے مسلمان غلام پکڑ کر اپنے ملک میں لے جاویں تو وہ غیر مذہب والے اس مال کے اور مسلمان غلاموں کے مالک ہو جاتے ہیں اور فرض ہے ہم پر اطاعت ان کی ۔

غرض کہ اب ہمارے پاس اس رسالے کے پڑھنے والوں کو بخوبی ثابت ہو گیا ہوگا کہ اس ہنگامہ فساد ۱۸۵۷ء کو مسلمان کے مذہب کی طرف نسبت کرنا محض غلطی ہے ۔

اشتہار

یہ رسالے فروخت ہوتے ہیں ۔ قیمت ہر ایک رسالہ کی دو روپیہ ہے ۔ جس شخص کو خریداری منظور ہو دس روپیہ پانچ رسالوں کی قیمت پیشگی بھیج کر مصنف سے طلب کرے ۔ جو رسالے چھپ چکے ہیں وہ فی الفور بھیجے جاویں گے اور باقی بر وقت چھپنے کے پہنچیں گے ۔

جو مسلمان لوگ اس ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں ہماری گورنمنٹ کے خیرخواہ رہے ہیں ۔ ان کو چاہیے کہ اپنا حال اور اصل یا نقل صحیح اپنی چٹھیات اور سرٹیفیکیٹ اور رپورٹوں کی ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان کا تذکرہ اپنے رسالوں میں لکھیں گے ۔

اگرچہ میرے پاس بہت سے مسلمان خیرخواہوں کے حال آئے ہوئے رکھے ہیں اور مجھ کو دو ایک اور گفتگوئیں بہت عمدہ اسی مضامین پر لکھنی ہیں ، لیکن اب میں اس رسالہ نمبر دوئم کو ختم کرتا ہوں اور آئندہ رسالہ میں اور خیرخواہوں کے حالات اور وہ گفتگو جو مجھ کو لکھنی ہے لکھوں گا ۔

حالات خیر خواہان مسلمانان

نمبر سوم

ان دنوں میں مسٹر لانسلاٹ اڈیسن کی کتاب میرے مطالعہ میں تھی - اس کتاب میں میری نگاہ سے ایک عہد نامہ گذرا جو مسلمانوں اور عیسائیوں میں اگلے وقت میں ہوا تھا - میں اس عہد نامہ کو بجنسہ نقل کرتا ہوں اور اپنے رسالہ کے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ اگر کسی عربی تاریخ میں اس عہد نامہ کا ذکر ان کی نگاہ سے گذرا ہو تو مجھے مطلع فرمایں -

تفصیل عہد پیمان

جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں سے کیا اور اصل اس کی ایک مناستری جو اوپر پہاڑ کارمل کے متصل پہاڑ لبنس کے ہے برآمد ہوئی اور وہ جگہ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے - بعضے یہ بھی کہتے ہیں کہ اصل اس کی کتب خانہ شاہ فرانس میں بھیج دی گئی تھی -

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغمبر خدا ہیں اور واسطے تعلیم کرنے انسانوں کے اور مشتہر کرنے کلام راست خداوند کریم کے تختہ زمین پر وارد ہوئے انھوں نے اس مراد سے کہ مذہب عیسائی بھی جو خدا کی طرف سے ہے قائم رہے اس کو تحریر کیا - اور جملہ باشندگان مابین مشرق اور مغرب کو خواہ اپنے ہوں یا بیگانہ یا دور ہوں یا نزدیک - واقف ہوں یا ناواقف یہ کلمہ بطور عہد پیمان کے سپرد کیا جاتا ہے تاکہ اس پر بحث ختم

هووے اور اس کے مطابق انصاف کیا جاوے اور سب لوگ اسی کے موافق کار بند ہوں ۔ اگر کوئی مسلمان اس کی تعمیل میں نافرمانی کرے گا اوز ہمارے حکم کو بجا نہیں لاوے گا تو واضح رہے کہ وہ منحرف خدا سے ہوگا خواہ بادشاہ ہو یا فقیر ۔

اور یہ عہد پیمان حسب منشاء عیسائیوں کے تحریر کیا ہے اور اپنے نام میں اور اپنی امت میں جو امام اور ہادی اور ولی گذر گئے اور آئندہ کو ہوں گے ۔ یہ عہد نامہ بہ طور کامہ خدا و پیغمبر کے قائم کیا گیا ۔

اور مراد ہماری یہ ہے کہ یہ عہد پیمان از راہ ایمان قائم رہے ۔ جیسا کہ مذہب اور جیسا کہ فرشتہ و ولی و صلحا تعمیل احکام خداوند کریم کرتے ہیں ۔ ویسے ہی اس کی بھی تعمیل رہے اور از روئے اس پیمان کے ہم اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ جو حاکم لوگ ان کے ہمارے ملک میں باشندہ ہیں ان کو ہم امن دیں گے ۔ اپنی فوج سوار پیادہ سے اور نیز اپنے فرقہ کے لوگوں سے اور ان کے مخالفوں سے ہم ان کو بچاویں ۔ گو کہ دور ہوں یا نزدیک اور لڑائی اور چین میں ان کی محافظت کریں گے اور ان کی عبادت گاہ و مقام کعبۃ اللہ شریف اور خانقاہ وغیرہ گو کہ پہاڑ پر ہو یا زمین پر ، یا اندر زمین کے ، یا ریت پر ، یا کیسا ہی مکان ہو اور ان کے مذہب کو اور ان کی جائداد کو ۔ جہاں موجود ہو خواہ زمین پر ، خواہ سمندر پر ، مشرقی یا مغربی ، ایسا ہی ان کو رکھیں گے جیسا کہ ہم اپنے تئیں رکھتے ہیں اور اپنے لوگوں کو جو ایمان دار ہیں اور از روئے اس عہد پیمان کے اس بات کا بھی ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہر طرح کی صعوبت و مزاحمت و حملہ سے ان کو پناہ میں رکھیں گے اور جو ان کے اور ہمارے دشمن

هوں گے ان سے مستعد مقابلہ کے ہوں گے ۔ بذات خود اور اپنے و باشندگان ملک کے ۔ کس واسطے جبکہ ہم ان پر سردار مقرر کیے گئے تو ہم پر لازم ہے کہ ہر مصیبت سے ان کو امن میں رکھیں اور کسی طرح کی مشکل ہو اول ہم پر آوے جب ان پر پڑے ۔ کس واسطے کہ ہم سب ایک ہی کام پر مستعد ہیں اور یہ بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ کسی طرح کی تکلیف بہ باعث قرضہ یا محصول سب طرح سے ان کو محفوظ رکھیں اور جس طرح کا دینا ان کو منظور ہو اسی قدر دیویں ۔ تاکہ کوئی ان سے مزاحمت نہ کرنے پاوے ۔

جو شخص بشپ ۔ یعنی پادریوں کا پیشہ رکھتا ہو وہ اپنے علاقہ سے جدا نہیں ہونے پاوے گا اور نہ کوئی عیسائی جبراً اپنے مذہب کو ترک کرنے پاوے گا ۔ اور نہ کوئی منکہ یعنی درویش اپنے پیشہ سے جدا ہوگا اور نہ کوئی حاجی اپنے حج کے کام میں مزاحمت پاوے گا اور نہ کوئی فقیر اپنے حجرہ میں ایذا پاوے گا اور نہ کوئی مکان عبادت گاہ کا مسمار کر کے مسجد بنائی جاوے اور واضح رہے کہ جو کوئی شخص اس عہد نامہ سے بر خلاف کرے گا تو وہ پیغمبر خدا سے مخالف ہوگا اور کسی طرح کا محصول اوپر درویش اور پادریوں کے پیشواؤں سے نہ لیا جاوے گا اور نہ کسی سے جس پر واجب الطلب نہ ہو ہاں اگر وہ خود دیوے تو مضائقہ نہیں اور تجارو جوہری و فروشندہ طلا و نقرہ وغیرہ دیگر متمول عیسائیوں سے صرف بقدر مقدار مناسب محصول لیا جاوے گا ۔ زیادہ حیثیت سے نہ لیا جاوے گا اور بارہ شلنگ یعنی چھ روپے سکہ کلدار سے زیادہ سال تمام میں نہ لیا جاوے گا اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ محصول ان لوگوں سے واجب الطلب ہوگا جو باشندہ شہر کے ہوں اور نہ مسافروں اور

نہ پردیسیوں سے ، صرف اس حالت میں لیا جاوے گا جو جائداد
اور ملک رکھتے ہیں کہ جس پر بادشاہ کو خراج دینا لازم ہو
مگر حیثیت سے زیادہ نہیں۔

اور رفیقوں پر یہ ضرور نہیں ہوگا کہ ہمراہ مسلمان کے ان کے
دشمنوں سے جنگ کرے ۔ کس واسطے یہ کام رفیقوں پر لازم
نہیں ہے کہ جنگ کے معاملہ میں شریک ہوں ۔ بلکہ خاص کر
مطلب اس عہد نامہ کا یہ ہے کہ ان لوگوں پر ظلم نہ ہووے
اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان کی حفاظت کریں اور امن میں
رکھیں ۔ لہذا ان لوگوں سے امداد واسطہ مقابلہ غنیم کے واسطے
پیادہ یا سواران کے طلب نہیں کی جاوے گی لیکن جو وہ از خود
مدد میں شریک ہوں تو مضائقہ نہیں اور جو ایسا کریں گے
ان کے واسطے انعام بھی ہوگا اور لازم ہے کہ کوئی مسلمان عیسائی
کو تنگ نہ کرے ۔ کسی طرح کی ان کو ایذا نہ پہنچاوے ۔
بہر کیف مہربانی اور درستی کے پیش آوے ۔

اگر کسی عیسائی سے کوئی قصور سر زد ہووے تو مسلمان
پر واجب ہوگا کہ اس کی مدد میں شریک ہوں اور سفارش کریں
اور ضامن ہوں و بہ صورت مناسب اس کی خطا معاف کرا دیں و
بعوض خون کے بھی جان بخشی ہو کر اس سے تاوان لیا جاوے۔
نہ ہو کہ اس سے جدا ہو کر بلا درد چھوڑ دیویں کس واسطے
ان لوگوں کے ساتھ عہد نامہ خدا کا ہوا ہے ۔ پس مناسب ہے کہ
ہر ایک مصیبت اور آرام میں شریک رہیں ۔

بہر حال بموجب اس عہد نامہ کے واجب ہے کہ ہر طرح کے
رنج سے ان لوگوں یعنی عیسائیوں کو امن میں رکھو اور نیک
کام ان کے ساتھ کرو اور شفقت سے پیش آؤ ۔ کس واسطے کہ
یہ عہد نامہ اگرچہ بدرخواست عیسائیوں کے قرار پایا ہے مگر

بہر کیف مناسب اور واجب ہے لہٰذا اس کو برقرار رکھنا سب پر لازم ہے - ہر حالت میں مسلمان لوگ ان کے ساتھ رہیں اور رنج اور راحت میں شریک رہیں -

اس بات پر کمال لحاظ رکھنا چاہیے کہ در باب شادی کے کسی طرح کی زیادتی ان لوگوں کے ساتھ عمل میں نہ آوے - یعنی مسلمان کو نہ چاہیے کہ جبراً ان کی دختر ان سے شادی کریں - اگر ایسا پیغام ہووے بھی واسطے شادی دختر یا پسر - اور وہ انکار کرے تو بہ باعث اس انکار کے کچھ سختی ان کے ساتھ نہ کرے - کس واسطے کہ یہ امر اختیاری ہے اور رضامندی پر منحصر ہے -

اگر ایسا ہووے کہ عورت عیسائی مسلمان کو خاوند کر لیوے تو اس خاوند کو لازم ہے کہ ہرگز اس کے مذہب میں خلل انداز نہ ہو - بلکہ اس عورت کو اختیار ہوگا کہ موافق اپنے مذہب اور حسب تعلیم اپنے پادری کے کار منصبی مذہبی میں کار بند رہے - بلا ہرج و مزاحمت کسی طرح کے -

پس خاوند کو نہ چاہیے کہ بہ باعث طلاق دے دینے یا خوشامد کے اس کو واسطہ چھوڑ دینے مذہب ترغیب کرے - اگر برخلاف حکم کے کرے گا - تو عہد پیمان پیغمبر خدا سے دشمنائی کرے گا اور کلام خدا کو ناچیز سمجھے گا تو کافر ہوگا -

علاوہ اس کے جس وقت عیسائی لوگ اپنے مکانات عبادت گاہ کو مرمت کیا چاہیں اور ضرورت امداد مسلمانوں کی ہو تو مسلمان کو چاہیے کہ حسب حیثیت ان کے مدد میں شریک ہوں - اس نیت سے نہ ہوں کہ جو دیویں پھر وہ واپس پاویں گے - بلکہ نذر اللہ تاکہ ثابت ہو - کہ وہ ان کے مذہب کے برخلاف نہیں

ہے اور نیز اس خیال سے کہ اس طرح کے کرنے میں بجا آوری احکام خدا و رسول ہے ۔ اگر عیسائی مسلمانوں کے بیچ میں رہتے ہوں تو ان کو ایذا نہ پہنچاویں اور جبراً کسی طرح کا بیگاری کار ان سے نہ لیویں مثلاً خط پہنچانا ۔ یا راہ بتلانا اور واضح رہے اگر کوئی اس طرح پر ان سے پیش آوے گا ۔ تو وہ ظالم متصور ہوگا اور دشمن پیغمبر خدا ۔

غرض کہ یہ عہد نامہ جب شرائط بالا کے قرار پایا ہے ۔ مابین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا و عیسائیوں کے اور عیسائیوں کی جانب سے تعمیل شرائط مفصلہ ذیل ان پر مناسب ہے ۔ کوئی سپاہی جو مسلمانوں کا غنیم ہووے عیسائی اسے اپنے مکان میں خفیہ یا علانیہ آنے نہ دیویں اور نہ اس کی خاطر کریں ۔ نہ ان لوگوں کو جو مسلمانوں کے دشمن ہوں ۔ بہ حالت مسافری اپنے مکان میں نہ ٹھہراویں ۔ نہ اپنی عبادت گاہ میں اور نہ خفیہ ان کے دشمنوں کو مدد دیویں ۔ ہتیار یا گھوڑے یا اور سامان جنگ سے اور نہ ان کے پاس کسی طرح کی آمد و رفت رکھیں ۔ از روئے تحریر یا اقرار نامہ ، مگر ایام جنگ میں لازم ہوگا ۔ عیسائیوں کو اس میں جا رہیں اور حفاظت کریں اپنی اور اپنے مذہب کی ۔

اور ان کو لازم ہوگا کہ مسلمان مسافر اور ان کے جانور کو تین روز تک اپنے پاس ٹھہراویں اور خورد و نوش سے خاطر کریں اور ان کو مصیبت اور تکلیف سے پناہ دیویں ۔ اگر کسی مسلمان پر ایسی مصیبت پڑے کہ اس کو رو پوش ہونا ضرور ہو تو اس کو اپنے مکان میں پناہ دیویں اور آرام سے رکھیں ۔ نہ اس کے دشمن کے پاس اس کو پہنچاویں یا اس کی مخبری کریں ۔ غرض کہ اسی طور پر دیانت اور امانت سے چاہیے کہ

عیسائی مطابق ان شرائط کے عمل در آمد کرتے رهیں - اگر کوئی امر بر خلاف اس کے وہ کریں گے تو جس قدز آرام ان کے واسطے از روے اس عہد نامه کے تجویز کیا گیا ہے وہ ضبط کر لیا جاوے گا پھر مستحق نه هووینگے حاصل کرنے ان باتوں کے جو نسبت ان کے پادریوں کے لکھا گیا ہے اور نیز ان لوگوں کو جو اهل قرآن پر ایمان رکھتے هیں -

لہذا هم اپنے ایمان داروں کو از روئے ایمان یه بات قرار دیتے هیں - باسم خدا اور اس کے پیغبر کے که اس عہد نامه کی شرائط کو بھر کیف برقرار رکھیں گے اور تعمیل اس کی کریں گے - جب تک دنیا قائم ہے اور اس فرماں برداری کے عوض پیغمبر خدا سے ثمرہ پاویں گے اور عاقبت تک اس قول اقرار پر قائم رهیں -

واضح رہے که یه عہد پیماں به گواهی اشخاص مفصله ذیل کے تحریر پائی -

ابو بکر بن قحافه رضی الله عنه - عمر بن خطاب رضی الله عنه عثمان بن عفان رضی الله عنه - علی بن ابو طالب کرم الله وجه - معاویه بن سفیان - اصحاب پیغمبر خدا - تحریر کننده اول روز چاند کے چوتھے سهینه هجری مقام مدینه خدا خوش رکھے ان لوگوں کو جن کی گواهی اس پر تحریر هوئی اور سایه رہے خدا کا ان پر جو اس کے مطیع هیں - یه عہد نامه منتخب کیا گیا ہے اس کتاب سے جس کا نام ہے تواریخ حال شروعات قوم محمدی -

اور راقم ہے اس کا وہ شخص جنھوں نے یہودی کے حال کی تواریخ لکھی ہے اور نام ان کا لانس لٹ اڈیسن صاحب ۱۶۹۷ء میں مسٹر جارج تھارپ صاحب نے اس کتاب کو مطبع کیا تھا -

شیخ تاج الدین

یه وہ صاحب هیں جن کا ذکر مسٹر سانڈرس صاحب نے

اپنے سرٹیفکیٹ موسومہ منشی امام الدین تحصیلدار مراد آباد میں لکھا ہے اور جس کی نقل ہمارے رسالہ نمبر دو کے صفحہ ۴۸ میں مندرج ہے -

جب غدر ہوا تو یہ صاحب مراد آباد میں رام گنگا کے پل کے داروغہ تھے - جب رام پور کے پٹھان بدمعاشوں کے غول نے فساد مچانے کے ارادہ سے مراد آباد میں آنا چاہا اور رام گنگا کے بائیں کنارے تک آ پہنچے تو جان کری کرافٹ ولسن صاحب ان کے مقابلہ کو روانہ ہوئے - یہ صاحب گھاٹ پر سے ان کے ساتھ ہوئے اور ان بدمعاشوں سے بہ مقابلہ پیش آئے - بہادر خاں جو سرکردہ ان بدمعاشوں کا تھا - اس نے مسٹر ولسن صاحب پر حملہ کیا - عین حملہ کرنے میں شیخ تاج الدین نے نہایت دلاوری سے دو زخم کاری تلوار کے اس کو مارے اور اس کو گرا دیا - ان بدمعاشوں کے سردار کا یہ حال ہوتے ہی وہ سب بھاگ نکلے - پانچ آدمی ان کے گرفتار ہوئے اور اس افسر کی دلاوری سے جو فساد کہ ان مفسدوں نے کرنا چاہا تھا نہ ہونے پایا -

سرٹیفکیٹ جو اس افسر کو دیے گئے - ان میں یہ بات لکھی ہے کہ اس افسر نے بہادر خاں کے تلوار اس وقت ماری جب کہ اس پر ایک سپاہی رجمنٹ ۲۹ جربہ کر چکا تھا - مگر اصلیت اس معاملہ کی یہ ہے کہ اسی افسر نے اس کو زخمی کر کر گرایا - کسی سپاہی کا اس میں شمول نہ تھا - سپاہی کا ذکر ایک اور سبب سے لکھا گیا ہے - جس کو مسٹر ولسن صاحب بہادر خوب جانتے ہیں -

یہ وہی ہنگامہ ہے - جو مراد آباد میں جہاد قائم ہونے کے نام سے مشہور ہے - مگر جو لوگ عقلمند ہیں وہ دیکھیں گے کہ خود مسلمان اس ہنگامہ کے برخلاف مقابلہ اور مقاتلہ اور محاربہ

پر موجود تھے اور اس بات سے خود سمجھ لیں گے کہ آیا انصاف اجازت دیتا ہے کہ اس قسم کے بدمعاشوں کے ہنگاموں کو مسلمانوں کا مذہبی جہاد کہا جاوے -

بہ عوض اس خیرخواہی کے گورنمنٹ نے اس افسر کی بہت عزت کی اور قدر کی اور داروغگی پل سے اوپر عہدہ تھانیداری کاشی پور کے ترقی کی اور دو ہزار روپیہ نقد انعام میں مرحمت فرمایا -

اب اس مقام پر ہم اس افسر کے سرٹیفیکیٹوں اور رپورٹوں کی جو حکام نے مرحمت فرمائے بعینہ نقل کرتے ہیں -

ترجمہ سرٹیفیکیٹ سانڈرس صاحب بہادر مورخہ ۱۸ مارچ ۱۸۵۹ء -

مقام دہلی -

مجھ کو کمال خوشی ہے در باب تصدیق اس امر کے کہ آخر ماہ مئی اور ابتدائے ماہ جون ۱۸۵۷ء میں جب غدر شروع ہوا - پہلے بگڑ جانے پلٹن ۲۹ کے امام الدین کوتوال مراد آباد کے تھے اور کمال ہی جواں مردی اور جان فشانی سے باوجود مسلمان ہونے کے خیرخواہی سرکار کرتے رہے - اور جس وقت بدمعاشان مراد آباد مع دیگر مسلمانان بہ سرگروہی مولوی منو مستعد فساد اور آمادہ قتل و خون ریزی صاحبان انگریز کے ہوئے اس وقت بھی اس شخص نے بلا استدعا معاونت تدبیر قرار واقعی واسطہ انسداد فساد کے کری - اور معرفت اہالیان پولیس کے ان لوگوں کو گھیر لیا چنانچہ مولوی منو مع دو تین آدمی ہمراہی اپنے کے مارے گئے - اور وہ ہنگامہ کم ہوا ہرگاہ کہ حکام ملکی و جنگی مراد آباد سے تشریف لے گئے - اس وقت کوتوال مذکور بھی فرار ہو کر مخفی ہو گیا - اس نظر سے کہ یہ شخص خیرخواہ سرکار مشہور و معروف تھا اور مسلمان اس ضلع کے مخالف اس کے تھے - تاج الدین

داروغہ پل جو ان کا بھائی ہے انھوں نے بھی اچھی خیرخواہی کری - چنانچہ رام پور سے پٹھان لوگ جو یہاں آئے اور رام گنگا کے کنارے محاذی شہر مراد آباد کے محمدی جھنڈا کھڑا کرنا ٹھہرایا - اسی تاج الدین نے ان کے سرداروں کو روکا تھا - غرض کہ ہم نے امام الدین سے بہتر کوئی افسر پولیس نہیں دیکھا - اور ہمارے نزدیک مستحق سرفرازی اور لائق عطائے انعام کے ہے -

دستخط - سی - بی - سانڈرس صاحب

قائمقام کمشنر دھلی - سابق میجسٹریٹ کلکٹر ضلع مراد آباد

نقل مطابق اصل

دستخط - جی وکٹ صاحب میجسٹریٹ

ترجمہ چٹھی خوشنودی عطا کردہ ولسن صاحب بہادر

تاج الدین بعہدہ داروغہ پل کشتی واقع مراد آباد کے مامور تھا اور تاریخ بست یکم مئی ۱۸۵۷ء کو بقید دو هزار غازی مراد آباد پر چڑھ آئے - بہ سرداری بہادر خاں جو کوتوالی رام پور کا برق انداز تھا - اس شخص نے ہم کو گولی مارنے کا ارادہ کیا - مگر کالکا سنگھ سپاھی پلٹن ۲۹ کمپنی نے ان کو گرا لیا - بعدہ تاج الدین نے اس کے گلے پر دو ضرب تلوار کی لگائی - مگر هم نے سنا ہے کہ یہ بہادر خاں اپنی مجروھی سے اچھا ھو گیا اور اب رام پور میں موجود ہے مگر البتہ تاج الدین نے اس وقت بڑی دلاوری کی اور مناسب ہے جملہ حکام انگریز اس شخص کی پرورش کریں - کس واسطے کہ اگر غازی دریا سے عبور کر پاتے تو غالب ہے کہ شہر مراد آباد لٹ جاتا اور صاحبان انگریز ان کے ھاتھ سے قتل ھوتے -

دستخط جی - سی - ولسن صاحب اسپیشل کمشنر

مورخہ بست پنجم اکتوبر ۵۸ کیمپ مراد آباد

چٹھی ڈاکٹر کین صاحب به نام ولیم صاحب کمشنر

یه صاحب جو آپ کے پاس پہنچتے هین شیخ امام الدین صاحب هین - جو سابق مین مراد آباد کے کوتوال رهے - اگر کسی شخص قوم مسلمان نے ایام غدر مین سرکار کے ساتھ خیرخواهی کری - تو اسی نے کری - اور ان صاحب کو مع اپنے بھائی تاج الدین کے آپ کے سلام کا اشتیاق هے اور چار روز قبل چھوڑنے مراد آباد کے امام الدین نے شہر مین مولوی کو گولی سے مارا اور تاج الدین جو رام گنگا کے پل کے داروغه تھے - انھون نے ایک غازی کو قتل کیا جو اراده مار ڈالنے ولسن صاحب کا رکھتا تھا -

دستخط - ایچ - ایم کین صاحب

ترجمه چٹھی صاحب میجسٹریٹ مراد آباد - به نام کمشنر صاحب روهیل کھنڈ -

مورخه ۱۵ اپریل ۱۸۵۹ء نمبر ۱۱۶ -

جو استفسار سرکار گورنمنٹ نے کیا هے - بیچ چٹھی سیکرٹری مورخه ۱۹ جنوری ۱۸۵۹ء دفعه ۱۶ معرفت چٹھی صاحب کمشنر نمبر ۱۳۴ مورخه هشتم ماه مارچ ۵۹ کی همارے پاس پہنچی اس کا جواب اب هم گذارش کرتے هین -

مسمی تاج الدین داروغه پل کشتی مراد آباد کے تھے - اس ایام مین جب انتظام ضلع کا سپرد نواب رام پور کے کیا گیا تھا اور سابق مین همارے سامنے بھی بہت دنون سے اسی عہده پر مامور رهے تھے اور اسی داروغائی مین بروز بسنت یکم مئی ۱۸۵۷ء انھون نے وه عمده کارگذاری دکھلائی جس کی رپورٹ سابق مین هو چکی اور برابر ایام غدر مین یه خیرخواه رهے اور جب از سر نو

انتظام سرکار کا ہوا اچھا کام کرتے رہے ۔

دستخط۔ جان اسٹریچی صاحب میجسٹریٹ

انتخاب فہرست خیرخواہاں ضلع مراد آباد

کیفیت بہ نسبت تاج الدین ۔ یہ شخص رام گنگا کے پل کا داروغہ تھا اور تاریخ بست یکم مئی ۱۸۵۷ء کو جب کہ دو ہزار آدمی غازی بہ سرداری بہادر خان کے چڑھ آئے۔ جنھوں نے ارادہ مارنےگولی ولسن صاحب کا کیا تھا ۔ تو اس وقت میں تاج الدین نے دو ضرب تلوار کی اس کے گلے پر کھینچ ماری ۔ جب ایک سپاہی پلٹن ۲۹ نے اس کو گرا لیا تھا ۔ غرض کہ ایسی دلیری اس ایام میں بہر حال قابل پسندیدگی تھی اور ولسن صاحب بھی اس کے بہت مشکور ہوئے اور یہ کام بہت عمدہ سمجھا اور اس شخص کو ۲۵ روپیہ مشاہرہ داروغائی کا ملتا ہے اور یہ بھی ان کے واسطے تجویز ہوئی ہے کہ ۲۵ روپیہ بہ طور پنشن کے سرکار سے اس کو مرحمت ہوں تو برابر اپنی زندگی تک پائے جاوے ۔ خواہ کسی جگہ نوکر ہو یا نہ ہو اور بہر حال یہ شخص مستحق ہے پانے اس انعام کا جو اس کے واسطے تجویز کیا گیا ہے ۔ اور حکام ضلع سے لائق رعایت کے ہے ان کو چاہیے کہ ان کے دشمنوں سے ان کو امن دیویں کس واسطے کہ بہ باعث ان کی خیرخواہی کے کئی لوگ ان کے دشمن بن رہے ہیں ۔

انتخاب چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع غربی

بہ‌نام صاحب کمشنر روھیل کھنڈ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۵۹ء

دفعہ شانزدہم

نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ رپورٹ کیجیے نسبت کارگذاری و چلن طریقہ تاج الدین داروغہ بعد بست

یکم مئی ۱۸۵۷ء -

نقل مطابق اصل

دستخط جان سین صاحب ڈپٹی کلکٹر

ترجمہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ مورخہ یازدھم جولائی ۱۸۵۹ء

نمبر ۹۱۰ - بہ نام کمشنر صاحب روھیل کھنڈ -

چٹھی آپ کی مورخہ بست یکم جون نمبر ۲۴۷ نسبت چلن رویہ تاج الدین داروغہ بعد بست یکم مئی ۱۸۵۷ء کے ورود ھوئی اور بہ جواب اس کے آپ کو اطلاع دی جاتی ھے کہ بعد ملاحظہ جملہ روئداد کے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر انعام مبلغ دو ھزار روپیہ اس شخص کے واسطے مقرر فرماتے ھیں - حسب تجویز صاحب کمشنر سابق -

دستخط - جی - کوپر صاحب سیکرٹری گورنمنٹ

نقل اس چٹھی کی پاس صاحب میجسٹریٹ مراد آباد کے بھیجی گئی تھی بہ ذریعہ ڈاکٹ صاحب کمشنر مورخہ بستم جولائی ۱۸۵۹ء -

نقل مطابق اصل

دستخط - جان سین صاحب ڈپٹی کلکٹر -

سید تراب علی - ڈپٹی کلکٹر بہادر ضلع بجنور -

جب غدر ھوا یہ صاحب خاص بجنور کے تحصیلدار تھے ابتدائے غدر سے انتہا تک خیرخواھی سرکار پر بہت چست و چالاک رھے یہ لوگ انھی لوگوں میں سے ھیں جن کی نسبت مسٹر شکسپیئر صاحب بہادر ارقام فرماتے ھیں کہ کسی وقت ان صاحبوں کو اس بات کا وسوسہ نہیں ھوا کہ انجام کار سرکار غالب نہ رھے - جب مسلمان افسروں نے بر وقت زیادہ شورش ھونے کے ضلع بجنور میں دن رات صاحب کلکٹر بہادر کی کوٹھی پر رھنا اختیار کیا -

اور رات کو گشت کرتے اور پہرہ دیتے اور حکام کی اور جناب میم صاحبہ اور بچوں کی حفاظت جان کا خاص اپنے ذمے اہتمام لیا۔ انھی افسروں میں کے ایک یہ افسر ھیں جب جیل خانہ ٹوٹا اور قیدیوں نے تلواریں اور بندوقیں لے کر حربہ کرنا شروع کیا۔ اور جناب مسٹر شیکسپیئر صاحب بہادر نے دلیرانہ جیل خانہ میں گھسنے کا ارادہ کیا تو اسی افسر نے کہا کہ اول جیل خانہ میں گھسنا میرا فرض ھے۔

جب کہ پرگنہ منڈاور میں اورگوجروں نے بہت زیادہ شورش کی اور اکتیس مئی ۱۸۵۷ء کو جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر ان کے دفعیہ کے لیے تشریف فرما ھوئے تو یہ افسران کے ساتھ تھے اور برابر میدان میں مقابلہ کرتے رھے اور بندوقوں کے فائر سے بدمعاشوں کو مجروح و مقتول کیا اور اس شورش کے دفعیہ میں بہت کوشش مردانہ کام میں لائے۔

بعد تشریف فرما ھونے حکام کے اور پڑتے متواتر صدموں اور آفتوں کے جب یہ افسر نگینہ میں باغیوں کے چنگل میں پھنس گئے تو باوصف سختی حفاظت کے سرکار کی خیرخواھی سے ھاتھ نہ اٹھا اور دلی خیرخواھی وھاں بھی کام میں لاتے رھے اور نہایت مشکل سے خفیہ وھاں کی خبریں تحریری اور بذریعہ پیغام زبانی جناب صاحب کلکٹر بہادر پاس بمقام میرٹھ بھیجتے رھے اور جب قابو ملا فی الفور لشکر میں حاضر ھوئے۔ اس زمانہ میں سرکاری لشکر بہ مقام روڑکی تھا۔

ان کے آنے سے تمام لشکر میں اور خصوصاً جناب مسٹر شیکسپیئر صاحب بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کو نہایت خوشی ھوئی کیوں کہ باغیوں کے ھاتھ سے ان کا زندہ رھنا بہت کم توقع کیا گیا تھا۔ جب سے برابر لشکر کے ساتھ رھے اور

نگینہ کی لڑائی میں جو اکیسویں اپریل ۱۸۵۸ء کو واقع ہوئی - ہم رکاب جناب صاحب کلکٹر بہادر اشکر مقدم کے ساتھ بفتح و فیروزی نگینہ میں داخل ہوے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے اس نازک وقت میں تمام نگینہ کا انتظام ان کے سپرد کیا اور انھوں نے نہایت ہوشیاری اور خیرخواہی سے اس کو انجام دیا -

بہ عوض اس خیرخواہی کے سرکار دولت مدار نے جیسا کہ چاھیے ان افسر کی قدر و منزلت کی - فی الفور آنریری ڈپٹی کلکٹر مقرر کیا اور پچاس روپیہ ماھواری تنخواہ میں اضافہ فرمایا اور خلعت پانچ پارچہ مع کلاہ چارقب اور تین رقم جواھر اور شمشیر زر نگار قیمتی ایک ھزار روپیہ کا اور پچیس سو روپیہ سالانہ جمع کی دیہات زمینداری عطا فرمائی اور پھر اسی ضلع کا مستقل ڈپٹی کلکٹر مقرر فرمایا ، چنانچہ سرٹیفکیٹ اور رپورٹ ھاے مفصلہ ذیل سے ھماری اس تحریر کی بخوبی تصدیق ھوتی ھے -

ترجمہ چٹھی شیکسپیئر صاحب میجسٹریٹ ضلع بجنور بہ نام صاحب کمشنر بہادر روھیل کھنڈ - مرقومہ ۵ جون ۱۸۵۸ء -

مقام بریلی نمبر ۵۶ -

دفعہ دوم - جس تحقیقات کے واسطے آپ نے لکھا ھے اس کی تلاش میں البتہ کچھ عرصہ گزرے گا - لہذا بالفعل ھم آپ کی خدمت میں بلا توقف گزارش کرتے ھیں در باب ان اھل کاروں کے جنھوں نے غدر میں عمدہ کام کیے اور اپنی ناموری حاصل کی -

دفعہ سوم - نقشہ معمولی ارسال کرتے ھیں - نسبت رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر ضلع بجنور اور سید احمد خاں صاحب صدر امین اور میر تراب علی صاحب تحصیلدار ضلع بجنور کے اور حالات

تفصیل ذیل تحریر کیے جاتے ھین کہ موید اس کے ھین -

دفعہ چہارم - جو صورت اس ضلع کی وقت شروع غدر کے تھی آپ کو بخوبی روشن ھے - فوج سرکاری یہاں کچھ نہ تھی اس سبب سے کچھ اندیشہ ایسے امر کا نہ ھوا - اور نہ کچھ تدبیر کرنی پڑی صرف دو مرتبہ البتہ اندیشہ ھوا تھا - جب چند نفر تلنگہ تھوڑے دنوں کے واسطے یہاں آئے تھے - بہت ضروری یہ تدبیر تھی کہ بند و بست ضلع کا بدستور قائم رھے - اور کسی وجہ کی بدعت اور دنگہ نواب صاحب اور ان کے لواحقین کی جانب سے نہ ھونے پاوے تو ایسا سامان جس سے یہ تدبیر کامل ھو سکتی اس وقت بہت مشکل تھا اور ضرورت اشد تھی کہ خبر معتبر نسبت ارادہ اور حال ھر قسم کے لوگوں کی ھم کو پہنچا کرے چنانچہ افسران موصوف سے مشورہ اس امر کا کیا اور ان افسروں نے اس مشقت کے وقت مین ایسی عمدہ خدمت ھماری کی کہ جس کا بیان مفصل نہین ھو سکتا ھم کو یقین کامل ھے کہ اگر افسران موصوف ھماری خدمت نہ کرتے تو اتنی مدت تک صاحبان انگریز کا اس ضلع مین ٹھہرنا بہت دشوار تھا اور انھی تین صاحب سے واسطہ تدبیر مناسب کی اس وقت بھی مشاورت کی گئی تھی جب ضلع کا حال بگڑنے لگا - اور معلوم ھوا کہ نواب صاحب مسلح سپاھیون کو بھرتی کرتے ھین کیون کہ اس صورت مین خبرداری بہت ھی لازم تھی اور نیز جس وقت سپاھیان رجمنٹ ۲۹ سہارنپور سے مراد آباد کو اس ضلع کی راہ سے آئے اور جیل خانہ ٹوٹ گیا اور خزانہ سرکاری کنویں میں ڈالنا مناسب معلوم ھوا اور چند تلنگہ اس پلٹن کے ھماری مدد کے واسطے بھیجے گئے - غرض ان ھر ایک وقت میں یہ تینوں صاحب بہت ھوشیاری و جوان مردی کرکے ھمارے ساتھ مستعد رھے - آخرش جس رات کو ھم نے

کمپو چھوڑنا مناسب جانا اگر صدر امین صاحب درمیان مین نه هوتے تو یقین تھا که نواب صاحب اپنے اهل کاران کو هدایت کرنے کی اجازت دیتے اور اغلب تھا که هماری جان پر ضرور صدمه پہنچتا -

دفعه پنجم - جب که هم نے کمپو چھوڑ دیا تو ان تین صاحب نے بھی چھوڑ دیا - چنانچه ڈپٹی صاحب هلدور کو جہاں راجپوت رهتے هین تشریف لے گئے اور صدر امین صاحب و تحصیلدار صاحب نے موضع بسر گڑھ مین پناہ لی - دو صاحب ان مین سے عیال دار بھی تھے - اس سبب سے سر دست همارے ساتھ نه چل سکے تھے - بلکه ان کا چلنا مناسب نه تھا کس واسطے که ان دنوں مین خبر گرم تھی که صبح شام مین دهلی فتح هونے والی هے اور هم نے اس ضلع کو نواب صاحب کے سپرد اس امید پر کیا تھا که وه کسی طرح کی حرکت نه کریں - غرض اس صورت مین مناسب بھی تھا که حکام اهل هند جو معتمد هوں اس ضلع مین موجود رهین -

دفعه ششم-جب که دهلی فتح نه هوئی - تو اس ضلع کے مسلمانوں کا حوصله بڑھ گیا اور ان افسروں کا وهاں رهنا بھی مشکل هوا - بلکه بست نہم جون کو جب قریب چار سو آدمی جہادی میر خاں سرگروه کے ساتھ واسطے جانے دهلی کے اس ضلع مین آئے تھے - اس وقت ان صاحبوں کو جان کا بھی خوف تھا اور ٦ اگست تک جب نواب بجنور بھاگا - تب تک یه افسر علانیه خیر خواهی سرکار کی نه کر سکے ، مگر بہت مشکل کے ساتھ حکام ضلع کو خبر دیتے رهے - کسی وقت مین ان صاحبوں کو وسوسه نہین هوا - که انجام کار سرکار غالب نه رهے -

باقی جو اس دفعه کا مضمون هے وه متعلق ڈپٹی صاحب و

صدر امین صاحب کے ہے -

دفعہ ہشتم - قبل از جنگ ہلدور کے تراب علی تحصیلدار نگینہ کو واسطے لانے عیال و اطفال کے چلے گئے تھے جن کو انہوں نے پیشتر سے وہاں روانہ کر دیا تھا - جب حکام انگریز کمپو سے چلے گئے تھے - مگر اس مقام پر اس طور سے زیر نظر رہے کہ آنا ان کا دشوار ہوا ، مگر شروع مہینے مارچ میں موقعہ پا کر مراد آباد کو فرار ہو گئے - وہاں سے ہمارے پاس روڑکی مین آ گئے -

دفعہ ۱۷ - اب ہم کو ذکر کرنا کارگذاری میر تراب علی تحصیلدار کا باقی رہ گیا ہے -

دفعہ ۱۸ - اس افسر نے مدرسہ آگرہ مین تعلیم پائی اول نوکری سرکار ۱۸۴۲ء میں کری اور جلدی ان کی ترقی ہوتی رہی اور سررشتہ دار فوجداری و نظامت کے ضلع متھرا میں رہے وہاں سے ۵۵ء میں بجنور کے تحصیلدار ہوئے اور اسناد خوشنودی مزاج حکام سے حاصل کرتے رہے -

دفعہ ۱۹ - تراب علی کا حقیقی بھائی سید ضامن علی وقت شروع غدر ضلع بڑاچؒ ملک اودھ میں تحصیلدار تھے - وہاں سے جب فرار ہونا مناسب ہوا تو مسٹر ونگ فیلڈ صاحب کمشنر بڑاچؒ کے ہمراہ رہے - بہ اضلاع اعظم گڑھ و گورکھ پور اور چچا تراب علی کے صابت علی مدھیل گڑھ ضلع مین تحصیلدار تھے - ہاتھ سے باغیوں کے قتل ہوئے اور ارشاد علی چچا زاد بھائی ان کے فتح پور سیکری ضلع آگرہ مین تحصیلدار ہین اور ایک صاحب ان کے یگانوں مین سے ناگ پور مین ڈپٹی کلکٹر اور ایک صاحب محکمہ کمشنری جبل پور مین سر رشتہ دار اور ایک صاحب پرگنہ مہابن ضلع متھرا مین تحصیلدار ہین اور یہ سب صاحب ایام غدر میں

خیر خواہ سرکار رہے -

دفعہ ۲ - قبل غدر کے تراب علی صاحب کا امتحان واسطے عہدہ ڈپٹی کلکٹری کے ہوا تھا اور جوابات بند سوال پر جو ان کے ہوئے تھے - وہ شروع ماہ مئی ۵۷ء مین واسطے ملاحظہ حکام صدر بورڈ کے روانہ ہوئے - ہم کو یقین ہے کہ اگر وہ کاغذات بر آمد ہو جاوین - تو اس کے ملاحظہ سے لیاقت اس شخص کی واسطے اس عہد جلیل کے ثابت ہو جاوے - کس واسطے کہ وہ جوابات ہمارے ملاحظہ سے گذرے تھے - ہم کو خوب یاد پڑتا ہے کہ جوابات ان کے بہت معقول تھے اور ان سے مترشح ہوتا تھا کہ ان کو واقفیت کار سرکار میں بدرجہ کمال ہے اور واقعی مین کچھ شک نہیں کہ بڑے مستعد افسر ہین اور ہم چاہتے ہین کہ ان کی ترقی بہ عہدہ ڈپٹی کلکٹری ہو جاوے اور ہم یہ بھی چاہتے ہین کہ ضلع متھرا یا آگرہ مین ان کو زمینداری عطا کی جاوے کہ جس سے سو روپیہ ماہواری کی ان کو منفعت ہوتی رہے اگر یہ امر غیر ممکن ہو اور اس قسم کی زمینداری میسر نہ ہو تو ہمارے نزدیک مناسب ہے کہ بہ عوض خیر خواہی و حسن کار گذاری ایام غدر سو روپیہ ماہواری بطور پنشن تاحین حیات ان کو دیا جایا کرے -

دستخط - ای - شیکسپیئر صاحب - میجسٹریٹ کلکٹر۔

انتخاب دفعہ دوم - چٹھی صاحب کلکٹر ضلع بجنور بنام صاحب کمشنر روھیل کھنڈ - مورخہ ۱۳ جون ۵۸ء نمبر ۷۵ -

دفعہ دوم - یقین ہے کہ جو ہم نے تجویز کیا ہے وہ بخوبی صاف ہے اور واسطے رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و تراب علی تحصیلدار کے جو انعام تجویز کیا ہے وہ بہ حساب نصف تنخواہ کے ہے -

ترجمه چٹھی سیکرٹری صدر بورڈ ۔ بنام صاحب کلکٹر بجنور نمبر ۱۶۹ مورخه دوسری جولائی ۵۷ء ۔

دفعه اول ۔ چٹھی تمھاری مورخه یاز دهم جون نمبر ۱۰۶ ملاحظه مین گذری صاحبان بورڈ کو کمال خوشی هوئی ۔ که اس طرح کی کار گذاری جانب افسران مفصله ذیل سے ظهور مین آئی ۔ یعنی محمد رحمت خان صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خان صاحب صدر امین ضلع بجنور و میر تراب علی صاحب تحصیلدار بجنور ۔

دفعه دوم ۔ به ملاحظه انتخاب روبکار محکمه صدر بورڈ مورخه ۱۹ مئی ۵۷ء جولف چٹھی هذا کی هے آپ کو واضح هو که امتحان تراب علی کا تسلیم هوا ۔

دستخط ۔ ڈبلیو ۔ ایچ ۔ لو صاحب سیکرٹری

انتخاب روبکاری صدر بورڈ در باب ترقی تراب علی تحصیلدار ۱۶۶ ۔

چٹھی صاحب کلکٹر بجنور کی آئی ۔ مورخه ۲۸ اپریل ۵۷ء به جواب چٹھی صدر بورڈ مورخه ۲ ماه مذکور مع نقل بند سوال و جوابات تراب علی نمبر ۱۶۷ چٹھی بنام صاحب کمشنر روهیل کھنڈ کے لکھی گئی که امتحان تراب علی کا درست آیا اور قابل ترقی درجه دوم تحصیلداری کے هیں ۔ صاحب کمشنر اگر مناسب سمجھیں تو درخواست حسب ضابطه واسطے عطائے اختیار خاص کے بھیجیں ۔

تصدیق انتخاب دستخطی ۔ ای ۔ جی فریزر صاحب نائب سیکرٹری ۔

ترجمه چٹھی صاحب کلکٹر بجنور ۔ بنام صاحب کمشنر روهیل کھنڈ مورخه ۱۴ جولائی ۵۸ء ۔ نمبر ۹۰ ۔

به لحاظ انتخاب روب کاری محکمه صدر بورڈ کے هم

ضابطه آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ میر تراب علی صاحب تحصیلدار بجنور کو اختیار خاص مطابق ضمن ۳ دفعہ ۲ قانون ہشتم ۱۸۴۳ء کے دیا جاوے اور جس قدر کارگذاری اور خیر خواہی اس شخص کی ایام غدر میں ہوئی تھی - وہ آپ کو روشن ہے - چنانچہ اس کا حال ہم نے اپنی چٹھی مورخہ ۵ جون ۵۸ء میں مفصل تحریر کیا ہے - اب زیادہ تذکرہ کرنا فضول ہے -

دستخط - ای - شیکسپیئر صاحب

انتخاب چٹھی صاحب کمشنر روھیل کھنڈ - بنام - سیکرٹری گورنمنٹ الہ آباد - مورخہ ۱۴ جولائی ۱۸۵۸ء مقام بریلی -

دفعہ سوم - اگرچہ ان تینوں صاحبوں کے حال سے ہم کو بذات خود ایسا علم نہیں ہے جیسا شیکسپیئر صاحب کو ہے - مگر جب ہم نینی تال پہاڑ پر تھے تو البتہ ہم کو دریافت ہوا تھا - کہ یہ تینوں صاحب برابر خیر خواہ سرکار کے رہے - کسی طرح ان پر حرف نہ آنے پایا - حالاں کہ کئی مرتبہ ان کی جان پر بھی نوبت صدمہ کی پہنچی اور جو کچھ ان کا اسباب اس ضلع میں تھا لٹ گیا -

دفعہ چہارم - مجھ کو ملاقات تینوں صاحبوں سے ہے اور جو ان کی تعریف میں شیکسپیئر صاحب نے لکھا ہے وہ ہم بھی تصدیق کر سکتے ہیں - چنانچہ میر تراب علی نے ترقی ہمارے ہاتھ سے پائی - جب ہم متھرا میں کلکٹر تھے -

دفعہ پنجم - جو انعام شیکسپیئر صاحب نے ان کے واسطے تجویز کیا ہے ہمارے نزدیک بھی مناسب ہے اور واسطے منظوری کے ہم رپورٹ کرتے ہیں -

ترجمہ چٹھی صاحب کمشنر روھیل کھنڈ - بہ نام سیکرٹری صاحب گورنمنٹ مقام الہ آباد - مورخہ ۶ جولائی ۵۸ء مقام بریلی -

اس مہینے کی پہلی تاریخ میں نے آپ کو چٹھی لکھی تھی - در باب انعام چند افسران کے بہ عوض خیر خواہی و حسن کارگذاری ایام غدر - سو اب ہم انتخاب روبکار محکمہ صدر بورڈ کے بھی بھیجتے ہیں - جس سے واضح ہوگا کہ میر تراب علی تحصیلدار ضلع بجنور کے عہدہ جلیل القدر کے لائق متصور ہوئے -

دستخط - آر - الیگزینڈر صاحب کمشنر -

چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ - بہ نام کمشنر روہیل کھنڈ - مورخہ ۲۹ جولائی ۵۸ء نمبر ۳۷۵۳ -

دو قطعہ چٹھی آپ کی مورخہ پہلی و چھٹی جولائی نمبر ۹۴ و ۱۰۰ نسبت عمدہ کار گذاری سید احمد خاں صدر امین و محمد رحمت خان ڈپٹی کلکٹر و میر تراب علی تحصیلدار بجنور کے ملاحظہ میں گذری -

دفعہ دوم - امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر کی رائے مطابق رائے آپ کی و کلکٹر بجنور کی ہے اور واقعی میں حسن کارگذاری ان تینوں صاحبوں کی لائق پسند کے ہے - دفعہ ۳ ، ۴ اس چٹھی کے متعلق ڈپٹی کلکٹر و صدر امین کے ہے -

دفعہ پنجم - انتخاب رپورٹ صاحب میجسٹریٹ کے پاس صاحب کمشنر آگرہ کے بھیج دی گئی ہے - اس مراد سے کہ متھرا یا آگرہ کے ضلع میں ملکیت بھی دو ہزار پانچ سو روپیہ سالانہ واسطے میر تراب علی کے تجویز کی جاوے -

دفعہ ششم - علاوہ اس کے گورنر جنرل بہادر تراب علی کو لقب ڈپٹی کلکٹری کا دیتے ہیں اور صاحبان بورڈ کو فہمائش کی جاوے گی کہ بر وقت خالی ہونے جگہ کے یہ صاحب بالاستقلال مقرر کیے جاویں - بالفعل ان کو اجازت ہوتی ہے کہ تحصیلدار بھی رہیں اور اختیار ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی میجسٹریٹ کا بھی حاصل رکھیں اور واسطے اس فاضل کام کے پچاس روپیہ ماہواری ان کی

تنخواہ کا اضافہ کیا گیا ۔

دستخط ۔ ڈبلیو ۔ میور صاحب ۔ سیکرٹری گورنمنٹ

نقل مطابق اصل

دستخط ۔ جے ۔ کلارک ۔ ھیڈ کارک

نقل النقل

دستخط شیکسپیئر صاحب کلکٹر ۔

نقل سند عطائے خلعت

میر صاحب مشفق مہربان مخلصان سید تراب علی ڈپٹی کلکٹر بجنور سلمہ اللہ تعالیٰ ۔

بعد اشتیاق بہجت آیات واضح رہے ۔ خاطر باد بموجب حکم جناب متطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر بہ تاریخ ۱۶ مارچ ۱۸۵۹ء جناب صدر کمشنر بہادر روھیل کھنڈ نے با جلاس عام خلعت پانچ پارچہ و تین رقم جواھر مفصلہ ذیل بنظر خیر خواھی آپ کو عطا کیا ۔ اس واسطے یہ خط حسب ضابطہ سند بنام آپ کے تسطیر ھوا ۔ بطور سند اپنے پاس رکھو ۔

تفصیل خلعت

پارچہ	جواھر	کلاہ چارقب	گوشوارہ	جیغہ
۵	۳	۱	۱	۱
سرپیچ	**نیم آستین**	**دوشالہ**	**مالائے مروارید**	**پٹکہ**
۱	۱	۱	۱	۱
شمشیر مع پرتلہ				
۱				

مرقومہ ۱۵ اپریل ۱۸۵۹ء

(Copy)
G. PALMER
Magistrate and Collector.

• شیخ امیر علی - تحصیلدار پیلی بھیت

جب غدر ہوا : یہ صاحب پیلی بھیت کے تحصیلدار تھے - میرٹھ کے بلوہ کی خبر پہنچتے ہی یہ افسر دل و جان سے انتظام پیلی بھیت پر مصروف ہوئے اور رات کا گشت اور صاحب جائنٹ میجسٹریٹ بہادر کی کوٹھی کی حفاظت کرتے رہے - ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء کو رات کے وقت بریلی کے بلوہ کی خبر پیلی بھیت میں پہنچی اور وہاں بھی بد انتظامی شروع ہوئی اور حاصب جائنٹ میجسٹریٹ بہادر نے نینی تال تشریف لے جانے کا ارادہ کیا ، باوجود اس کے کہ ان افسر کے زن و فرزند سب پیلی بھیت میں تھے۔ ان کو تنہا خدا پر چھوڑا اور صاحب ممدوح کے ساتھ ہو کر روانہ نینی تال ہوئے اور موضع بڑا مجھلیا میں میم صاحبہ کے ساتھ جا ملے - جو محمد ذکریا خاں کے ہمراہ وہاں تک جا پہنچیں تھیں اور وہاں سے بخیر و عافیت ۳ جون ۱۸۵۷ء کو طرح طرح کے ترددات اٹھا کر نینی تال پہنچے اور ابتداء سے انتہا تک بخدمت حکام نینی تال پر حاضر رہے اور پھر ہمراہ فوج نینی تال سے اترے اور بفتح و فیروزی بریلی پہنچے اور ہمراہ فوج بریگیڈیر کوک صاحب بہادر پیلی بھیت تشریف لے گئے اور باوجودیکہ فوج باغی وہاں سے بہت قریب تھی - یہ افسر تنہا وہاں چھوڑے گئے اور وہاں کا انتظام ان افسر کے اور محمد عبداللہ خاں صاحب کے سپرد ہوا اور تمام حکام ان کی دلی خیر خواہی اور حسن کار گذاری کے مشکور رہے -

بہ عوض اس خیر خواہی کے ان افسر کو بہ موجب رپورٹ مسٹر کارمیکل صاحب بہادر کے زمینداری جمعی دو ہزار روپیہ سالانہ کی اور ہزا روپیہ کا خلعت بابت حسن کارگذاری قبل غدر

اور پانچ سو روپیہ کا خلعت عین دربار گورنری مین بمقام فرخ آباد
اور تین ہزار روپیہ جمع کی زمینداری بموجب رپورٹ مسٹر لو
صاحب بہادر جائنٹ میجسٹریٹ پیلی بھیت مرحمت ہوئی اور
نام نامی ان کا فہرست امیدواران ڈپٹی کلکٹری مین مندرج ہوا -
نقول ان کے سرٹیفکیٹون کی ذیل مین درج ہین -
انتخاب رپورٹ صاحب کمشنر روھیل کھنڈ

دفعہ ۳۴ - اول درجہ مین افسران مفصلہ ذیل کا نام داخل
ہوا - یعنی بدر الدین کوتوال بریلی - امیر علی تحصیلدار پیلی بھیت
عبداللہ خان کوتوال پیلی بھیت - ذکریا خان پیشکار جہان آباد
سوائے ان کے چند آدمی سوار و پیادگان جو مسٹر کارمیکل صاحب
کے ساتھ نینی تال کو گئے اور وہان ٹھہرے رہے -

دفعہ ۳۵ - یہ جملہ افسران قابل تعریف کے ہین - کس واسطے
کہ ان کو اجازت دی گئی تھی کہ نینی تال سے لوٹ جاوین -
مگر انھون نے لوٹ جانا قبول نہ کیا اور اپنے تئین حاضر رکھنا
خدمت مین حکام انگریز کے پسند کیا اور بہت تکلیف اٹھائی چنانچہ
سب کے واسطے انعام تجویز کیا ہوا ہے - لازم ہے کہ یادگاری
ان کی حسن کارگذاری اور دلی خیر خواھی کے قائم رہے -

ترجمہ سرٹیفکیٹ مسٹر الیگزینڈر صاحب کمشنر روھیل کھنڈ
مورخہ ۳۰ مارچ ۵۹ء - مقام بریلی -

شیخ امین علی تحصیلدار پیلی بھیت کے رہے - ہمارے عہد
کمشنری مین اور ہم کو کمال خوشی ہوتی ہے - اس چٹھی کے
لکھنے مین تاکہ صاحب کمشنر آئندہ سے ان پر نظر عنایت کی
رکھین اور کاغذات سر رشتہ سرکاری سے حسن کارگذاری ان کی ایام
غدر مین بہ‌خوبی واضح ہو گئی اور بعد اس کے کئی مرتبہ حکام ضلع
نے ان کی تعریف کری - بہ نسبت چست چالاکی اور لیاقت اور

تدبیر مناسب کہ جس کی رو سے انتظام شہر پیلی بھیت کا اور نیز سرحد ضلع کا کیا گیا اور جب کبھی ہماری ان سے گفتگو و مشورہ ہوتا رہا - تو ان کو صاحب عزت ولئیق و معتبر پایا - نہ کچھ خوشامدی اگر بہ دستور حکام انگریز کو راضی رکھیں گے اور ترقی پاویں تو ہم کو کمال خوشی ہوگی -

دستخط الیگزینڈر صاحب کمشنر

سرٹیفکیٹ کرنیل اسمٹ صاحب - مورخہ ۲ جون ۵۹ء -

جس وقت ہماری کمان سرحد ضلع پر تھی تو شیخ امیر علی تحصیلدار پیلی بھیت سے ہم نے بہت مدد پائی اور اس بات کی صداقت میں کمال خوشی ہوتی ہے -

دستخط - جے ڈبلیو اسمٹ کرنیل کمان پیلی بھیت

ترجمہ سرٹیفکیٹ میجر ٹیلن صاحب کمانیر ۱۷ - پلٹن پنجابی مورخہ ۳۱ اگست ۱۸۵۹ء - مقام پیلی بھیت -

واضح رہے کہ امیر علی تحصیلدار پیلی بھیت سے چودہ مہینے سے ہماری ملاقات ہے - بہت نیک چلن اور لئیق ہیں - ہمارے نزدیک ہوشیار افسر ہیں اور ایام غدر میں اچھا کام کیا -

دستخط - رابرٹ سینس صاحب

سرٹیفکیٹ میجر کراسمین کمان رسالہ روھیل کھنڈ - مورخہ ۳۰ جنوری ۱۸۶۰ء - مقام پیلی بھیت -

شیخ امیر علی کو ہم تین برس سے زیادہ سے پہچانتے ہیں اور اکثر ان سے آمد و رفت خطوط کی ہوتی رہتی ہے اور کمال خیر خواہی کے ساتھ انہوں نے حسن کارگذاری دکھلائی اور کارمیکل صاحب کی جان بچائی اور ان کے پاس نینی تال میں موجود رہے - جب تک از سر نو عملداری سرکار پیلی بھیت میں ہوئی - چنانچہ بہ عوض اس کے انعام بھی سرکار نے عطا فرمایا اور

فی الحقیقت کمال صاحبِ اخلاق ھین اور مہربانی توجہ کے ساتھ پیش آتے رہے -

دستخط - میجر کراس مین

ترجمہ سرٹیفکیٹ مسٹر لو صاحب - مقام پیلی بھیت مورخہ ۲۷ فروری ۱۸۶۰ع -

جو کہ ھم عنقریب ولایت جانے والے ھین - ھم سے شیخ امیر علی نے جو تحصیلدار و ڈپٹی میجسٹریٹ پیلی بھیت کے ھین - استدعا سرٹیفکیٹ کی کری - چنانچہ ھم ان کی نسبت لکھتے ھین - کہ ان کو ھم نے مددگار اپنا ایسا پایا کہ جو صاحبِ دانا اور عقیل اور ایمان دار اور معتبر اور ان کی ھوشیاری اور لیاقت کے باعث سے از سر نو قائم کرنی عملداری اس ضلع مین بہت فائدہ حاصل ھوا - ڈیڑھ سال کے عرصہ سے ھم کو یہاں تک ان کی کارگذاری پسند ھوئی - کہ ھم مناسب سمجھتے ھین کہ پھر ان کے واسطے تجویز انعام کی کرین - ماسوائے اس انعام کے جو بابت کارگذاری ایام غدر منظور ھو چکا ھے - یعنی ھم نے تین ھزار چار سو روپیہ کی زمینداری کے واسطے لکھا تھا اور اگرچہ ھنوز منظوری نہین آئی ھے ، مگر بطور مستاجری کے ان کو دخل دلا دیا گیا ھے غرض کہ اس مقام پر ھم کو زیادہ لکھنا در باب خیر خواھی اور جاں فشانی ایام غدر کے فضول ھے - کس واسطے کہ یہ باتین مشہور ھین اور کارمیکل صاحبِ جائنٹ میجسٹریٹ سابق - جاں مفصل لکھ چکے ھین - اتنا البتہ کہہ سکتے ھین - کہ در باب محنت اور دیانت کے اس کا ثانی نہین دیکھا اور جو کہ اس کے باعث سے اس ضلع کو منفعت ھوئی ھے اس کا ذکر کرنا مشکل ھے - ان کے واسطے رپورٹ ڈپٹی کلکٹری کی بھی بھیجی گئی ھے اور یقین ھے کہ ان کی جلد ترقی ھوگی اور پیلی بھیت سے

دوسرے ضلع کو روانہ ہوں گے - چنانچہ ہم بھی جاتے ہیں شاید پھر کبھی اس دنیا میں ہماری ان کی ملاقات نہ ہو ، مگر جہاں ان کی قسمت میں رہنا ہوگا ہم اُن کو اچھا سمجھیں گے اور جیسے انھوں نے اس ضلع کے انتظام میں ہم کو مدد دی - دل سے ہم بھی ان کے مشکور ہیں جہاں یہ جائیں ہماری یہ بھی دعا ہے کہ خوشی اور آرام میں رہیں -

دستخط ایم - لو صاحب

ترجمہ سرٹیفکیٹ کپتان بیکر صاحب - کمانیر پلٹن گورکھ مقام پیلی بھیت - مورخہ ۲۵ جولائی ۱۸۶۰ء -

کئی مہینے سے ہماری ملاقات امیر علی تحصیلدار سے ہے اور ہم ان کو صاحب اخلاق اور نیک سمجھتے ہیں اور ان کی اسناد سے واضح ہوتا ہے کہ ۵۷ء و ۵۸ء میں بڑے کار گذار رہے اور جو کچھ کارسرکار میں ہم ان سے سروکار پڑا تو کام میں ہم کو مدد دینے کے لیے ہر وقت مستعد رہے اور کمال ہوشیاری سے انجام دیتے رہے -

دستخط کپتان ڈبلیو - ٹی بیکر

انتخاب فہرست خیر خواہان ضلع پیلی بھیت - مقام بدایوں مورخہ ۲۸ اگست ۱۸۵۸ء -

کئی برس سے شیخ امیر علی پیلی بھیت کے تحصیلدار رہے - اول ان کی ترقی اوپر عہدہ جلیل القدر کے مسٹر کتھ برٹ تھارن ہل صاحب انسپکٹر جنرل مجسٹریٹ نے کی تھی اور صاحب ممدوح بڑی قدر ان کی سمجھتے ہیں اور ۱۸۵۷ء میں جب اندیشہ بگڑنے ضلع پیدا ہوا تو ابتدا سے بکمال مستعدی حالانکہ عمر میں زیادہ ہیں مصروف بہ کارگذاری رہے - چونکہ ضلع کے حال سے بخوبی واقف تھے - لہذا اِن سے ہم مشورہ کرتے رہے - کس واسطے کہ ان ایام

میں مجھ کو پیلی بھیت میں آئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اور
ان کی صلاح سے ایسا بند و بست عمل میں آیا کہ کسی طرح کی
حرکت بے جا اس ضلع میں تا بگڑ جانے پلٹن مقیم بریلی کے وقوع
میں نہ آئی ۔ چنانچہ اس وقت کوئی خبررساں ہمارے پاس نہ پہنچا ۔
تو ہم نے امیر علی سے ایک خط لکھایا تھا ۔ اس دن کی شب کو
جب غدر مچا اور ان کے خط کا جو جواب آیا ۔ اس سے ہم کو
بگڑ جانے بریلی کا حال سب کو دریافت ہوا ۔ اس کے چھ گھنٹہ
بعد پیلی بھیت کے مسلمانوں نے مسلح ہو کر تحصیل کو گھیر لیا ۔
مگر امیر علی بہ مدد کوتوال کے اپنی جگہ پر مستعد رہے ۔ جب
ہم نے دیکھا کہ ان کی جان پر صدمہ آنے والا ہے ۔ تو ہم نے
ان سے کہا کہ نکل آؤ اور ہمارے ساتھ نینی تال کو گئے وہاں
رہے اور دس مہینے وہاں اور ہلدور میں رہے اور خیر خواہی
سے انجام کام کرتے رہے اور بہت تکلیف اٹھائی ۔ کیونکہ وہاں
آرام کہاں تھا اور جو کچھ اسباب ان کا تھا لٹ گیا ۔ گھوڑا
سواری کا باقی رہا اور جب خان بہادر خاں نے ان کی خیر خواہی
کا حال سنا تب ان کا مکان و جائداد جو شاہجہان پور میں تھا ضبط
کر لیا اور ان کے گھر والے ملک اودھ میں فرار ہوگئے اور
گرفتاری سے پناہ پائی ، لیکن کئی مہینے تک بہت اندیشہ سے ان کی
بسر اوقات ہوئی ۔ تب ہم نے شاہ آباد کے زمیندار کی معرفت
خط بھیجنے شروع کیے ۔ انھوں نے ہماری خاطر سے ان کے وابستگان
کو اپنے پاس رکھ لیا اور جب ہم جرنیل جون صاحب کی فوج
کے ساتھ شاہ جہان پور کو گئے تھے ۔ تب ان لوگوں کو یعنی
وابستگان شیخ امیر علی کو اپنے پاس بلا لیا ۔ جب صاحب کمشنر
اور ہم مراد آباد سے کوچ کر کے بریلی کو چلے تو امیر علی
بھی ہمراہ ہو لیا اور جب بریگیڈیر کوک صاحب کی فوج

پیلی بھیت کو گئی ۔ تب یہ بھی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے تھے ۔
مگر دفعتاً فوج واپس آئی تو امیر علی و عبد اللہ خاں کوتوال
پیلی بھیت میں واسطے انتظام کے چھوڑ دیے گئے تھے اور کچھ فوج
اس وقت نہ تھی اور واقعی اندیشہ کا مقام تھا ۔ کس واسطے کہ
فوج انگریزی تیس میل کے فاصلہ پر تھی اور باغیوں کے غول
گرد و نواح میں پھیل رہے تھے اور تھانہ رنوبہ ضلع پیلی بھیت
میں بدعت مچا رہے تھے یہاں تک کہ آخر کار بریلی سے فوج
بھیجی گئی ۔ ان کے دفعیہ کے واسطے اور ایک بڑا غول باغیوں
کا ارادہ چڑھ جانے شاہ جہان پور پر رکھتا تھا ۔ وہ اگر چاہتا تو
پیلی بھیت پر بھی چڑھ آتا ۔ غرض کہ ایسے وقت میں امیر علی
اپنے کام پر بلا دہشت مستعد رہا ۔ مگر اس باب میں زیادہ لکھنا
مناسب نہیں ۔ کس واسطے کہ ایسے امر کی تحریر تعلق صاحب
کلکٹر بریلی کے ہے ۔ اتنا البتہ ہم کو لکھنا لازم ہے کہ
مسٹر لو صاحب جو پیلی بھیت میں جائنٹ میجسٹریٹ ہیں ان کا
خط ہمارے پاس پہنچا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ فی الحقیقت
امیر علی بڑا محسن و کار گذار آدمی ہے اور ہم ان سے بہت
راضی ہیں ۔

پس ہم کو یقین ہے کہ جو حکام اس ضلع میں ہوں گے ۔
اس سے رضا مند رہیں گے ۔

بالفعل بہ عوض اس خیر خواہی کے امیر علی کو کچھ
انعام نہیں ملا ہے اور ما قبل غدر کے رپورٹ نسبت خدمت اور
عمدہ کارگذاری اس شخص کی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مسٹر کالون
صاحب کے بھیجی گئی ہے اور صاحب ممدوح نے ارشاد فرمایا کہ
ایک گھڑی طلائی ان کے واسطے منگوائی جاوے جس پر یہ عبارت
لکھی ہو کہ سرکار سے ان کو یہ شے مرحمت ہوئی ۔ بہ عوض

عمدہ کارگذاری - علاوہ اس کے صاحب ممدوح نے دو شالہ دینے کا بھی ارادہ کیا تھا - دونوں شے مالیت پانچ سو روپیہ اور منشاء یہی تھا کہ صاحب کمشنر کے دربار میں یہ دونوں چیز ان کو دی جاویں - بلکہ ہم نے سنا ہے کہ گھڑی منگانے کے واسطے ولایت کو لکھا بھی گیا - لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ یہ دونوں چیز اب ان کو دی جاویں - علاوہ اس کے خلعت بھی چھ پارچہ کا سرکار مناسب جانے مرحمت ہو اور دربار میں دیا جاوے - علاوہ اس کے ہم یہ بھی تجویز کرتے ہیں کہ ایک ہزار روپیہ نقد بہ عوض نقصان اسباب کے دیا جاوے اور بہ عوض خیرخواہی اور نیک کارگذار قدیم کے زمینداری بہ جمع دو ہزار روپیہ سالانہ بطور نشانی سرکار کے ان کو دی جاوے اور وطن ان کا شاہجہان پور میں ہے - اسی ضلع میں زمینداری ہو - ہم بھی کچھ ایام شاہ جہان پور میں رہ آئے ہیں اور وہاں کے گاؤں کا حال ہم کو معلوم ہے تو ہماری یہ تجویز ہے کہ بعد دریافت صاحب کلکٹر اس ضلع کے اگر کوئی امر مانع نہ ہو - تو عزیز گنج جو قریب شہر کے ہے وہ ان کو دیا جاوے - اگر اس کی جمع دو ہزار سے کم ہو تو ایک گاؤں اور بھی دیا جاوے - علاوہ اس کے معرفت صاحبان بورڈ کے نام شیخ امیر علی کا فہرست امیدواران ڈپٹی کلکٹری کے داخل کیا جاوے -

دستخط - سی - بی - کارمیکل صاحب میجسٹریٹ کلکٹر -

ترجمہ چٹھی صاحب کلکٹر بدایوں - بہ نام صاحب کلکٹر شاہ جہان پور مورخہ ۱۱ فروری ۱۸۵۹ء - نمبر ۳۹ -

میں آپ کے پاس نقول کاغذات مفصلہ ذیل بھیجتا ہوں اور درخواست یہ بھی ہے کہ براہ مہربانی آپ ملکیت تجویز فرمائیے - بقدر جمع منظوری کے جو سرکار نے شیخ امیر علی کو عطا

فرمایا ہے ۔

دستخط ۔ سی ۔ پی ۔ کارمیکل ۔ کلکٹر ۔

انتخاب نقشہ انعام بعوض خیر خواہی ایام غدر نمبر ایک

شیخ امیر علی تحصیدار ۔

دو شالہ	گھڑی طلائی
ایک	ایک

ہر دو اشیاء قیمتی پانچ سو روپیہ حسب تجویز لفٹنٹ گورنر مرحوم ۔

خلعت

نقد	زمینداری واقع شاہ جہان پور
ایک ہزار	بہ قدر دو ہزار روپیہ

تحریر نام اوپر فہرست امیدوران ڈپٹی کلکٹری ۔ چنانچہ یہ سب تجویز صاحب کمشنر نے بھی پسند کی ۔

انتخاب چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ مورخہ بست نہم اکتوبر ۱۸۵۸ء بنام صاحب کمشنر روھیل کھنڈ ۔

چٹھی تمھاری نمبر ۲۰۰ ۔ مورخہ ۶ ستمبر مع نقشہ انعام مجوزہ بابت چند اشخاص متعلقہ ضلع پیلی بھیت جن سے ایام غدر مین خیر خواھی و عمدہ کار گذاری ظہور مین آئی ۔ ملاحظہ سے گذری ۔

دفعہ ۲ــــاس کے جواب مین آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بہ استثناء تجویز پنشن حین حیات کے امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر دے کر تفصیل انعام مناسب متصور فرما کر منظور کرتے

هین اور آپ کو اجازت هوتی هے - که اس کو جاری کریں -
دستخط - سی - بی - کارمیکل صاحب کالکٹر
شیخ بدر الدین صاحب تحصیلدار انوبه ضلع بریلی -

ان افسر نے نہایت مستعدی اور عجب چالاکی سے ایام غدر مین خیر خواهی اور وفاداری کی که اس زمانه میں یه صاحب بریلی کے کوتوال تھے - غرض که ۱۳ مئی ۱۸۵۷ء کو جب خبر بلوہ میرٹھ کی بریلی مین پهنچی - اسی وقت سے انتظام پر مستعد هوئے اور ملازمان جدید سوار و پیاده به اجازت حکام ملازم رکھکر چوکیات پر متعین کیے اور ایک عمدہ انتظام یه کیا که تلنگان باغی جو میرٹھ سے مفرور هوئے ان کو بریلی آنے نه دیا - جو ملا بالا بالا رودر پور روانه کر دیا - تاکه پلٹن موجوده بریلی بگڑنے نه پاوے - روز و شب گشت وگرداوری میں مصروف رهے - کبھی کوتوالی پر اور کبھی چوکیات پر اور کبھی صاحب میجسٹریٹ بہادر کے پاس اور کبھی صاحب کمشنر بہادر کے پاس حاضر رهتے - یہان تک که ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء کو بریلی مین فوج بگڑ گئی اور قتل و غارت شروع هوا - حکام والا مقام نے ضلع چھوڑ دیا اور روانه نینی تال هوئے - یه افسر اس وقت شہر کے انتظام مین مصروف تھے - چوکی نگریا کی طرف جب گئے تو حکام کو تشریف لے جاتے هوئے دیکھا - فی الفور صاحب میجسٹریٹ بہادر کے پاس حاضر هوئے اور عرض کیا که مجھے کیا حکم هے - صاحب نے فرمایا که همارے ساتھ نینی تال چلو - یه مستعد وفادار افسر اسی طرح گھوڑے پر سوار حکام کے ساتھ هو لیے اور تمام اپنے خاندان کو خدا پر چھوڑا اور سب سے مقدم وفاداری اور نمک حلالی کو جانا اور همراه مسٹر گیتھوی صاحب بہادر میجسٹریٹ اور مسٹر الیگزینڈر صاحب بہادر کمشنر اور حکام اور

افسران فوج کے برابر نینی تال پہنچے اور اخیر تک وہاں حاضر رہے - بریلی میں باغیوں نے ان کا گھر بار سب لوٹ لیا - جبکہ فوج واسطے فتح بریلی کے روانہ ہوئی - تو یہ وفادار افسر ہمراہ فوج ظفر موج براہ مرادآباد داخل بریلی ہوئے اور اپنے عہدہ کا کام کیا اور انتظام ضلع میں بدل و جان نہایت کوشش سے مصروف ہوئے -

سرکار دولتمدار نے بعوض اس وفاداری کے ان افسر کی بڑی قدر کی کوتوالی سے عہدہ تحصیلداری پر ترقی فرمائی اور سند نیک نامی دفتر گورنمنٹی سے عطا ہوئی اور پہلی دفعہ دو ہزار روپیہ کی جمع کی زمینداری اور پھر دوبارہ بارہ سو روپیہ جمع کی اور زمینداری عنایت فرمائی اور بمقام فرخ آباد دربار عام میں پیش گاہ وائسرائے لارڈ کیننگ سے خلعت پانچ سو روپیہ کا مرحمت ہوا -

رپورٹ اور سرٹیفکیٹ ہائے مندرجہ ذیل اس وفادار افسر کے مصدق ہیں -

ترجمہ سرٹیفکیٹ عطائے گیتھری صاحب میجسٹریٹ کلکٹر ضلع بریلی مورخہ ۳ فروری ۱۸۵۹ء - مقام نینی تال -

مسمی بدر الدین کوتوال بریلی کا تھا - درمیان دسویں مئی ۵۸ء اور غرہ جون کے ان کی جانب سے ہم نے بہت مدد پائی - چنانچہ اس تاریخ غرہ جون کو بباعث بگڑ جانے فوج کے جن صاحبان انگریز کی زندگی تھی وہ کمپوں سے تشریف لے گئے اور ان صاحب کے چہرے پر کبھی میل اندیشہ کا ہم نے نہ دیکھا اور جو احکامات ہمارے محکمہ سے واسطے انتظام شہر کے جاری ہوئے وہ بمشورہ کوتوال کے اور اکثر بایمائے کوتوال کے جاری ہوتے تھے - چنانچہ بباعث مستعدی اور دانائی کوتوال صاحب کے

شہر مین خیریت رہی - تا وقتیکہ تلنگان باغی آتش زنی کرنے لگے اور اپنے افسرون پر گولی چلانے لگے - تب البتہ غدر مچ گیا - غرض کہ جس وقت ہمارے چلنے کی تیاری تھی - ہمارے پاس کوتوال حاضر ہوئے - الاّ جو کہ مجھ کو معلوم تھا کہ بعد رہائی قیدیان کے ان کا رہنا بریلی میں بمنزلہ فوت کے تھا - لٰہذا ہم نے ان سے واسطے ساتھ چلنے کے کہا اور ہم کو تمنا ہے کہ آپ کی خیر خواہی کا ثمرہ سرکار سے آپ کو بخوبی حاصل ہوگا اور واقعی میں ان کے برابر ہم نے کوئی شخص صاحب ہمت و تیز فہم نہیں دیکھا -

دستخط گیتھری صاحب

ترجمہ چٹھی صاحب کمشنر روہیل کھنڈ - بنام صاحب میجسٹریٹ بریلی مورخہ سی یکم اگست ۱۸۵۸ء نمبر ۲۸ -

آپ کے پاس چٹھیات ملفوف چٹھی ھذا کی بھیجی جاتی ہیں - در باب حسن کارگذاری بدر الدین کوتوال و عطائے انعام - لٰہذا آپ کو لکھا جاتا ہے کہ واسطے اطلاع گورنمنٹ کے رپورٹ کیجیے کہ جس ایام سے کوتوال موصوف آپ کے زیر حکومت ہین - آپ کی رائے میں ان کی کارگذاری کیسی ہے -

دستخط - الیگزینڈر صاحب کمشنر

ترجمہ چٹھی صاحب میجسٹریٹ ضلع بریلی - بنام صاحب کمشنر روہیل کھنڈ نمبر ۵۱ - مورخہ ۱۶ ستمبر ۵۸ء -

دفعہ اول—چٹھی آپ کی بطلب کیفیت در باب کارگذاری بدر الدین کوتوال کے ورود ہوئی -

دفعہ دوم—اس کے جواب مین مجھ کو کمال خوشی ہوتی ہے تحریر کرنے اس باب میں کہ جب سے ہم اس ضلع مین عہدہ میجسٹریٹی پر قائم ہین - تو بہرحال خیر خواہی و کارگذاری

بطور افسر پولیس کہال پسند آئی -

دستخط انگلش صاحب میجسٹریٹ

ترجمہ چٹھی صاحب کمشنر روھیل کھنڈ - بنام میجسٹریٹ بریلی مورخہ ۹ نومبر ۱۸۵۸ء - نمبر ۸۲ -

دفعہ اول — بموجب چٹھی آپ کے مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۸ء نمبر ۵۱ میں آپ کے پاس بھیجتا ھوں - نقل چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ نمبری ۹۹۴ مرقومہ ۴ نومبر ۱۸۵۸ء - مشعر عطائے انعام بدر الدین کوتوال سابق ضلع بریلی - بعوض حسن کارگذاری ایام غدر اور بعد اس کے -

دفعہ دوم — لہٰذا آپ کو اجازت ھوتی ھے کہ حسب منشا گورنمنٹ کے آپ گاؤں زمینداری کا اور مکان رھنے کا تجویز کیجیے - واسطے منظوری سرکار کے اور جو پروانہ خوشنودی کا سرکار سے مرحمت ھوا ھے وہ میں نے کوتوال صاحب کو دے دیا اور باقی جو انعام ھے - مثل شمشیر و تمنچہ و خلعت وہ پیچھے سے تجویز کیا جاوے گا -

دستخط - الیگزینڈر صاحب کمشنر

ترجمہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ بنام صاحب کمشنر روھیل کھنڈ مقام الہ آباد - مرقومہ ۴ نومبر ۱۸۵۸ء - نمبر ۹۹۴ -

دفعہ اول — بجواب چٹھی آپ کی مورخہ بستم ستمبر ۱۸۵۸ء - نواب امیر کبیر گورنر جنرل بہادر نے عطائے انعام مفصلہ ذیل - بنام بدر الدین کوتوال کے منظور فرمایا - یعنی ایک شمشیر اور ایک تمنچہ قیمتی پانچ سو روپیہ ایک مکان ضبطی واقع شہر بریلی اور خلعت -

دفعہ دوم — علاوہ اس کے حق زمینداری بیچ گاؤں جمع دو ہزار روپیہ ان کو عطا ھوتا ھے - مگر واضح رھے کہ جمع

مین تخفیف نہین ہوگی ۔

دفعہ سوم—چٹھیات اصل آپ کی واپس کی جاتی ہیں ۔ بعد رکھنے نقل ان کی سرشتہ میں ۔

دستخط ۔ لو صاحب ۔ نائب سیکرٹری

نقل مطابق اصل ۔ دستخطی کلارک صاحب

نقل پروانہ بدستخط صاحب سکرٹر نواب معلّی القاب وائسرائے گورنر جنرل بہادر ۔ دام اقبالہ ۔

تہور دستگاہ بدرالدین کوتوال شہر بریلی ۔ مورد مراحم والا باشند ۔

دریں ولا از روئے رپورٹ حکام ضلع بریلی بحضور فیض گنجور ۔ بندگان ذیشان نواب مستطاب معلّی القاب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہم ۔ مرابت خیر خواہی و جان فشانی ما ایشان با یام بلوہ باغیان کوتہ اندیش بوضوح پیوستہ خاطر فیض مظاہر بندگان نواب صاحب محتشم الیہم رضا مند و خوشنود گردید ۔ لہٰذا حسب الحکم بندگان نواب صاحب معظم الیہم جہت اعلان و اظہار خوشنودی خاطر اقدس و اعلٰی پروانہ کرامت نشانہ ھذا بایشان مرحمت میشود تا موجب سرخروئے و افتخار بین الا ماثل والا قران گردد و بجلدوئے ایں خیر خواہی و جان فشانی برائے عطائے خلعت و قطعہ مکان و قبضہ شمشیر و پستول و اراضی زمینداری کہ منافع آں دو ہزار روپیہ سالانہ باشد بحکام موصوفین ایما رفتہ ۔ مرقوم ۲۸ اکتوبر ۱۸۵۸ء ۔

منشی عبد الغنی صاحب

یہ صاحب آھنی سڑک مین جو سلیپر درکار ہوتے ھین اس کے ٹھیکیدار ھین ۔ جب غدر ہوا تو یہ صاحب پیلی بھیت

میں تھے مسٹر کارمیل صاحب بہادر جب یکم جون ۱۸۵۸ءکو ھمراھی شیخ امیر علی صاحب اور ذکریا خان صاحب اور عبد اللہ خان صاحب کے تشریف فرمائے نینی تال ہوئے ھیں - ان صاحب نے گھوڑے کی زین حاضر کرنے میں مدد کی - صاحب موصوف کے تشریف لے جانے کے بعد وھاں زیادہ غدر ھوا اور مسٹر برنی صاحب نے مع عیال و اطفال کے وزیر خان اور امیر خان کے گھر میں آکر پناہ لی - اس وقت ان کی حفاظت میں رھے اور عبدالرحمن خان رئیس جو انجام تک خیر خواہ رھے وہ بھی حقیقت میں ھمارے شریک رھے - اور زمانہ غدر میں حکام سے خط و کتابت کرتے رھے اور ابتدائے ۱۸۵۸ء میں حسب الطلب مسٹر ریڈ صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ جنگل نینی تال گئے اور جو کام صاحب ممدوح نے سپرد کیا - اس کو انجام دیا - ان کا جو نقصان باغیوں کے ھاتھ سے ھوا تھا - اس کے عوض ستاون ھزار سات سو انچاس روپیہ بطور معاوضہ نقصان محکمہ بنارس سے مرحمت ھوا - چنانچہ سرٹیفکیٹ ھائے مفصلہ ذیل سے ان کا حال بخوبی واضح ھوتا ھے -

ترجمہ سرٹیفکیٹ دستخطی پر سر صاحب - چیف انجنیئر سڑک آھنی مقام الہ آباد - مورخہ ۱۲ جولائی ۱۸۵۸ء -

میں اس بات کو تصدیق کرتا ھوں کہ مسمی عبد الغنی جو فی الحال نینی تال میں مقیم ھیں - آھنی سڑک کے ٹھیکیدار ھیں - واسطے پہنچانے لکڑی جس کو سلیپر کہتے اور ان کی جانب سے اس کار سڑک آھنی میں بہت مدد ھوئی اور واسطے شرائط ٹھیکہ کے ایفائے عہد کرتے رھے تھے - چنانچہ اسی کام پر مصروف تھے - جب غدر ھوا - اس کے باعث خسارہ کثیران پر ھوا اور یہ ھی وجہ ھے کہ کام اس سڑک کا بھی رک گیا ھے اور مسمی عبدالغنی

آدمی اشراف ہیں اور سرکار کے ساتھ انھوں نے خیر خواہی کی ہے ۔ چنانچہ لازم ہے کہ جو دعویٰ ان کا بباعث ہرجہ نقصان کے ہے وہ جلد تسلیم کیا جاوے تاکہ کار سڑک آہنی میں زیادہ ہرج نہ ہونے پاوے ۔

دستخط ۔ پرسر صاحب

ترجمہ سرٹیفکیٹ صاحب سپرنٹنڈنٹ ۔ بن کہانو ۔ مقام نینی تال مورخہ ۱۱ اگست ۱۸۵۸ء ۔

ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ عبد الغنی کے پاس سے خیر ہمارے پاس ابتدائے غدر سے برابر چلی آتی تھی اور بر وقت شروع غدر کے ہمارے ساتھ جنگل میں موجود تھے ۔ چنانچہ ان کو طلب کر لیا تھا ۔ کئی مہینے پہلے تسلط روہیل کھنڈ سے اور واسطے بند و بست کرنے باربرداری لٹھہ ہم نینی تال میں گئے ۔ تب سے ہمارے ساتھ برابر موجود رہے ۔

دستخط ۔ ریڈ صاحب

ترجمہ سرٹیفکیٹ دستخطی کپتان گون صاحب اسٹنٹ سپیشل کمشنر مقام مراد آباد ۔ مورخہ ۱۸۵۸ء ۔

واضح رہے کہ حسب ارشاد صاحب اسپیشل کمشنر کے میں اس بات کو تصدیق کرتا ہوں کہ مسمی عبد الغنی ٹھیکہ دار لٹھہ واسطے آہنی سڑک کے ایام غدر مین خیر خواہ سرکار رہے اور نینی تال اور کانشی پور مین موجود رہے ۔ کسی طرح باغیوں سے سر و کار نہ رکھا ۔

دستخط ۔ کپتان گون صاحب

ترجمہ سرٹیفکیٹ مسٹر برنی صاحب ۔ سابق نائب سپرنٹنڈنٹ شہر روہیل کھنڈ ۔ فی الحال سپرنٹنڈنٹ سڑک شہر پناہ کلکتہ ۔ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۸٦۰ء ۔

میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں - کہ جب میں مع عیال و اطفال کے بمقام پیلی بھیت بزمرہ باغیان زیر نظر تھا - اس وقت عبد الغنی ٹھیکہ دار سڑک آئنی اس شہر میں موجود تھا اور وہاں سے ضروری اسباب لے کر بھاگ - بھاگنے کا یہ سبب ہوا کہ عبد الرحمن خاں رئیس مذکور پیلی بھیت نے ان کی حفاظت کرلی - ورنہ بھاگنا بھی دشوار تھا اور رئیس مذکور نے مع اپنے شاگرد پیشہ کے کئی کوس سڑک بریلی پر پہنچا دیا اور یہ بھی سنا تھا - کہ جو کچھ اسباب ان کا پیلی بھیت میں رہ گیا تھا - وہ بدمعاشوں نے لوٹ لیا اور ہم نے ۶ جون ۱۸۵۷ء کر باغیوں کے پنجہ سے رہائی پائی - تو معلوم نہیں کہ اس میں عبد الغنی کی بھی مدد تھی یا نہیں - مگر البتہ عبد الرحمن خاں کی حویلی میں چند مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی اور ہر وقت گفتگو کے ہم کو یقین ہوا کہ فی الحقیت یہ آدمی خیرخواہ سرکار ہے اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ حکام انگریز کو نینی تال میں یہ خبر پہنچاتے رہے اور مقام میرٹھ سے ہمارے پاس بھی خبر بھیجتے رہے - واقعی یہ شخص بہت اچھا ہے - اگر سرکار سے عوضانہ نقصان اس کو مرحمت ہو جاوے بہت مناسب ہے -

دستخط برنی صاحب

ترجمہ چٹھی مسٹر ریڈ صاحب بنام - عبد الغنی ٹھیکہ دار مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۶۰ء مقام نینی تال -

واضح ہو کہ خط آپ کا مورخہ ۲۳ ماہ حال مشعر عطائے سرٹیفکیٹ در باب خیرخواہی بمراد تائید دعویٰ عوضانہ نقصان کے ہمارے پاس پہنچا - اس کے جواب میں تین امر کی البتہ ہم تصدیق کر سکتے ہیں ایک تو یہ کہ چند روز قبل بگڑنے فوج بریلی کے آپ کی مدد سے ہم بخیریت کمپو میں پہنچ گئے تھے -

کس واسطے کہ آپ نے چند گھوڑے ہمارے واسطے۔ جڑوہ ندی تک بھیج دیے تھے - اگر ایسی مدد نہ ہوتی تو غالب ہے کہ قبل بگڑنے فوج کے میں بریلی تک نہ پہنچ سکتا - دویم یہ کہ جو ہمارا اسباب پیلی بھیت میں تھا - اس کو آپ نے اپنی حفاظت میں رکھا اور بعد تسلط ہو جانے اس شہر میں وہ بحفاظت تمام ہمارے پاس پہنچا دیا - سوم یہ کہ شروع غدر میں آپ کی چھٹیات نینی تال میں برابر ہمارے پاس پہنچتی رہیں اور ان ایام میں کوئی آدمی مستعد اس بات پر نہ ہوا کہ لٹھوں کی باربرداری میرٹھ اور مراد آباد اور دیگر کمپو تک قبول کرے - اِلاّ آپ نے اس بات کو قبول کر لیا اور آپ کی امداد سے لٹھہ جا بجا واسطے کار سرکار کے پہنچ گئے اور جہاں تک ہم کو علم ہے اور سنا ہے البتہ یقین اس بات کا ہوتا ہے کہ آپ برابر خیر خواہی سرکار کی کرتے رہے -

دستخط - ریڈ صاحب

محمد ابراهیم خاں

تحصیلدار شاملی - ضلع مظفر نگر

یہ ایسا نامی افسر خیرخواہ سرکار ہے جس کی نیک نامی اور وفاداری اور جان نثاری کی شہرت تمام شمال مغربی اضلاع میں پھیل رہی ہے - ابتدائے غدر سے اس افسر نے گورنمنٹ کی خیرخواہی اور قیام عملداری سرکار پر بہت چست کمر باندھی - چوتھے رسالہ کے سواروں نے جب بغاوت کی اور تحصیل شاملی پر قبضہ کرنا چاہا - تو یہ افسر کمال بہادری سے بمقابلہ پیش آیا اور اپنی تحصیل کو باغیوں کے ہاتھ سے بچایا بہت ہی کم حاکم اضلاع متصلہ مظفر نگر کے باقی رہے ہوں گے - جن سے ایام غدر میں اس افسر نے خط و کتابت نہیں رکھی - جہاں تک ممکن ہوا

انتظام گورنمنٹ میں مدد کی اور جس قدر لٹا ہوا مال گورنمنٹ اور حکام یوروپین کا دستیاب ہوا سب کو برآمد کیا اور پہنچایا - آخرکار جب مفسدہ زیادہ ہوگیا اور انتظام کے لیے معتمد آدمی زیادہ درکار ہوئے تو اس افسر نے رام پور سے اپنے تمام خاندان کو شاملی میں بلوایا اور سب کو کارسرکار میں مصروف کیا - پچاس آدمی اس افسر کے خاندان کے مع اکبر خاں اس افسر کے شاملی میں تھے - جن میں سے اکثر بمقابلہ باغیان سرکار کی خیر خواہی میں مارے گئے - اور خود اس افسر نے بھی خیر خواہی سرکار میں اپنی جان نثار کی -

زمانہ غدر میں انتظام ڈاک کا جاتا رہا تھا اور پھر اس کا قائم کرنا اس زمانہ میں کچھ آسان امر نہ تھا - اس افسر نے بموجب حکم کمانڈر ان چیف صاحب بہادر کے کمال سعی و کوشش سے شاملی سے کرنال تک ڈاک قائم کی اور انتہا تک بخوبی جاری رکھی - جس سے نہایت فائدہ انتظام گورنمنٹ میں حاصل ہوا - چنانچہ اس کا حال پروانہ کمانڈر انچیف صاحب بہادر مورخہ ۳ اگست ۱۸۵۷ء سے جس کی نقل آگے آوے گی - واضح ہوگا -

ستمبر ۱۸۵۷ء میں دفعتہً مسلمانان ساکنان تھانہ بھون نے جن کا افسر قاضی عنایت علی تھا - فساد برپا کیا اور ایک بڑے گروہ نے تحصیل شاملی پر حملہ کیا - اس وقت تحصیل شاملی میں تخمیناً دس سوار پنجابی رسالہ کے اور اٹھائیس سپاہی جیل خانہ کے اور پچاس سے زائد سپاہی متعینہ تھانہ و تحصیل کے اور باقی آدمی اس افسر کے خاندان کے تھے - مع اکبر خاں اس کے بھائی کے جو رام پور سے گئے تھے اور وہاں موجود تھے - یہ افسر بکمال دلاوری و بہادری بمقابلہ پیش آیا اور تحصیل شاملی کو مستحکم کر کر اور اس میں محصور ہو کر بخوبی لڑا اور ہر دفعہ مفسدوں

کے حملہ کو ہٹا دیا اور بہت سے آدمی ان میں کے مارے گئے۔ اخیر کو گولی و باروت تحصیل میں ہو چکی اور نہایت مجبوری کا وقت آیا اور مفسدوں کو تابو ہوگیا اور وہ لوگ تحصیل کے قریب آ گئے۔ یہاں تک کہ تحصیل میں گھس آئے وھاں بھی مقابلہ ھوا اور یہ افسر نہایت بہادری سے مع اکثر آدمیوں اپنے خاندان کے کام آیا اور شرط نمک حلالی کو پورا کر دیا۔ یہ قتل و خون ریزی شاملی میں ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو واقع ھوئی جو دن کہ فتح دھلی کا تھا۔ مگر نہایت افسوس ھے کہ اس افسر کے کان تک مژدہ فتح دھلی جس کا وہ ھر دم مشتاق تھا۔ پہنچنے نہیں پایا تھا۔ اس ھنگامہ میں ۱۱۳ آدمی جن میں سو زیادہ مسلمان تھے کام آئے اور ھر ایک تحفہ خیر خواھی سرکار کا اپنے نام کے ساتھ لے گیا۔

یہ ھنگامہ جو تحصیل شاملی میں تھانہ بھون کے مفسدوں کے ساتھ ھوا وہ ھنگامہ بھی جس کو مفسدان تھانہ بھون نے جہاد نام رکھا تھا۔ مگر اس تمام حالات کے دیکھنے سے واضح ھوگا جو لوگ ان مفسدوں کے مقابلہ میں آئے اور در بدر ھو کر لڑے اور بہتوں کو جان سے مارا اور مرتے دم تک مقابلہ و مقاتلہ سے باز نہ رھے وہ بھی مسلمان تھے اور نیک بخت اور اپنے مذھب کے پکے۔ اس سے صاف ثابت ھوتا ھے کہ مفسدوں نے صرف فساد مچانے اور غلغلہ ڈالنے اور ھنگامہ کرنے کو اپنے فسادوں کو جھوٹا جہاد کے نام سے مشہور کیا تھا۔ در حقیقت کوئی مسلمان ان بغاوتوں کو جہاد خیال نہین کرتا تھا۔ کیونکہ یہ بات سب لوگ جانتے ھین کہ جس حاکم کی عملداری میں جو بطور رعیت ھو کر اس کے امن مین رھتے ھین ان حاکموں سے مقابلہ کرنا بغاوت ھے۔ نہ کہ جہاد۔

میں نے سنا ہے کہ جب یہ مفسد تھانہ بھون کی تحصیل میں گھس آئے اور ابراهیم خاں نے بہت بہادری سے ھتیار کرنے میں جان دی تو باقی ماندہ آدمی پریشان ہوے اور مسجد میں اور ایک درگاہ میں جو تحصیل میں ہے پنا لی - تاکہ مفسد ان مقاموں کو مقدس سمجھ کر ان کی جان معاف کریں - مگر ان کمبختوں نے وھاں بھی نہ چھوڑا اور سب کو جان سے مار ڈالا - کہ مسجد اور درگاہ کی سب دیواریں خون سے بھر گئی تھیں -

اکبر خاں ابراهیم خاں کا بھائی بھی کام آیا - یہ شخص بہت دلاور تھا اور جب رام پور سے شاملی گیا ہے تو بجنور کے راستہ سے گیا تھا اور جناب مسٹر الیگزینڈر شیکسپیئر صاحب بہادر سے ملازمت کی تھی - جب میں نے بھی اس بہادر کو دیکھا تھا اور شاملی پہنچ کر وھاں کے حالات کی عرضی بھی حضور صاحب ممدوح میں بھیجی تھی -

اب اس مقام پر ان چٹھیات اور رپورٹ کی میں نقل کرتا ہوں جس سے ابراهیم خاں اور اکبر خاں کی خیر خواھی اور جو انعام کہ ان کے پس ماندگان کو گورنمنٹ سے مرحمت ہوا واضح ہوتا ہے -

نقل پروانہ جناب چارلس صاحب بہادر کمانڈر ان چیف -

رفعت و عالی مرتبت محمد ابراهیم خاں تحصیلدار شاملی حفظہٗ عرضی تمھاری معروضہ ۲۷ جولائی سن حال در باب اطلاع انتظام سرشتہ ڈاک از ابتدائے شاملی تا کرنال حسب الحکم حضور این جانب و نیز انجام دینے کار مفوضہ اکبر علی خاں باھتمام اس کے اور دریافت حال نمک حراماں بد اعمال اور استفسار کیمپ فوج موجودہ کیمپ چھاؤنی دھلی اور خبر افواج قاھرہ سرکاری عنقریب آنے والی ھیں - مع مراتب کے پہنچی ملاحظہ میں

آئی ۔ اس واسطے لکھا جاتا ہے کہ حضور ایں جانبؑ اور جنرل صاحب بہادر اور صاحب ایجنٹ دھلی سب تمھاری کارگذاری سے واقف ھیں اور بہت خوش ھیں اور جب کچھ ذکر آتا ہے تو حضور تمھاری تعریف حکام کے رو برو بیان کرتے ھیں ۔ تم خاطر جمع رکھو اور اسی طرح سے کار سرکار بکوشش و جان فشانی کرتے رھو اور حضور کو اپنے حال پر متوجه جانو کہ عنقریب ثمرہ نیک اس جان فشانی اور خدمات سرکاری کا تم کو ملے گا ۔ فقط اور حال مفسدان نمک حرام کا یہ ہے کہ جب باھر نکل کر دو چار افواج ظفر امواج انگریزی کے ھوتے ھیں ۔ کشتہ خستہ افتاں و خیزاں اپنی جان بچا کر بھاگ جاتے ھیں ۔ اب نہ ان کو مقابلہ کی جرأت نہ دھلی میں رھنے کی ھمت نہ کسی طرف بھاگنے کی طاقت ہے ۔ مثل چراغ سحری کوئی دم کے مہمان ھیں ۔ عنقریب لقمہ تیغ بے دریغ بہادران میدان شجاعت کے ھوں گے اور افواج قاھرہ سرکار انگلشیہ بکثرت یہاں کیمپ دھلی میں موجود ہے اور افواج گورہ بہت کلکتہ کی طرف اور ملتان کی طرف روانہ ھو چکے ھیں بامروز فردا اس کیمپ میں داخل ھوا چاھتے ھیں فقط اور حضور کے نام جب عرضی لکھو تو کیمپ چھاؤنی دھلی مین بھیجا کرو حضور کا مقام اسی چھاونی میں ہے کسی طرف دورہ کا اتفاق نہین ھوتا ہے ۔ فقط المرقوم سوم اگست ۱۸۵۷ء چھاونی دھلی ۔

نقل سرٹیفکیٹ عطیہ مسٹر گرانٹ صاحب بہادر جائنٹ میجسٹریٹ مظفر نگر ۔

محمد ابراھیم خاں تحصیلدار شاملی سے ھماری ملاقات بخوبی تھی اور ابتدائے مارچ ۱۸۵۶ء سے ھمارا رھنا اس ضلع مین ھوا ۔ پس ان کو ھم اکثر دیکھا کرتے ھیں ۔ خصوصاً شروع اس غدر

میرٹھ سے ہم شاملی کی تشریف لے گئے تھے اور دو روز ماہ جون اور بارہ روز ماہ جولائی اور چودہ روز ماہ ستمبر ہم وہاں مقیم رہے - غرض کہ جیسی ان کی قدر ہمارے نزدیک تھی اس کا بیان ہم نہیں کر سکتے اور ان کی جان بحق تسلیم ہونے سے ہم کو کمال افسوس ہوا اور جیسے انھوں نے اس غدر میں خیر خواہی سرکار کری ہے وہ بمقابلہ بے وفاداری اور بد کاری منجانب دیگر اہالیان سرکار کے بخوبی چمکتی تھی - اگرچہ شاملی کچھ دہلی سے دور نہ تھی اور سپاہیان باغی کی آمد و رفت برابر جاری تھی - خصوصاً جب چوتھے رسالہ کے سواروں کا غول جو شاملی میں موجود تھا بگڑا اور یہ ہمراہی دیگر سواران اپنے کے بارادہ قبضہ گری کے تحصیل پر چڑھ آئے - مگر جب دیکھا کہ تحصیلدار مستعد مقابلہ ہیں تو ہٹ کر دہلی کو روانہ ہوئے - غرضیکہ اس طرح چار مہینے تک برابر تحصیلدار نے اپنی تحصیل کو قائم رکھا - اس میں ان کی بہت نیک نامی ہوئی - کیونکہ اضلاع شاملی و کرانی و کاندھلی وغیرہ کے سب باغی ہو رہے تھے - آخرکار جب گروہ باغیوں کا جس میں غازی و رانگڑھ وغیرہ قصبہ جات کے کثرت سے تھے بسرداری قاضی عنایت علی خاں کی تحصیل پر چڑھ آیا اور محمدی جھنڈا کھڑا کیا - باوجود اس کے تحصیلدار نے ان کا مقابلہ کیا اور کمال شجاعت سے لڑے - جو کہ غنیم کا ہجوم زیادہ تھا - انجام کار تحصیلدار بقید ہشتاد جوان ہمراہیان اپنے کے اس لڑائی میں شہید ہوئے اور یہ جو خبر فرضی پھیل گئی تھی - کہ تحصیلدار نے قبل مارے جانے کے اپنے ہتیار مفسدوں کو دے دیے تھے - چنانچہ ہم نے اس کی تحقیقات بخوبی کری - مطلقاً قابل اعتبار نہیں ہم امید رکھتے ہیں کہ ان کے پسران اسماعیل خاں وغیرہ کی سرکار میں سرفرازی ہو گی اور زمینداری باغیان کی

ان کو عطا کی جاوے گی اور ان کے داماد محمد رضا پر بھی کہ
بے معاش ہو گیا ہے لحاظ کیا جاوے گا -

دستخط - سی - گرانٹ - جائنٹ میجسٹریٹ

نقل سرٹیفکیٹ در باب محمد اکبر خاں - عطائے مسٹر گرانٹ
صاحب جائنٹ میجسٹریٹ - مظفر نگر - مرقوم ۳ نومبر ۱۸۵۷ء -

سرٹیفکیٹ نسبت کارگذاری میرے والد محمد اکبر خاں کی جو
نواب رام پور کے یہاں نوکر تھے اور چودھویں ستمبر ۱۸۵۷ء
کو مع ابراھیم خاں اپنے بھائی کے عندالمقابلہ ھاتھ سے باغیان
تھانہ بھون کے جو شاملی پر چڑھ آئے - مارے گئے - عنایت کیجئے
اور ایک بیٹا ان کا عبدالقادر خاں وہ بھی والئی رام پور کے یہاں
نوکر ہے اور دو لڑکے صغیر سن ھین -

دستخط - سی - گرانٹ صاحب جائنٹ میجسٹریٹ - مظفر نگر -

ترجمہ رپورٹ صاحب کمشنر بہادر میرٹھ - بنام - سیکرٹری
گورنمنٹ اضلاع غربی - مورخہ ھشتم جنوری ۱۸۵۹ء - نمبر ۱۹ -

دفعہ اول — مین کاغذات مشمولہ چٹھی ھذا مجوزہ پنشن و
انعام واسطہ قرابت داراں و لواحقان ان افسران کے جو تھانہ اور
تحصیل شاملی مین مامور تھے اور عند المقابلہ باغیان کے ھاتھ سے
۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو تہ تیغ ہوئے - بخدمت امیر کبیر جناب
نواب گورنر جنرل صاحب بہادر کے گزارتا ھوں -

دفعہ دوم — شروع غدر سے لغایت دم واپسین تک کارگذاری
محمد ابراھیم خاں کی بہت عمدہ اور قابل تعریف کے ہے - جس نے
مہر خون کی اپنی وفاداری پر ثبت کر دی -

دفعہ سوم — مین درخواست عمدہ پنشن کی کرتا ھوں -
واسطے ان کے وارثان اور وابستگان کے -

دفعہ چہارم — واضح ہو کہ اس جنگ و جدل مین اور بھی

کئی شخص جو نوکر نہ تھے مگر بہ طلب ابراھیم خاں متوفی کے وطن سے ان کی مدد کے واسطے چلے آئے تھے ھلاک ھوئے ۔ مگر جو لوگ خاص ان کے یگانہ تھے ان کے نام پر واسطے شناخت کے اس قدر نشانی + کر دی گئی ۔

دفعہ پنجم۔اب بر حال وفاداری دم اخیر تک ان مردمان کی جو تحصیل شاملی میں کام آئے اس لائق تھی کہ جس قدر پنشن ان کے واسطے تجویز ھوئی عطا فرسائی جاوے ۔

دفعہ ھشتم۔یہ بھی ظاھر ھے کہ اگر ابراھیم خاں حملہ باغیان سے جانبر ھوتے تو بجلد دیے اس حسن کارگذاری اور خیر خواھی کے مستحق پانے انعام عمدہ کا ھوتے ۔

دستخط ۔ ولیم صاحب کمشنر بہادر میرٹھ ۔

انتخاب چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ ۔مرقوم ۷ اپریل ۱۸۵۹ء۔ نمبر ۳۱۵ ۔ بنام صاحب کمشنر میرٹھ ۔

دفعہ دوم۔جس قدر انعام اپنی نسبت ورثائے محمد ابراھیم خاں تحصیلدار کے تجویز کیا ھے وہ بدانست لفٹنٹ گورنر بہادر کے بہت ھی مناسب ھے ۔ لہذا گورنر صاحب ممدوح نے اس کو منظور فرمایا ۔ بایں تصریح کہ پنجاہ روپیہ ماھواری بنام والدہ اور زوجہ تحصیلدار متوفی کے اور مبلغ دہ روپیہ فی اسم بنام دو کس دختران و نیز عطائے زمینداری جائدار مضبطہ بجمع دو ھزار روپیہ واقع روھیل کھنڈ ۔ چنانچہ بمشورہ حاکم روھیل کھنڈ کے اس کی تجویز کر دی جاوے ۔

دفعہ سوم۔علاوہ اس کے روزینہ بطور حین حیات حسب تفصیل ذیل عطا فرمایا گیا ھے ۔ بنام والدہ مسمی عنایت علی متوفی دو روپیہ ۔ بنام والدین خدا بخش دو روپیہ اور روزینہ تا ھونے شادی مستورات اور بالغ ھونے لڑکوں یعنی بعمر ھشت دہ سالہ

کے مطابق تفصیل ذیل منظور ہوا ہے - تفصیل :

شش شش روپیہ بنام اعظم بیگم ہمشیران و زیدا بیگم مجو خاں - بنام زوجہ نصیر خاں متوفی دو روپیہ - واسطے اس کی دختر کے ایک روپیہ - برائے زوجہ شیر محمد خاں دو روپیہ اور واسطے برخوردار خورد اس کے ایک روپیہ بنام والدہ و بردار محمد حسین متوفی دو دو روپیہ -

دفعہ ہشتم—روزینہ بقید مبلغ دو روپیہ ماہواری واسطے زوجہ غلام حیدر خاں متوفی کے و نیز ایک ایک روپیہ ماہواری فی اسم واسطے چہار کس دختران متوفی مذکور کے منظور ہوتا ہے - اشرف بیگم - اولیا بیگم خانم بیگم اور بہ نسبت جمعت بیگم کے کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے - چنانچہ ایک جگہ عمر اس کی چوبیس سال بلفظ قبیلہ عبد اللہ خاں کے لکھی ہے اور دوسرے مقام پر عمر پینتالیس برس اور زوجہ اکبر خاں لکھا ہے -

دفعہ نہم—علاوہ اس کے روزینہ سہ روپیہ ماہوار واسطے زوجہ نیاز اللہ متوفی کے تا حیات و تا شادی ثانی منظور ہوا - مگر اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اگر زوجہ مذکور فوت ہو جاوے قبل پہنچنے عمر لڑکوں کے اٹھارہ برس تک - تو اس وقت صاحب کمشنر کو اختیار ہوگا کہ نسبت فرزندان اس کے از سر نو رپورٹ کریں -

دفعہ دہم—حق زمینداری بجمع ایک ہزار روپیہ سالانہ بنام چہار طفلان محمد اکبر خاں برادر محمد ابراہیم خاں تحصیلدار کے بحصہ مساوی علاوہ پنشن تیس روپیہ ماہواری بنام زوجہ محمد اکبر خاں متوفی اور دس روپیہ ماہواری واسطے دختر خاں متوفی مذکور کے تا ہونے شادی ان کی کے عطا کی جاوے -

دستخط ایڈورڈ صاحب - میجسٹریٹ و کلکٹر بر تصدیق -

نقل مطابق اصل -

ترجمه سرٹیفکیٹ عطا کردہ مسٹر ھوم صاحب کلکٹر۔ ضلع اٹاوہ - مرقوم ۱۸ جولائی ۱۸۶۰ء -

محمد عبد اللہ خان برادر زادہ محمد ابراھیم خان تحصیلدار شاملی ضلع مظفر نگر کے نے ھم سے استدعا کری کہ چند کلمہ بطریق سرٹیفکیٹ نسبت میرے چچا کے عنایت کیجئے - چنانچہ مطابق اس کی درخواست کے جو کچھ حال ان کا ھم کو معلوم ھے - لکھتے ھیں کہ محمد ابراھیم خان ضلع مراد آباد میں بعہدہ تھانہ داری مامور تھے اور آوردہ مسٹر ولسن صاحب کے تھے - خود ھم نے صاحب موصوف کی زبان سے سنا کہ بہت لئیق اور ھوشیار اھل کار ھیں - بعدہٗ مجلس علی گڑھ کے داروغہ ھوئے - چنانچہ دو سال تک کارگذاری اور دیانت داری ان کی ھمارے دیکھنے میں آئی - اس قدر ان کی نیک نامی اور دیانت داری کی تعریف ھے کہ جب ۱۸۵۵ء میں سرکار نے ھم کو واسطے تحقیقات ڈاکہ زنی کے جو اس ایام میں بہ کثرت ھونے لگی تھی اور کاٹ میل سرکاری لوٹ گئے تھے - متعین کیا تو ھم نے محمد ابراھیم خان کو بزمرہ اھالیان اس ضلع کے چھانٹ کر بعہدہ افسری اپنے سرشتہ میں مقرر کیا تھا - ان کی مدد سے کمال ھوشیاری سے بیشتر مجرمان جو خورجہ کی واردات میں شامل تھے - گرفتار ھو کر سزا یاب ھوئے - چنانچہ بعوض اس کارگذاری کے ان کو پیشکاری ضلع میرٹھ پر تعینات کیا اور وعدہ کیا کہ بر وقت خالی ھونے کسی جگہ تحصیلداری پر مامور کیا جاوے گا - اس عہدہ پر یہ زیر نگاہ مسٹر ھاکس صاحب اور مسٹر ترنبل صاحب کے جو فی الحال جج میرٹھ کے ھیں - ان صاحبان کی زبان سے اکثر تعریف محمد ابراھیم خان کی سنی گئی - بعد چندے ضلع مظفر نگر میں بعہدہ تحصیلداری کہ

وہاں مشاہرہ دو سو روپیہ ماہواری کا ہے تبدیل ہو کر آئے - جب غدر ہوا اور میرٹھ و دہلی میں فساد برپا ہوا - ہم نے بارہا تاکیداً ان کو خط لکھا کہ ہم نے تمہارے لیے سفارش کی ہے - اب اس وقت ثمرہ وفاداری کا ظہور میں لاؤ اور جان تک کا دریغ نہ کرو - یہ نہ ہو کہ ہماری سفارش میں داغ آوے - پس جیسا انھوں نے کیا وہ سب پر اظہر من الشمس ہے - کیا معنی کہ اپنے یگانوں کو بلوا کر حفاظت تحصیل میں مستعد رہے - جب باغیان نے دہلی سے حملہ کیا تب مع چند کسان ہمراہیان اپنے کے جاں بحق تسلیم ہوئے - خوب نمک حلالی کی - اس شخص سے زیادہ شجاع مرد خواہ ہندوستانی خواہ انگریزی ہم نے نہیں دیکھا - غرض جب تک وہ زندہ رہے ہم ان کو عزیز سمجھتے تھے - اب بعد مرنے کے ہم کو اس بات کے سننے سے کمال خوشی ہوگی - کہ ان کے قبیلہ اور فرزندان جن سے وے بڑی محبت اور پیار رکھتے تھے - خوش ہیں اور ان کی خوب پرورش ہوئی - شاید دوسرا شخص ہندوستان میں نہ ہوگا - کہ جس کا قبیلہ وقت جدائی اپنے خاوند کے نامہ و پیام بھیجتا رہے - اگرچہ یہ ایک چھوٹی بات ہے - تاہم قابل تحریر ہے کہ ابراہیم خاں نے اپنی بی بی کو ہندی پڑھایا تھا اور پڑھنے لکھنے میں اس کو خوب مشاق ہوگئی تھی اور ہندی اس واسطے سکھایا تھا کہ ہندی پڑھنا آدمی سے جلد باسانی آ جاتا ہے - خصوصاً اس واسطے سکھایا تھا کہ وقت مفارقت اور دوری کے باہم خط و کتابت رہے -

دستخط - ہوم صاحب

مصلحان معاشرت مسلمانان

(تہذیب الاخلاق بابت یکم جمادی الثانی ۱۲۸۸ھ)

ہم سے پہلے بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کی طرز معاشرت و طریقہ تمدن میں ترقی کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی کوششوں میں کامیاب بھی ہوئے ہیں اُن کا کچھ مختصر حال لکھنا مسلمانوں کی واقفیت کے لیے بہتر ہوگا (سید احمد) -

اول

سلطان محمود خاں مرحوم سلطان روم

یہ بادشاہ ۱۸۰۳ء میں تخت پر بیٹھا اور ۱۸۳۹ء میں فوت ہوا

ہماری رائے میں مسلمانوں میں سب سے اول یہ سلطان ہے جس کے اخلاق اور طریق معاشرت میں تہذیب شروع کی - تعصبات مذہبی کو جو در حقیقت اخلاق محمدی کے برخلاف تھے بالکل چھوڑ دیا - اپنی تمام مختلف مذہب کی رعایا کو اجازت دی کہ مطابق اپنے مذہب کے اپنی اپنی رسومات مذہبی ادا کریں - خود عیسائی گرجاؤں کی جو اُس کے ملک میں تھے مرمت کرا دی - جب کہ اُس نے رفاہ عام کے کاموں میں ایک لاکھ پیاسٹر (یہ ایک ترکی سکہ چاندی کا ہے) بانٹے تو گریک اور ارمنی چرچوں کو بھی برابر حصہ دیا -

اپنے ملک میں سکول مقرر کیے اور کل مذہب کے لوگوں یہودی ، عیسائی ، مسلمان سب کو برابر بلا تعصب تعلیم دینی شروع کی -

سیتلا کی بیماری موقوف ہونے کے لیے ٹیکہ لگانے کا نہایت خوبی سے رواج دیا - شفاخانے مقرر کیے جس میں فرنچ ڈاکٹر کام کرتے تھے - ڈاکٹر ڈس گالیر صاحب لکچر دیا کرتے تھے اور سلطانی حکیموں کو حکم تھا کہ وہ بھی اُن کا لکچر سننے کو حاضر ہوا کریں -

۱۸۳۰ء میں اس سلطان نے غلامی کے رواج کو جو خلاف شرع جاری تھا موقوف کر دیا اور تمام گریک کو جو بطور غلامی پکڑے گئے تھے چھوڑ دیا اور غلام آزاد کر دیے کیونکہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق اور خصوصاً آیت انما المومنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم اور آیت فامنا بعد و اما فداءً کے حکم کے مطابق کوئی شخص کسی کا غلام نہیں ہو سکتا -

اسی بادشاہ کے عہد میں ترکی زبان میں اخبار شروع ہوا اور پانچویں نومبر ۱۸۳۱ء کو پہلا اخبار چھپا جس کا نام تقویم و قائع رکھا گیا تھا -

ترک ایسے جاہل اور بیجا تعصب مذہبی میں مبتلا تھے کہ علم تشریح انسان سیکھنے کو بھی تصویر کا بنانا جائز نہ سمجھتے تھے - سلطان نے خود اپنی تصویر بنوائی اور سرجری اسکول قائم کیا جو دوسری جنوری ۱۸۳۲ء کو کھولا گیا تھا اور حکم دیا کہ کتب تشریح مع تصاویر تصنیف کی جاویں اور چھاپی جاویں اور پڑھائی جاویں -

اس سلطان نے ترکوں کا لباس اور طریق زندگی درست کرنے میں بڑی کوشش کی وہ خوب جانتا تھا کہ مہذب قوموں کے سامنے عزت حاصل کرنی اور حقارت سے نکلنا اور برابر کی ملاقات اور دوستی رکھنی بغیر اس کے کہ لباس اور طریقہ زندگی نہ درست کیا جاوے بالکل نا ممکن ہے -

اس نے دفعتاً اپنی سپاہ کی وردی بدل دی اور بالکل انگریزوں کی سی کر دی صرف ٹوپی کا فرق تھا ۔ ڈاکٹر ولش صاحب لکھتے ہیں کہ ٹرکی کی زمین پر قدم رکھتے ہی پہلی چیز جو میں نے دیکھی اور جس نے مجھ کو حیران کر دیا وہ تعلیم یافتہ اور خوبصورت وردی پہنی ہوئی شکل سپاہیوں کی تھی اور افسر فوج کے ولنگٹن کوٹ اور پتلون اور بوٹ پہنے ہوئے تھے ۔

اس سلطان نے خود بھی ترکی لباس اور دسترخوان پر یا پائدار خوان پر کھانا رکھ کر ہاتھ سے کھانا ترک کر دیا اور لباس میں کوٹ پتلون اور سرخ ٹوپی جو فیس کہلاتی ہے پہننی شروع کی ۔

میز و کرسی پر چمچہ اور چھری اور کانٹے سے کھانا شروع کیا ڈاکٹر ولش صاحب نے سلطان محمود کو دیکھا تھا کہ وہ لکھتے ہیں کہ سلطان کی یوروپین طریقہ تناول طعام اور خوبیٔ اوصاف اور شائستگی عادات میں اور ترکوں کی قدیم جہالت اور ناشائستگی میں آسمان و زمین کا فرق ہے ۔

اس بادشاہ نے جو نصیحت اور تدبیر مملکت اپنے جانشینوں کے لیے چھوڑی تھی وہ یہ ہے کہ سب کو برابر پناہ اور حقوق ہوں مسلمان پہچانے جاویں اور لوگوں سے صرف مسجدوں میں اور عیسائی صرف گرجاؤں میں اور یہودی صرف سنیگا میں ۔

یہ تھے اصلی اصول اسلام کے جس پر سلطان محمود نے عمل کرنا شروع کیا تھا اور ہم ہندوستان کے عالموں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ سلطان نے یہ سب کام علماء پایہ تخت کے فتووں سے کیے تھے مگر وہ لوگ ہندوستان کے لوگوں کی طرح جاہل اور متعصب نہ تھے اس سلطان کی پورے قد کی تصویر میں نے وارسیل کے بیلس میں دیکھی تھی جو پیرس دارالسلطنت فرانس میں ہے ۔ اس کو

یورپین لباس اور سرخ ٹوپی نہایت ھی سوھاتی تھی ۔ خدا اس پر رحمت کرے کہ اُس نے مسلمانوں کو مہذب و شائستہ بنانے کے لیے سب سے اول کوشش کی ۔

دوم

سلطان عبدالمجید خاں مرحوم سلطان روم

یہ سلطان پہلی جولائی ۱۸۳۹ء کو تخت پر بیٹھا اور ۱۸۶۲ء میں فوت ھوا

اس سلطان نے بالکل سلطان محمود کے طریقہ کی پیروی کی ۔ بالکل یورپین کوٹ و پتلون اور تمام یورپین لباس پہنتا تھا ۔ صرف ٹوپی سرخ ترکی کی ھوتی تھی میز پر چھری کانٹے چمچے سے کھانا کھاتا تھا اور تمام تعصبات کو جو مذھب اسلام کی رو سے لغو تھے چھوڑ دیا تھا اور روز بروز عیسائی قوموں سے محبت اور دوستی بڑھاتا جاتا تھا ۔

سب سے اول اور عمدہ کام جو اس بادشاہ سے بن آیا اور جس کے سبب مسلمان ھمیشہ اُس کے احسان مند رھیں گے تمام یورپ کی اعلیٰ سلطنتوں سے اور خصوص انگریزوں سے خالص محبت اور اخلاص پیدا کرنا تھا جس کے سبب سلطنت روم کی منجملہ یورپ کی سلطنتوں کے شمار ھوئی اور جو عہد نامہ ۱۸۴۰ء میں یورپ کی سلطنتوں میں ھوا اُس عہد نامہ میں یہ مسلمانی سلطنت بھی شامل ھوئی جس کا نتیجہ یہ ھوا کہ کریمیا کی لڑائی میں جو اس بادشاہ سے اور روسیوں سے ھوئی تھی انگریز اور فرنچ نے سلطان کی مدد کی اور اس مسلمانی سلطنت کو بچا لیا ورنہ آج دنیا میں مسلمانی سلطنت کا نام بھی نہ ھوتا ۔ پس حقیقت میں تمام دنیا کے مسلمانوں پر انگریزوں اور فرنچوں کا مگر بالتخصیص انگریزوں کا اس قدر احسان ھے کہ جب تک

مسلمانی سلطنت قائم ہے بلکہ جب تک مسلمان دنیا میں ہیں اس کے شکر اور مراسم احسان مندی کو ادا نہیں کر سکیں گے -

سلطان کی خوش قسمتی سے سلطان کو ایک نہایت لائق اور جامع جمیع صفات وزیر ھاتھ آیا تھا جس کا نام رشید پاشا تھا - اگر ہم سلطان عبدالمجید خان کے ادب کا پاس نہ کرتے تو اُن لوگوں کی فہرست میں جنھوں نے مسلمانوں کے حالات معاشرت میں اصلاح و ترقی کی سلطان محمود خان کے بعد رشید پاشا کا نام نامی اور لقب گرامی لکھتے - اُس نے ترکوں کے تمام لغو اور بیہودہ تعصبات کو جن کو انھوں نے غلط دینداری کے رنگ میں رنگا تھا - اور جو در اصل مذھب اسلام سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے تھے اور جو در حقیقت مسلمانوں کے تربیت یافتہ اور مہذب ھونے کے مانع تھے بخوبی غور کیا اور قرآن مجید کے استدلال اور سند سے اور نہ زید و عمرو کی تقلید سے اُن تمام تعصبات کی تردید کی اور یورپ کے طریقوں کے اختیار کرنے کا جواز لکھا اور سلطان عبدالمجید خان نے اُس کو پسند کیا اور تمام علماء اور مسلمانوں میں اور تمام رعایا میں اُس کے مشتہر کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ تمام تحریر بطور فرمان لکھی گئی جو ٹرکی زبان میں "ھت شریف" کے نام سے ملقب ہے -

۳ نومبر ۱۸۴۱ء کو ایک بہت بڑے عالی شان مکان میں خود سلطان اور اس کے تمام وزراء اور علماء اور سول و فوج کے افسر اور تمام سلطنتوں کے سفیر جو انباسڈر کہلاتے ھیں اور شیخ و مشائخ کبار اور ھر درجہ کے امام اور گریک اور ارمنی چرچ کے بشپ جوپیٹر یارک کہلاتے ھیں اور علماء یہود جو ربی کہلاتے ھیں اور تمام اھل حل و عقد جمع ھوئے اور رشید پاشا نے وہ ھت شریف پڑھا اور سب نے آمنا و صدقنا کہا - یہ دن سلطان عبدالمجید خان کی سلطنت میں ایسا مبارک دن تھا جس پر سے ہزار عید قربان ھونی

چاهئیں - یه دن نہیں تھا بلکه مسلمانوں کی قوم کی جان تھا اور حقیقت میں رشید پاشا مسلمانوں کی قوم کی زندگی کا سبب تھا - خدا اُس پر رحمت کرے -

سلطان عبدالمجید خان نے جو اس زور شور سے مسلمانوں کے حالات کی بہتری چاهی اور اُن کے لغو تعصبات کو جو غلط دینداری کے رنگ میں رنگے هوئے تھے دفعتاً توڑ دیا تو عام جاهل لوگوں اور اُن کٹ ملاؤں نے جن کی مثال ایسی تھی که - چارپائے بروکتابے چند - اُنھوں نے بہت غل مچایا اور عوام میں ایک ناراضی پیدا هوئی. اور اُس کو کرسٹان کہنے لگے - مگر جب رفته رفته لوگوں کو معلوم هوتا گیا که سلطان نے کیا کچھ بھلائی اور بہتری اسلام کی اور مسلمانوں کے ساتھ کی هے تو سب لوگ دل سے سلطان کو چاهنے لگے -

ایک مورخ لکھتا هے که ایک دفعه سلطان کوٹ پتلون پہنے هوئے اور لال ترکی ٹوپی اوڑھے هوئے گھوڑے پر سوار نماز کے لیے بایزید کی مسجد کو جاتا تھا راسته میں عورتوں کے غول نے بادشاہ کو گھیر لیا اور دیکھ کر بہت خوش هوئیں اور آپس میں کہنے لگیں که کیا همارا بیٹا خوبصورت نہیں هے - اب اس بات سے هر کوئی سمجھ سکتا هے که سلطان کو کس قدر لوگ عزیز سمجھنے لگے تھے -

اس سلطان نے اپنی سلطنت میں نہایت عمده کام کیے - انگریزوں اور فرنچ سے نہایت استحکام اور سچائی سے دوستی قائم کی - عدالتوں کے لیے قوانین بنائے اور فرانس کے طریقه پر تمام انتظام سلطنت قائم کیا ۱۸۴۶ء میں پبلک انسٹرکشن کی کونسل بنائی - نئی یونیورسٹی قائم کی - نارمل اسکول قائم کیے اور اُس کے وقت میں اتنی ترقی هوئی که قسطنطنیه میں تیره اخبار فرنچ اور ترکی اور

گریک زبان میں چھپنے لگے تھے -

ما شرانی سینی صاحب ایک فرنچ مورخ نے اس سلطان کے زمانہ کے حال میں لکھا ھے کہ ترک نہایت بہادر اور ذہین آدمی ھیں اور نہایت ایماندار مسلمان جو نہایت عجیب طرز پر اپنے مذھب کے ذریعہ سے اپنے چال چلن درست کرنے پر متوجہ ھیں -

سوھم

سلطان عبدالعزیز خان سلطان روم

یہ اس عہد کا بادشاہ ھے جس کی ذات مبارک سے روم کا تخت سلطنت مزین ھے خدا اس کو اور اس کی سلطنت کو سلامت رکھے یہ سلطان بھائی ھے سلطان عبدالمجید خاں کا ۱۸۶۲ء میں اپنے بھائی کے مرنے کے بعد تخت پر بیٹھا -

اس سلطان نے سب سے زیادہ مسلمانوں میں تربیت و شائستگی پھیلانے میں قدم بڑھایا ھے اور انگریزوں اور فرنچ اور آسٹریا سے اور بھی زیادہ دوستی و اخلاص پیدا کیا ھے -

لباس میں اور طریقہ زندگی میں اپنے سابقین کی صرف پیروی ھی نہیں کی بلکہ روز بروز اس میں ترقی کرتا گیا - بے تعصبی اور سچی دوستی اور محبت کا جو اس نے فرنچ اور انگریزوں سے پیدا کی ھے ۱۸۶۷ء میں بخوبی ثبوت ھوگیا جب کہ سلطان پیرس دارالسلطنت فرانس میں بطور مہمان کے آیا اور امپرر نیپولین کے ساتھ کھانے اور تمام جلسوں میں شریک رھا اور وھاں کی سیر و سیاحت کر کر لنڈن میں صرف دوستی اور اخلاص کے سبب ملکہ معظمہ وکٹوریا دام ظلہا سے ملاقات کر آیا اور کھانوں اور دعوتوں اور جلسوں میں شریک رھا -

سب سے زیادہ عزت جو سلطان نے لنڈن میں کمائی بلکہ

مسلمانوں کی قوم کو بلکہ اُن کے اخلاق مذہبی کو دی وہ صرف یاد رکھنا اُس احسان کا تھا جو لارڈ پالمرسٹن نے کریمیا کی لڑائی میں ترکوں کو مدد دینے سے کیا تھا وہ عالی ہمت فیاض لارڈ جو زمانہ جنگ کریمیا میں وزیر اعظم سلطنت ملکہ معظمہ وکٹوریا کا تھا مر گیا تھا مگر اُن کی بی بی لیڈی پالمرسٹن زندہ تھی سلطان خود لیڈی پالمرسٹن کے پاس اُن کے شوہر عالی وقار کا شکر ادا کرنے گیا اور جتنی بڑی عزت کا یہ کام سلطان سے ہوا شاید آئندہ تمام عمر اُس کو ایسا دوسرا کام کرنا نصیب نہیں ہونے کا ۔

اس مقام پر ہم ہندوستان کے مسلمانوں کے سراسٹا فورڈ نارتھ کوٹ اُس زمانہ کے سیکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا یعنی وزیر ہندوستان کے اُس احسان کا ضرور ذکر کریں گے کہ جب سلطان لنڈن میں تشریف رکھتے تھے تو اُنھوں نے ہندوستان کی طرف سے سلطان کو انڈیا آفس میں بلایا اور ہماری طرف سے دعوت کی ۔ جب میں لنڈن میں گیا تھا تو میں نے انڈیا آفس کے اُس خوبصورت بڑے ہال کو جس میں ہماری طرف سے سلطان کی دعوت ہوئی تھی دیکھا تھا اور سراسٹا فورڈ نارتھ کوٹ کا بہت بہت شکر کیا تھا ۔

پھر اُسی دوستی اور اخلاص کا استحکام ۱۸۶۸ء میں اور زیادہ روشن ہوا کہ پرنس آف ویلز اور پرنسس آف ویلز یعنی ولیعہد ملکہ معظمہ اور ولیعہد بیگم قسطنطنیہ میں سلطان کے ہاں مہمان تشریف لے گئے اور باہم دوستی اور محبت سے جلسوں اور دعوتوں میں شریک رہے ۔

اُس کے بعد امپرس آف فرانس یعنی فرانس کے بادشاہ بیگم سلطان کے ہاں مہمان تشریف لے گئیں اور اُسی طرح کھانے اور پینے اور دعوتوں کے جلسے رہے ۔

پھر امپرز جوزف یعنی شہنشاہ آسٹریا سلطان کے ہاں مہمان

تشریف لے گئے اور جو کہ سلطان کے ملک کی اور آسٹریا کی حد بالکل پیوستہ ہے اور جارملاصق ہے اس لیے سلطان نے حق ہمسایہ کو جس کا ادب بموجب مذہب اسلام زیادہ تر ہے زیادہ عزیز سمجھا اور خاص اُسی محل میں جس میں خود رہتا تھا اپنے ساتھ شہنشاہ آسٹریا کو اُتارا - دن رات باہم صحبت رہی - کھانے پینے میں شریک رہے - سب ایک میز پر بیٹھ کر کھاتے تھے صرف سلطان کا نماز پڑھنا اور شہنشاہ آسٹریا کا چرچ میں جانا مسلمان اور عیسائی ہونا بتاتا تھا اور اس کے سوا کچھ فرق نہ تھا -

گریک اور ارمنی چرچوں کے لیے بشپ اور پیٹریارک اسی طرح سلطان مقرر کرتا ہے جس طرح کہ اگر خود اُنھی مذہبوں کا کوئی بادشاہ ہوتا اور وہ مقرر کرتا اُس کے ہاں تمام عہدہ دار اعلیٰ سے اعلیٰ بھی بلحاظ مذہب کے عہدوں پر مقرر ہیں اور آپس میں ایسا اطمینان اور اعتماد ہے کہ سفارت کے عہدوں تک جس میں ہزاروں راز کی باتیں ہوتی ہیں عیسائی اور مسلمان سب مقرر ہیں - یہ کیسی عمدہ اور خوشی کی بات ہے کہ مسلمان سلطان کی طرف کے دربار حضور ملکہ معظمہ میں جو سب سے بڑا دربار ہے اور سلطان کو سب سے زیادہ تعلق اور غرض اس عالی شان دربار سے ہے مسورس پاشا جو گریک ہے انباسڈر یعنی سفیر مقرر ہے -

ترکوں کی تربیت اور شائستگی اور تہذیب کا اب یہ حال ہے کہ اُن کا تمام لباس کوٹ و پتلون اور قمیص و واسکٹ بالکل یورپ کی مانند ہے ایک قسم کا فراک کوٹ ہے جو استعمال کرتے ہیں اور تمام اُمراء اور شریف لوگوں کا یہی لباس ہے صرف ترکی ٹوپی جدا ہے سب نے زمین پر کا بیٹھنا چھوڑ دیا ہے میز و کرسی پر بیٹھتے ہیں - میز پر چھری کانٹوں سے کھانا کھاتے ہیں اُن کے مکان کی آراستگی اور طریقہ زندگی بالکل یورپین کا سا ہوگیا ہے -

علی پاشا وزیر سلطنت نہایت عمدہ انگریزی پڑھا ہوا ہے لنڈن
میں اس نے تعلیم پائی ترکوں کا لباس نہایت عمدہ اور خوبصورت
ہوگیا ہے ۔ خوش وضع پتلونیں اور پاؤں میں سیاہ نفیس انگریزی
بوٹ اور سیاہ سیاہ نفیس بانات کے کوٹ اور سر پر لال ٹوپی جو فیس
کہلاتی ہے نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہے ۔ صفائی اور نفاست اور
آراستگی مکانات بالکل یورپ کی مانند ہے ۔ جب وہ لوگ اپنی ہمسایہ
قوموں فرنچ اور انگریزوں میں مل کر بیٹھتے ہیں تو ہمجولی معلوم
ہوتے ہیں اور امید ہے کہ روز بروز اور زیادہ مہذب ہوتے
جاویں گے ۔ پس ہندوستان کے مسلمانوں سے بھی ہم یہی چاہتے
ہیں کہ اپنے تعصبات اور خیالات خام کو چھوڑ دیں اور تربیت اور
شائستگی میں قدم بڑھائیں ۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی

(علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۸۸۰ء)

افسوس ہے کہ جناب ممدوح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری میں بمقام دیو بند انتقال فرمایا ۔ زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا ۔ لیکن ایسے شخص کے لیے رونا جس کے بعد اُس کا کوئی جانشین نظر نہ آوے ۔ نہایت رنج و غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے ۔ ایک زمانہ تھا کہ دلی کے علماء میں سے بعض لوگ جیسے کہ اپنے علم و فضل اور تقویٰ اور ورع میں معروف و مشہور تھے ۔ ایسے ہی نیک مزاجی اور سادہ وضعی اور مسکینی میں بے مثل تھے ۔ لوگوں کا خیال تھا کہ بعد جناب مولوی اسحاق کے کوئی شخص اُن کی مثل ان تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں ہے ۔ مگر مولوی محمد قاسم مرحوم نے اپنی کمال نیکی اور دینداری اور تقویٰ اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا کہ اس دلی کی تعلیم و تربیت کی بدولت مولوی محمد اسحاق صاحب کی مثل ایک اور شخص کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے ۔ بلکہ چند باتوں میں اُن سے زیادہ ہے ۔

ابھی بہت سے لوگ زندہ ہیں جنھوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کو نہایت کم عمری میں دلی میں تعلیم پاتے دیکھا ہے ۔ آنھوں نے جناب مولوی مملوک علی صاحب سے تمام کتابیں پڑھی تھیں ۔ بتدا ہی سے آثار تقویٰ اور ورع اور نیک بختی اور خدا پرستی کے

آن کے اوضاع اور اطوار سے نمایاں تھے اور یہ شعر آن کے حق میں بالکل صادق تھا ؎

بالائے سرش ز هوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

زمانۂ تحصیل علم میں جیسے کہ وہ ذھانت اور عالی دماغی اور فہم و فراست میں مصروف و مشہور تھے ویسے ھی نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زد اھل فضل و کمال تھے - آن کو جناب مولوی مظفر حسین صاحب کا ندھلوی کی صحبت نے اتباع سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت نے آن کے دل کو ایک نہایت عالی رتبہ کا دل بنا دیا تھا - خود بھی پابند اور شریعت تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی پابند سنت و شریعت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے - بایں همه عام مسلمانوں کی بھلائی کا آن کو خیال تھا آن ھی کی کوشش سے علوم دینیه کی تعلیم کے لیے نہایت مفید مدرسه دیوبند میں قائم ھوا اور ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی گئی علاوہ اس کے اور چند مقامات میں بھی آن کی سعی اور کوشش سے مسلمانی مدرسے قائم ھوئے - وہ کچھ خواهش پیر و مرشد بننے کی نہیں کرتے تھے - لیکن هندوستان میں اور خصوصاً اضلاع شمال و مغرب میں هزار ها آدمی آن کے معتقد تھے اور آن کو اپنا پیشوا و مقتدا جانتے تھے -

مسائل خلافیه میں بعض لوگ آن سے ناراض تھے اور بعضوں سے وہ ناراض تھے - مگر جہاں تک هماری سمجھ ھے هم مولوی محمد قاسم مرحوم کے کسی فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا ھو - خواہ کسی سے خوشی کا ھو - کسی طرح ھوائے نفس یا ضد یا عداوت پر محمول نہیں کر سکتے - آن کے تمام کام اور

افعال جس قدر کہ تھے بلا شبہ للّٰہیت اور ثواب آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے اُس کی پیروی کرتے تھے - اُن کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے لیے تھا اور کسی سے خوش ہونا بھی صرف خدا کے واسطے تھا - کسی شخص کو مولوی محمد قاسم صاحب اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھا یا برا نہیں جانتے تھے - مسئلہ حب للّٰہ اور بغض للّٰہ خاص اُن کے برتاؤ میں تھا - اُن کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں - ہم اپنے دل سے اُن کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو بلا شبہ نہایت محبّت کے لائق ہے -

اس زمانہ میں سب لوگ تسلیم کرتے ہوں گے کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل تھے - اُن کا پایہ اس زمانہ میں شاید معلوماتی علم میں شاہ عبدالعزیز کے کچھ کم ہو - الاّ اور تمام باتوں میں اُن سے بڑھ کر تھا - مسکینی ، نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر اُن کا پایہ مولوی اسحاق سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا - وہ در حقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے اور ایسے آدمی کے وجود سے زمانے کا خالی ہو جانا اُن لوگوں کے لیے جو اُن کے بعد زندہ ہیں نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے -

افسوس ہے کہ ہماری قوم بہ نسبت اس کے کہ عملی طور پر کوئی کام کرے زبانی عقیدت اور ارادت بہت زیادہ ظاہر کرتی ہے - ہماری قوم کے لوگوں کا یہ کام نہیں ہے کہ ایسے شخص کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد صرف چند کلمے حسرت اور افسوس کے کہہ کر خاموش ہو جائیں - یا چند آنسو آنکھ سے بہا کر اور رومال سے پونچھ کر چہرہ صاف کر لیں - بلکہ اُن کا فرض ہے کہ ایسے شخص

کی یادگار کو قائم رکھیں -

دیوبند کا مدرسہ اُن کی ایک نہایت عمدہ یادگار ہے اور سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسی کوشش کریں کہ وہ مدرسہ ہمیشہ قائم اور مستقل رہے اور اُس کے ذریعے سے تمام قوم کے دل پر اُن کی یادگاری کا نقش جما رہے -

---

(۲) مضامین ادبی

علوم جدیدہ

(تہذیب الاخلاق بابت یکم ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ)

ہماری تحریروں میں اکثر لفظ ''علوم جدیدہ'' آتا ہے غالباً اس کی مراد میں لوگوں کو شبہ رہتا ہوگا ۔ اس لیے اس کی تفسیر کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے ۔

واضح ہو کہ علوم جدیدہ سے تین قسم کے علوم مراد ہیں :

(۱) ایک وہ جو متقدمین یونانیہ اور حکمائے اسلامیہ کے زمانہ میں مطلق نہ تھے اور اب حال میں ایجاد ہوئے ہیں مثلاً جیالوجی اور ایلکٹرسٹی وغیرہ ۔

(۲) دوسرے وہ علوم جن کا نام تو متقدمین یونانیہ اور حکمائے اسلامیہ میں تھا مگر جن اصول پر وہ علوم مبنی تھے وہ اصول غلط ثابت ہو کر متروک ہو گئے اور اب نئے اصول قائم ہوئے ۔ جن کو اصول قدیمہ سے کچھ مناسبت نہیں اور بجز اتحاد نام کے اور کچھ باقی نہیں رہا ۔ مثلاً علم ہیئت اور کیمسٹری وغیرہ ۔

(۳) تیسرے وہ علوم جو متقدمین یونانیہ اور حکمائے اسلامیہ کے زمانہ میں بھی تھے اور اُن کے اُصولوں میں بھی کچھ اختلاف نہیں ہوا ۔ مگر اب اُن کو کمال وسعت ہو گئی ہے کہ زمانہ حال میں بالکل نئے معلوم ہوتے ہیں مثلاً میکنکس یعنی علم آلات جو ہمارے ہاں بلفظ علم جرثقیل

مستعمل ہے اور علم حساب ، جبر و مقابلہ علم ہندسہ وغیرہ ۔

پس ہم اپنے ناظرین پرچہ ہذا (یعنی تہذیب الاخلاق) سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ جہاں ہماری تحریر میں علوم جدیدہ کا لفظ دیکھیں اُس سے ہماری مراد ان تینوں قسموں سے کسی قسم کو یا کل کو مجموعاً و منفرداً تصور فرمائیں ۔

ترقی علوم

(تہذیب الاخلاق بابت ۱۵ ذی قعدہ ۱۲۸۸ھ)

مسلمانوں میں ترقی علوم کی ایک عجیب سلسلہ سے ہوئی ہے۔ سب سے اول بنیاد ترقی علوم کی جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی کہ انھوں نے زید ابن ثابت کو متعین کیا کہ قرآن مجید کو اول سے آخر تک یکجا جمع کرکر بطور ایک کتاب کے لکھ دیں چناں چہ انھوں نے لکھا جیسا کہ اب موجود ہے۔

دوسری دفعہ مسلمانوں کے علوم کو اس وقت ترقی ہوئی جب کہ لوگوں نے حدیث کو جمع کرنے کا ارادہ کیا اگرچہ اول اول لوگ اس کو برا جانتے تھے (اور شاید ان کی رائے صحیح ہو) مگر دوسری صدی میں سب نے اس کی ضرورت کو قبول کیا اور حدیثوں کو جمع کرنے اور حدیث کی کتابوں کے لکھنے کی طرف متوجہ ہوگئے۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ سب سے اول کس نے اس کام کو شروع کیا بعضے کہتے ہیں کہ سب سے اول امام عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج بصری نے جنھوں نے ۱۵۵ ہجری میں وفات پائی کتاب تصنیف کی۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ ابو نصر سعید ابن عروبہ نے جنھوں نے ۱۵۶ ہجری میں انتقال کیا، کتاب تصنیف کی اور بعضے کہتے ہیں کہ ربیع ابن صبیح نے جو ۱۶۰ ہجری میں مر گئے سب سے اول کتاب لکھی اور اسی زمانہ کے قریب میں سفیان بن عینیہ اور مالک ابن انس کی تصنیفات مدینہ میں، اور عبد اللہ ابن وھب کی تصنیفات مصر میں، اور معمر اور عبدالرزاق کی

تصانیف یمن میں اور سفیان ثوری اور محمد ابن فضیل ابن غزوان کی کوفه میں اور حماد ابن سلمه اور روح ابن عباده کی بصره میں اور هشیم واسط اور عبد الله ابن مبارک کی خراسان میں شائع هوئیں -

تیسری دفعه مسلمانوں کے علوم کی ترقی اس وقت هوئی که بعض لوگوں نے عقاید مذهبی میں اختلاف کیا اور فرق بدع و اهواء کا شیوع هوا اور علم کلام میں کتابیں تصنیف هونی شروع هوئیں پھر اسی علم کلام کو اور زیاده ترقی هوگئی جبکه تردید مسائل فلسفه یونانیه بھی جو عقاید اسلام کے برخلاف تھے اس میں شامل کیے گئے - سب سے اول اس علم میں حارث محاسبی نے کتاب تصنیف کی جو حضرت امام احمد حنبل کا همعصر تھا - اول اول علماء اور اتقیاء اس علم کو زندقه و الحاد سمجھتے تھے پھر رفته رفته اس کی ایسی ضرورت معلوم هوئی که فرض کفایه تک نوبت پهنچ گئی -

چوتھی دفعه مسلمانوں کے علوم کی ترقی خلفاء عباسیه کے عهد میں هوئی که یونانیوں کے علوم یونانی زبان سے عربی میں ترجمه هوئے اور مسلمانوں میں رائج هوئے - اول اول ان علوم پڑھنے والوں پر بھی کفر و ارتداد کے فتوے هوئے مگر چند روز بعد یهی علوم مدار فضیلت و کمال قرار پائے -

پانچویں دفعه مسلمانوں کے علوم کی ترقی اس وقت هوئی جب که مسلمان عالموں نے معقول و منقول کی تطبیق کو ایک امر لازمی اور ضرووی سمجھا اور یقین کیا که بغیر اس کے انسان کا ایمان کامل نهیں هو سکتا -

اس فن میں سب سے زیاده کمال امام غزالی رحمة الله علیه نے حاصل کیا - اُن کی کتاب احیاء العلوم گویا سرچشمه اس فن کا هے - اگرچه ابتداء میں امام غزالیؒ کی نسبت بھی کفر کے فتوے هوئے اور اُن کی کتاب کے جلا دینے کے اشتهار کیے گئے

مگر آخر کو حجۃ الاسلام اُن کا لقب ہوا اور اُن کی کتاب کو تمام عالم نے تسلیم کیا ۔

اُس کے بعد بہت کم کتابیں اس فن میں تصنیف ہوئیں مگر اخیر زمانہ میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس طرف متوجہ ہوئے اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ لکھی جو بلحاظ اُس زمانہ کے درحقیقت نہایت عمدہ اور عجیب لطیف کتاب تھی ۔

مگر اب یہ تمام وقت جن کی کہانی ہم نے بیان کی گذر گئے اور اب بڑی ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں دو طرح پر علوم کی ترقی ہو ۔

اول ۔ جس طرح کہ قدیم یونانی فلسفہ اور حکمت ہم مسلمانوں نے حاصل کی تھی اب فلسفہ و حکمت جدیدہ کے حاصل کرنے میں ترقی کریں کیونکہ علوم یونانیہ کی غلطی اب علانیہ ظاہر ہو گئی ہے اور علوم جدیدہ نہایت عمدہ اور مستحکم بنیاد پر قائم ہوئے ہیں ۔

دوسرے یہ کہ جس طرح علماء سابق نے معقول یونانیہ اور منقول اسلامیہ کی مطابقت میں کوشش کی تھی اسی طرح حال کے معقول جدیدہ اور منقول اسلامیہ قدیمہ کی تطبیق میں کوشش کی جاوے تاکہ جو نتائج ہم کو پہلے حاصل ہوئے تھے وہ اب بھی حاصل ہوں ۔

اس کام کے کرنے میں بلاشبہ بہت سے نادان بُرا کہیں گے اور زبان طعنہ دراز کریں گے مگر ہم کو اس پر کچھ خیال کرنا نہیں چاہیے کیونکہ جن اگلے لوگوں نے ایسا کیا تھا اُن کا بھی یہی حال ہوا تھا مگر آخر کو سب لوگ اس کی قدر کریں گے ۔

علامات قرأت

(تہذیب الاخلاق جلد ۵ بابت یکم رمضان ۱۲۹۱ھ
صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۹)

اس مقام پر لفظ قرأت سے ہماری مراد قرأت مصطلحہ قرآن مجید نہیں ہے بلکہ اُس کے لغوی معنی مراد ہیں۔ یعنی پڑھنے کے نشان، انگریزی میں چند علامتیں مقرر ہیں جن کو پنگچوئیشن کہتے ہیں۔ انگریزی عبارت میں وہ نشان ہمیشہ لگائے جاتے ہیں۔ اُن کا فائدہ یہ ہے کہ عبارت کو فصیح طور پر پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے اُن نشانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ کہاں ختم ہوا، کہاں سے دوسرا مطلب شروع ہوا۔ کون سے لفظ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ کونسے علیحدہ ہیں۔ عبارت پڑھنے میں کس جگہ ٹھہرنا چاہیے، کس جگہ ملا کر پڑھنا چاہیے، تاکہ مطلب پڑھنے والے اور سننے والے کی سمجھ میں بخوبی آتا جاوے۔ اس کے سوا ان نشانوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت میں کون سا جملہ معترضہ ہے اور کون سا استفہامیہ؟ کون سا اقتباسیہ اور کون سا ندائیہ؟ کس مقام پر مصنف نے کوئی بات تعجب انگیز لکھی ہے؟ اور کس مطلب پر مصنف نے پڑھنے والے کی زیادہ توجہ چاہی ہے؟ علیٰ ہذا القیاس اس میں کچھ شک نہیں کہ علامات قرأت نہایت عمدہ چیز ہیں اور علم ادب کی ترقی کے لیے نہایت مفید ہیں۔ تمام ملکوں میں جہاں علم و فنون، علم ادب و انشاء، تہذیب اور شائستگی کی ترقی ہے، ان علامت کا استعمال ہوتا ہے، ہم مسلمانوں نے اپنی

تحریروں میں کوئی علامتیں اس قسم کی معین نہیں کیں ۔ صرف قرآن مجید میں جس کو ہم نہایت عزیز اور قابلِ ادب سمجھتے ہیں اور جس کی تلاوت میں ہم کو بڑا اہتمام ہے ۔ بعض ایسی علامتیں جو قرأت قرآن مجید سے مخصوص ہیں ، مقرر کی تھیں ۔

سنسکرت زبان کی تحریر میں بھی کچھ علامتیں اس قسم کی مقرر نہ تھیں ، لیکن اس زمانہ میں جن لوگوں نے اپنی زبان کی ترقی اور درستی کی فکر کی ہے انھوں نے اپنی تحریروں میں ان علامتوں کا رواج شروع کیا ہے ۔ بنگالی زبان کی تحریر میں تو یہ علامتیں نہایت خوبی سے مروج ہو گئی ہیں اور آوریا اور گجراتی اور ناگری میں بھی مروج ہوتی جاتی ہیں ۔ مگر اردو زبان کی تحریر میں اس کا بہت کم رواج ہے ۔ کبھی کبھی ہم اپنے تہذیب الاخلاق میں کوئی کوئی علامت اس قسم کی لگا دیتے ہیں ۔ یا آگرہ اخبار کے ایک صاحب معاون اپنے آرٹیکلوں میں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے ان علامتوں کا استعمال کرتے ہیں ۔

کچھ کم دو برس کا عرصہ ہوا ہوگا کہ جناب منشی غلام محمد صاحب متوطن بمبئی نے اس پر بہت توجہ کی اور اردو زبان کی تحریر میں بھی ان علامتوں کا مروج ہونا ضروری سمجھا اور اس باب میں ایک رسالہ ، موسوم بہ نجوم العلامات ، تحریر فرمایا جو درحقیقت اپنی خوبی اور حسن بیان میں بے نظیر ہے ۔ اس رسالہ میں جناب موصوف نے ہر قسم کی علامتیں مقرر کی ہیں جو علامات قرأت قرآن مجید سے اخذ کی گئی ہیں ، اور اکثر حروف مفردہ تہجی باضافہ ایک لکیر مثل زیر کے ان علامتوں کے لیے مقرر کیے ہیں ، اور ہر ایک علامت کا بیان نہایت خوبی اور خوش بیانی اور وضاحت سے کیا ہے ۔

ہم کو جناب ممدوح کی تمام تجویزوں سے دل سے اتفاق ہے ،

مگر جو علامتیں اُنھوں نے مقرر کی ھیں اُن سے بوجوہات مفصلہ ذیل ھم کو اختلاف ھے :-

اول - ھم نہیں پسند کرتے کہ جو علامتیں مدت سے قرآن مجید کی تحریر میں مخصوص ھو گئی ھیں وہ اور تحریروں میں مروج کی جاویں اور آیت اور مطلق جو خاص قرآن مجید کی اصطلاحات ھیں ، اور تحریروں پر بولی جاویں ، گو شرعاً و عقلاً اس میں کچھ قباحت نہ ھو ، الا تعظیماً للقرآن الجید ایسا کرنا ھم پسند نہیں کرتے -

دویم - علامتیں جو حروف مفردہ تہجی سے مقرر کی گئی ھیں وہ اُردو زبان کی تحریر میں حروف عبارت سے مشتبہ ھو جاتی ھیں اور پڑھنے میں شبہ پڑتا ھے کہ وہ حرف بھی منجملہ حروف عبارت ھے ، اس لیے ضرور ھے کہ علامات مذکورہ صرف نقوش ھوں ، حروف نہ ھوں -

سویم - علامات مذکورہ ایسی ھونی چاھئیں کہ جو پتھر اور ٹیپ (ٹائپ) دونوں قسم کے چھاپہ میں مستعمل ھو سکیں - پس اگر ھم ایسی علامتیں مقرر کریں جو ٹیپ (ٹائپ) میں بنی ھوئی مروج نہ ھوں تو بالفعل ھم کو نہایت مشکل پڑے گی اور کسی طرح ھم کو نہ اُن علامتوں کا ھاتھ آنا میسر ھوگا نہ اُن کو بنا سکیں گے ؛ اس لیے نہایت مناسب ھے کہ جو علامتیں انگریزی میں مروج ھیں وھی ھم اُردو تحریر میں بھی اختیار کریں - اُن علامتوں کا ٹیپ (ٹائپ) ھر قسم کا بنا ھوا دستیاب ھوتا ھے - پتھر کے چھاپہ میں نہایت آسانی سے تحریر میں آ سکتی ھیں اور اُن کی شکل ایسی ھے کہ کسی حرف کے ساتھ مشابہ نہیں ھے ، صرف ایک علامت ھے جو حرف واؤ کے مشابہ ھے ، لیکن اُس کو اُلٹ دینے سے وہ التباس بالکل زایل ھو جاتا ھے - ھمارا ارادہ ھے کہ ھم تہذیب الاخلاق میں اُن

علامتوں کا رواج دیں ۔ اگر اور لوگ بھی اُس کو پسند کریں گے تو اُمید ہے کہ اُردو زبان میں بھی اُس کا رواج ہو جاوے گا ۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جناب منشی غلام محمد صاحب کے رسالہ کی خوشہ چینی سے اُن علامتوں کا اس مقام پر کچھ بیان کریں ۔

مفصلہ ذیل علامتیں ہیں جو اردو زبان کی تحریر میں مستعمل ہوسکتی ہیں

(،) کاما یعنی علامت سکتہ ۔ انگریزی میں اس کی یہ شکل ہے (,) حرف مگر یہ ، واؤ کے مشابہ تھا اس لیے اُس کو اُلٹ دیا تاکہ مفرد تہجی سے مشابہت نہ رہے ۔

(؛) سمیکولن یعنی علامت سکون ۔ انگریزی، میں اس کی صورت یوں (;) ہے ۔ اس کو بھی اُلٹ دیا ہے ۔

(:) کولن یعنی علامت وقفہ ۔

جہاں علامت سکتہ ہو اُس لفظ پر پڑھنے میں ذرا ٹھہرنا چاھیے ، اور جہاں علامت سکون ہو وھاں ذرا اُس سے زیادہ اور جہاں علامت وقفہ ہو وھاں ذرا اُس سے بھی زیادہ ۔

(.) فلسٹاپ یعنی علامت وقفہ کامل . یہ علامت اس بات کی ہے کہ یہاں فقرہ پورا ہو گیا ۔

(؟) نوٹ آف انٹروگیشن یعنی علامت استفہام یا علامت سوال ۔

(!) نوٹ آف اکسکلامیشن یعنی علامت تعجب وحیرت و فرحت ۔ اگر یہی نشان برابر دو (!!) کر دیے جاویں یا تین (!!!) کر دیے جاویں تو زیادہ تعجب و حیرت یا مسرت پر دلالت کرتے ہیں ۔

(۔) ھائی فن یعنی علامت ترکیب ۔

(ـــ) ڈیش یعنی خط یا لکیر ۔

( ) پرنتھسز یعنی علامت جملہ معترضہ ۔

(،، ،،) کوٹیشن یعنی علامت اقتباس ۔ انگریزی تحریر میں یہ علامت اس طرح پر لکھی جاتی ہے ، (،،. ,,) مگر ہم نے دونوں کو اُلٹا رهنے دیا ہے ۔

لفظوں کے اوپر لکیر کر دینا ، یہ قدیم علامت نقل یا اقتباس کی ہے ؛ جیسے کہ شرح میں متن کی عبارت پر لکیر کر دی جاتی ہے ۔

(—) انڈر لائن یعنی علامت توجہ ۔ جن لفظوں کے نیچے لکیر کر دی جاتی ہے وہ اس بات کا نشان ہے کہ پڑھنے والا اُس پر زیادہ توجہ کرے ۔

(*) اسٹار یعنی نجم ۔ کسی جملہ یا عبارت منقولہ کے بیچ میں دو یا تین نجم لگا دینا اس بات کا نشان ہے کہ اس مقام پر سے کچھ لفظ یا عبارت جو مطلب سے متعلق نہ تھا یا اُس کی نقل ضروری نہ تھی چھوڑ دی گئی ہے ، اور ایک نجم علامت حاشیہ کی ہے ۔

(* † ‡ ‖) ان میں سے ہر ایک حاشیہ کی علامت ہے ۔

علامت سکتہ

اس علامت سے جملہ کے ایسے حصے علیحہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں جو مطلب میں تو ملے ہوئے ہیں مگر پڑھنے میں اُن مقاموں پر ذرا سکتہ کر کر پڑھنا چاہیے ۔

۱۔ جب کسی مفرد جملہ میں مبتدا اور خبر مرکب ہوں ، تو اُن کے بیچ میں علامت سکتہ لگانی چاہیے ۔

مثال ۔ کسی چیز کی طرف مستقل اور پوری توجہ ۔ اعلیٰ طبیعت کی نشانی ہے ۔

۲۔ جملہ مرکبہ کے اجزاء مفردہ بذریعہ علامت سکتہ علیحدہ کرنے چاهئیں ، تاکہ پڑھنے میں الگ الگ پڑھے جاویں ۔

مثال ۔ جب اچھائی نہیں رهتی ، تو لوگوں کی توجه بھی نہیں
رهتی ۔
بہادروں نے جب دشمنوں کا حال سنا ، تو اُن پر نہایت دلیری
سے حمله کیا ۔

مگر جب جمله کے اجزاء ایسے هوں که خود آنهی سے اُن میں
ترکیب پائی جاتی هو ، تو وهاں علامت سکته کا لگانا کچھ ضرور
نہیں ہے ۔

مثال ۔ خود همارا دل هم کو بتاتا هے که اصلی نیکی کیا هے ۔

۳۔ معطوف و معطوف علیه میں جب حرف عطف موجود هو ، تو
وهاں بھی علامت سکته لگانی ضرور نہیں ۔

مثال ۔ زمین اور چاند دونوں سیارے هیں ۔
عقلمند آدمی وقت کی قدر کرتا هے اور اُس کو ضائع
نہیں کرتا ۔
کامیابی اکثر هوشیاری اور همت سے کام کرنے پر
منحصر هوتی هے ۔

مگر جب معطوف و معطوف علیه میں حرف عطف
موجود نه هو ، تو وهاں علامت سکته لگانی ضرور هے ۔

مثال ۔ عقل ، هوش ، علم ، هنر ، سب وقت پر کام آتے هیں ۔
وہ تو سیدھا ، سادھا ، ایمان دار ، آدمی هے ۔

مستثنٰی اور مستثنٰی منه کے درمیان میں بھی علامت سکته کا
لگانا ضرور هے ۔

مثال ۔ وہ شخص ایماندار هے ، مگر سست ۔
بہت بڑا عالم هے ، مگر بے عمل ۔
پرهیزگار هے ، مگر ظاهری باتوں میں ۔

جب متعدد صفتیں کسی اسم کی بغیر حرف عطف کے بیان کی
جاویں تو وهاں علامت سکته لگانی ضرور هے ۔

مثال - زید نہایت دانا ، ھشیار ، عالم ، فاضل ھے۔

مگر جب دو یا دو سے زیادہ ایسی بیان کی جاویں کہ ایک صفت دوسری صفت کی تشریح کرتی ھو ، تو اُن میں علامت سکتہ لگانی نہیں چاھیے -

مثال - بھورا سیاھی مائل کپڑا - ھلکا زردی مائل سبز رنگ -

اگر حرف عطف موجود ھو ، مگر جملہ کے اجزا لمبے لمبے ھوں ، تو بھی اُن میں علامت سکتہ لگانی چاھیے -

مثال - بے اعتدالی ھمارے جسم کی قوت کو ضائع کرتی ھے ، اور ھمارے دل کی جرأت کو -

۴- جب کہ تین یا تین سے زیادہ الفاظ ایک ھی جزو کلام میں ھوں ، اور اس میں صرف عطف ھو خواہ نہ ھو ۔ اُن لفظوں کے اخیر میں بھی ، سوائے اُس لفظ کے جو سب سے اخیر ھو ، علامت سکتہ لگانی چاھیے ، لیکن اگر وہ آخیر کا لفظ اسم ھو تو اُس کے بعد بھی علامت سکتہ ھونی چاھیے -

مثال - نظم ، موسیقی ، مصوری ، عمدہ ھنر ھیں -

خورم ایک دلیر ، دانا ، اور دور اندیش شہزادہ تھا -

جبکہ جملہ میں دو دو لفظ ساتھ ساتھ ھوں ، تو ھر دو کے بعد علامت سکتہ ھونی چاھیے -

مثال - بے بندوبستی اور بد انتظامی ، مفلسی اور محتاجی ، تکلیف اور مصیبت ، ویرانی و بربادی ، آپس کی نا اتفاقیوں کا نتیجہ ھے -

۵- جملہ ندائیہ کے بعد بھی علامت سکتہ ھونی چاھیے -

مثال - میرے پیارے ، میری بات سن -

او جانے والے ، ادھر ھوتا جا -

جاگنے والو ، جاگتے رھیو -

۶- جملہ بیانیہ فقرہ مفرد کے شروع میں ہو ، خواہ بیچ میں ، خواہ اخیر میں ، اس کے ساتھ بھی علامت سکتہ ہونی چاہیے ۔

مثال ۔ اُن کی نیکی ، احسان مندی سے ، مجھے یاد ہے ۔
اُن کی نیکی مجھے یاد ہے ، نہایت احسان مندی سے ۔
احسان مندی سے ، اُن کی نیکی مجھے یاد ہے ۔

۷- جب کہ کسی جملہ میں دو اسم آویں ، اور پچھلا اسم ، مع اپنے متعلقات کے ، اُسی شخص یا چیز پر دلالت کرے جس پر پہلا اسم دلالت کرتا ہے ، تو اُن کے درمیان میں بھی علامت سکتہ لگانی چاہیے ۔

مثال ۔ احمد ، خیر خواہ معاندان ۔

مگر جب کئی لفظ مل کر ایک مرکب بنے ، تو اُن لفظوں کے درمیان میں علامت سکتہ نہ ہونی چاہیے ۔

مثال ۔ شاہجان آباد ، اکبر آباد ، الہ آباد ، چتور گڈھ ، مشکل کشا ، نبی آخرالزمان ، مشکل کشا علی ۔

۸- اگر اسماء موصول کے بعد بھی جملہ بیانیہ ہو ، تو اُس کے پہلے علامت سکتہ لگانی چاہیے ۔

مثال ۔ وہ ، جو خم ہو کر پھر سیدھی ہو جاوے ، اصل تلوار ہے ۔

مگر جبکہ اسماء موصولہ اسم کے ساتھ ملے ہوئے ہوں ، تو اُس وقت اُن کے پہلے علامت سکتہ کا لگانا ضرور نہیں ۔

مثال ۔ جو تلوار خم ہو کر سیدھی ہو جاوے ، اصیل ہے ۔

۹- جب کسی جملہ کی ترکیب اُلٹ دی جاوے تو اُس کے بیچ میں علامت سکتہ لگانی چاہیے ۔

مثال ۔ خدا کے نزدیک کوئی چیز مشکل نہیں ہے ۔

اس مثال میں علامت سکتہ کی ضرورت نہیں ہے مگر جب

اس کی ترکیب اُلٹ دو تو علامت سکتہ کی ضرورت ہوگی -
مثلاً - کوئی چیز مشکل نہیں ھے ، خدا کے نزدیک -
۱۰- جب کوئی فعل محذوف ہو ، تو وھاں علامت سکتہ لگانی چاھیے -
مثال - پڑھنے سے آدمی پورا انسان ھوتا ھے ؛ اور اچھی گفتگو سے ، لائق ؛ اور لکھنے سے ، قابل -
۱۱- کاف بیانیہ یا تردیدیہ کے پہلے علامت سکتہ لگانی چاھیے -
مثال - ذوالفقار خاں آویں گے ، کہ نہیں -
نیک ہو ، تاکہ خوش رھو -

علامت سکون

یہ علامت فقرہ کے ایسے اجزا علیحدہ کرنے کو لگائی جاتی ھے جو ، بہ نسبت اُن اجزاء کے جن میں علامت سکتہ لگاتے ھیں آپس میں کم مناسبت رکھتے ھیں -
۱- جب کہ پہلا حصہ فقرہ کا پورا کلام ھو ، مگر اُس کے بعد کا حصہ ایسا ھو کہ اُس سے کوئی نتیجہ پایا جاوے ، یا پہلے حصہ کا مطلب بتاوے ، تو اُن میں بھی علامت سکون لگانی چاھیے -
مثال - ایمانداری سے اپنا کام کرو ؛ کیونکہ اس سے تمھاری عاقبت سنورے گی -
۳- جب کئی چھوٹے چھوٹے جملے ایک دوسرے کے بعد آویں ، اور باھم اُن کے کچھ ضروری مناسبت نہ ھو ، تو اُن میں بھی علامت سکون لگانی چاھیے -
مثال - ھر چیز پرانی ھوتی ھے ؛ وقت گذر جاتا ھے ؛ ھر چیز فنا ھونے والی ھے -

۳- جب کسی فقرہ میں کچھ تفصیل ہو ، تو اُس کے اجزاء علامت سکون سے الگ کرنے چاہئیں -

مثال - حکیموں کا قول ہے کہ نیچر کے بے انتہا کام ہیں ؛
اُس کا خزانہ معمور ہے ؛ علم ہمیشہ ترقی پر ہے ؛
اور آئندہ نسل کے لوگ ایسی باتیں دریافت کریں گے ،
جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں -

علامت وقفہ

اس علامت سے فقرہ کو دو یا زیادہ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے - جو حصے علامت سکون سے علیحدہ کیے جاتے ہیں ، بہ نسبت اُن کے ان حصوں میں جو علامت وقفہ سے علیحدہ ہوتے ہیں ، اور بھی کم مناسبت ہوتی ہے ، مگر ایسی بھی نہیں ہوتی کہ اُن پر مطلب ختم ہوگیا ہو-

۱- جب کوئی جزو فقرہ کا اپنی ترکیب اور معنی بتانے میں پورا ہو ، مگر اُس کے بعد کا جملہ بیانیہ ہو ، تو ایسی جگہ علامت وقفہ لگانی چاہیے -

مثال - غور کرنے کی عادت ڈالو : کہ اس سے زیادہ عمدہ
کوئی تعلیم نہیں -

۲- جب کہ ایک فقرہ کے کئی جملے علامت سکون سے علیحدہ کیے جاویں ، اور اُن کا نتیجہ اخیر فقروں پر منحصر ہو ، تو اخیر فقرہ سے پہلے علامت وقفہ لگانی چاہیے -

مثال - نیکی سے خدا خوش ہوتا ہے ؛ بُرے کاموں سے خدا
ناراض ہوتا ہے ؛ نیکوں کو عاقبت میں جزا دے گا ؛
بدکاروں کو قیامت کے دن سزا دے گا : یہ ایسے
خیالات ہیں کہ دنیا کو خوف و رجا میں رکھتے
ہیں ، نیکی پر رغبت دلاتے ہیں ، گناہوں سے باز
رکھتے ہیں -

علامت وقفه کامل

۱- جب کوئی مفرد جملہ چھوٹا ہو، تو اس کے اخیر میں علامت وقفه کامل لگانی چاہیے ۔

مثال ۔ زندگی کی کوئی حالت تکلیف سے خالی نہیں ۔

۲- جب کوئی فقره ترتیب معانی میں پورا ہو جاوے ، تو وہاں بھی علامت وقفه کامل لگانی چاہیے ۔

مثال ۔ ناامیدی سے ، اور آزمائش میں پڑنے سے ہمارے دلوں کا جوش کم ہو جاتا ہے ۔

۳- جب کسی لفظ کر اختصار کر کر لکھیں ، تو اس کے بعد بھی علامت وقفه کامل لگانی چاہیے ۔

مثال ۔ الخ جو اختصار ہے الٰی آخرہ کا ، هف ۔ جو اختصار ہے هذا خلف کا ۔ بی ۔ اے ۔ جو اختصار ہے بیچرل آف آرٹ کا ۔ ایم ۔ اے ۔ جو اختصار ہے ماسٹر آف آرٹ کا ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ جو اختصار ہے کمپینین آف دی آرڈر آف دی سٹار آف انڈیا کا ۔

علامت استفہام یا سوال

یہ علامت ایسے فقرہ کے اخیر میں لگائی جاتی ہے جس میں کوئی بات پوچھی گئی ہو ۔

مثال ۔ تم اپنے کام سے کیوں غفلت کرتے ہو ؟
آپ کا مزاج کس طرح ہے ؟
کیا ہم نے تم سے نہیں کہا تھا ؟

علامت تعجب

جبکہ فقرہ میں کوئی ایسا کلمہ جس سے دفعتاً جوش ، یا مسرت ، یا خوف ، یا تعجب وغیرہ پیدا ہوتا ہو ، تو اس کے اخیر میں یہ علامت لگائی جاتی ہے ۔

مثال :۔ آو ازلی و ابدی خدا !
آو خوش کرنے والے اور خوف دلانے والے خیال !
میں نے شیخ کلو سے پوچھا کہ تم کون ہو ، اُس نے
کہا کہ گیڈر !!

علامت ترکیب

جب دو لفظ مرکب کیے جاویں تو اُن کے درمیان میں یہ علامت لگا دیتے ھیں ، تاکہ کوئی اُن کو جدا جدا نہ سمجھے ۔

مثال ۔ کتب ۔ خانہ ⁖ شراب ۔ خانہ ⁖ فیل ۔ خانہ ⁖
منشی ۔ خانہ ⁖

خط یا لکیر

کبھی تو اس خط سے یہ مقصود ہوتا ھے کہ ایک لفظ سے دوسرے لفظ میں فرق ھو جاوے ، اور کچھ مطلب نہیں ھوتا ؛ مگر در اصل اس کا استعمال ایسی جگہ ھوتا ھے جہاں دفعتاً فقرہ ٹوٹ جاتا ھے ، یا دفعتاً خیال پھر جاتا ھے ۔

مثال ۔ خدا نے کہا ۔ کیا ؟—اے زمین نگل جا اپنا پانی ؛
اور اے آسمان تھم جا برسنے سے ۔

کبھی اس علامت کا استعمال بطور کنایہ کسی محذوف لفظ کے ساتھ ھوتا ھے ۔

مثال ۔ وہ تو—سے بھی بد تر ھے ؛ یعنی وہ تو شیطان سے بھی
بد تر ھے ۔
میں جاتا تھا——مجھ سے ملا ۔

، مقام پر کسی ایسے شخص سے کنایہ ھے ، کہ جس کو پڑھنے والا جانتا ھے ، یا لکھنے والے کو اُس کا نام ظاھر کرنا مقصود نہیں ھے ۔

علامت جملہ معترضہ

جب کسی فقرہ میں کوئی جملہ معترضہ آ جاوے ، تو اُس جملہ معترضہ کے شروع و اخیر میں یہ علامت لگانی چاہیے ؛ جس سے معلوم ہو کہ وہ ایک علیحدہ جملہ ہے جو مطلب کے بیچ میں آ گیا ہے ۔

مثال ۔ اس بات کو بخوبی جان لو (اور تم کو اتنا ہی جاننا کافی ہے) کہ انسان کے لیے صرف نیکی ہی اصلی خوشی ہے ۔

علامت اقتباس یا نقل ۔

جبکہ تحریر میں کسی دوسرے کا قول آ جاوے ، یا کسی دوسرے مصنف کی بعینہ عبارت اپنی تحریر میں ملا دی جاوے ، تو اُس کے اول اور آخر میں یہ علامت لگا دینی چاہیے ۔

مثال ۔ باغ کی تعریف اس سے بہتر نہیں ہو سکتی " توگوی خوردہ مینا برخاکش ریختہ و عقد ثریا برتاکش آویختہ" ۔
جب تک آدمی خود اپنا کام آپ نہ کرے ، بخوبی کام نہیں ہوتا : مشہور قول ہے کہ "آپ کام مہا کام" ۔

رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ "عمل نیت پر منحصر ہیں" حدیث کے یہ لفظ ہیں " انما الاعمال بالنیات" ۔

علامت توجہ

جس لفظ یا عبارت کے نیچے لکیر کی جاتی ہے اُس کا یہ مطلب ہے کہ اُس پر زیادہ توجہ درکار ہے ۔

مثال :- ذوالفقار خان کشتی پر جاتے تھے ، کتاب ھاتھ میں تھی ، نادانی سے گر پڑی ، اور ڈوب گئی -

علامت نجم

اس بات کی نشانی ھے کہ نقل کرنے میں بیچ میں سے غیر ضروری عبارت چھوڑ دی گئی ھے -

مثال - "شبے تاسل ایام گذشته میکردم ، و بر عمر تلف کرده تاسف میخوردم ، و سنگ لاخه دل را بالماس آب دیده می سفتم * * * تا یکے از دوستان که در کنجاوه غم انیس من بود ، و در حجره هم جلیس ، برسم قدیم از در در آمد"-

علامت حاشیه

شخصے نزد فقیہے آمد و پرسید کہ آن کدام زن * مجوسی † بود ، کہ دخترش‡ را گرگاں خورده بودند ‖ ؟ فقیهه جواب داد ، کہ بابا تو تمامتر غلط گفتی ، من کدام کدام غلط ترا صحیح کنم از پیش من برو -

---

* آن زن نه بود بلکه مرد بود -

† مجوسی نبود بلکه حضرت یعقوب نبی بنی اسرائیل بودند -

‡ دختر نه بود بلکه پسر بود -

‖ گرگاں نخورده بودند بلکه برادرانش غلط گفته بودند -

نمونہ "لغت زبان اردو"

ادب اردو کی جو خدمات سرسید کے پیش نظر تھیں اُن میں سے دو چیزیں بہت اہم تھیں ۔

(۱) ایک ایسی مفصل فہرست مرتب کرنی جس میں ان تمام کتابوں کی تفصیلات ہوں جو ابتدا سے سرسید کے وقت تک اردو میں چھپیں ۔ عنوانات کے نام سرسید نے یہ تجویز کیے تھے ۔ نامِ کتاب ۔ نامِ مصنف یا مؤلف یا مترجم ۔ سنہ تصنیف ۔ کتاب کا اسلوب بیان مختلف مقامات سے کتاب کے نمونے اور بعض مضامین کا خلاصہ ، افسوس دوسری قومی مصروفیات میں بری طرح منہمک ہونے کے باعث اس کتاب کے لکھنے کا موقع سرسید کو نہ ملا ، ورنہ ادب اردو کی تاریخ بے نظیر چیز ہوتی ۔

(۲) ایک مفصل اور محققانہ اردو و لغت جس میں ہر لفظ کے متعلق بتایا جاتا کہ وہ اسم ہے یا صفت ، ظرف مکان ہے یا ظرف زمان ، مؤنث ہے یا مذکر ، ضمیر ہے یا فعل ، اگر فعل ہے تو لازم ہے یا متعدی ۔ الفاظ اور محاورات کی سند میں مشہور اساتذہ کے اشعار بھی اس میں درج کیے جاتے ۔ الفاظ کے معنوں کے ساتھ

ان کی تفصیل اور تشریح بھی اس کتاب میں سرسید کا دینے کا ارادہ تھا مگر افسوس یہ کتاب بھی سرسید مکمل نہ لکھ سکے ۔ البتہ اس کے چند ابتدائی صفحات بطور نمونہ علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں چھپے جو ہم مولوی عبدالحق کی کتاب ''سرسید احمد خاں'' سے لے کر یہاں درج کرتے ہیں ۔ علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کا وہ پرچہ جس میں اردو لغات کا یہ نمونہ شائع ہوا تھا ہمیں نہیں ملا ۔

اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب سرسید احمد خاں نے اس لغت کا ابتدائی حصہ تیار کیا تو نمونہ کے طور پر ۴ صفحات اردو زبان کے مشہور و معروف مستشرق پروفیسر گارسن ڈٹاسی کو مشورہ کے لیے پیرس بھیجے ۔ سرسید نے جدید لغت کا انگریزی نام تجویز کیا تھا مگر ڈٹاسی نے سرسید صاحب کو مشورہ دیا کہ اس ڈکشنری کا نام ''لغت زبان اردو'' رکھو چنانچہ ڈٹاسی اپنی ایک تقریر میں کہتا ہے :

> ''سرسید احمد خاں کی اردو لغت کے چار صفحات میرے پاس نمونے کے طور پر بھیجھے گئے ہیں ۔ موصوف نے میری رائے کے مطابق اس ڈکشنری کا نام (پرانا یوروپین نام ترک کر کے) ''لغت زبان اردو'' رکھا ہے''۔

اس کے علاوہ اس لغت کے متعلق سرسید کو ڈٹاسی نے دو مشورے اور دیے تھے ۔ ایک تو یہ کہ ٹائپ کے

حروف بہت چھوٹے اور باریک ھیں جو لغت کے لیے سوزوں نہیں ۔ ٹائپ نسبتاً ذرا سوٹا ھونا چاھیے۔ دوسرے یہ کہ لغت میں الفاظ کے ماخذ بھی بیان ھونے چاھئیں یعنی ھر لفظ کے متعلق یہ بتایا جائے کہ یہ کس زبان سے آیا ۔ اس کی اصل کیا تھی ؟ اردو میں آ کر اُس نے کیا شکل اختیار کی ؟ اصل زبان میں اس لفظ کا مفہوم کیا تھا اردو میں منتقل ھوکر کیا مفہوم ھو گیا ۔

(سوانح عمری گارسن ڈتاسی مؤلفہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور ایم اے صفحہ ٦) ڈتاسی نے اس لغت کے متعلق اپنی جو رائے ظاھر کی تھی وہ ھم اس مضمون کے آخر میں پوری نقل کر رہے ھیں ۔

اگر سرسید اس جدید اور عجیب لغت کو پورا لکھ سکتے تو یہ ان کی ادبی تالیفات میں بہترین ھوتی مگر افسوس وہ اسے مکمل نہ لکھ سکے ۔ مگر آنے والے ادیبوں کے لیے ایسا نمونہ ضرور چھوڑ گئے ھیں جسے سامنے رکھ کر اردو کی بہتر سے بہتر لغت تیار ھو سکتی ھے ۔ اب وہ نمونہ ملاخطہ فرمائیے ۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

الفاظ کے اختصار کے لیے جو حروف مفرد معین کیے گئے ہیں اُن کی تشریح

اسم ۔ س
مذکر ۔ م
مؤنث ۔ ث
مصدر ۔ صد
لازم ۔ لا
متعدی ۔ مت
صفت ۔ ص
مفرد ۔ د
جمع ۔ ج
لفظ خطاب ۔ ل ۔ خ
ضمیر متکلم ۔ ض ۔ م
ضمیر حاضر ۔ ض ۔ ح
ضمیر غائب ۔ ض ۔ غ
ضمہ اور کسرہ اور واؤ اور یائے معروف ۔ ف
ضمہ اور کسرہ اور واؤ اور یائے مجہول ۔ ل
ظرف زمان ۔ ظ ۔ ز
ظرف مکان ۔ ظ ۔ م

الف - ب

الف

الف : س - م پہلا حرف حروف تہجی کا - بمعنی نفی مثلاً
اکارت - یعنی بیکار - الونا - بے نمک
اکال - عدم قحط - مگر پچھلے دونوں لفظ بہت کم بولے
جاتے ہیں -

آب : س - م - پانی - یعنی ایک رقیق سیال جسم جو بادلوں
سے برستا ہے اور دریاؤں اور چشموں اور سوتوں میں
اکٹھا ہوتا ہے -

آب دار : س - م } وہ شخص یا وہ عورت جس کے ذمہ پینے
آب دارانی : س - ث } کے پانی کا انتظام ہو -

آب دار خانہ : س - م - وہ مکان جس میں آب دار پانی رہتا ہے -

آب خورہ : س - م - ایک خاص صورت کا چھوٹے منہ کا مٹی کا
برتن جس سے پانی پیا جاتا ہے اگر اس صورت کا برتن
اور کسی چیز کا ہو تو اس چیز کا نام لینا چاہیے مثلاً
تانبے کا آب خورہ - پیتل کا آب خورہ - چاندی کا
آب خورہ -

آب حیات : س - م - (۱) وہ پانی جس کا ذکر کہانیوں میں ہے
کہ جس کے پینے کے بعد موت نہیں آتی -
(۲) بادشاہوں اور امیروں کے پینے کا پانی جو نیک
فال سمجھ کر لیا جاتا ہے -

آب خاصہ : س - م - خاص بادشاہوں اور امیروں کے پینے کا
پانی -

الف ۔ ب

آب حیواں : س ۔ م ۔ آب حیات ۔ ذوق

”جو لذت آشنائے مرگ ہوتا خضر تو ہرگز
نہ پیتا آب حیواں ڈوب مرتا آب حیواں میں“

آب شور : س ۔ م (۱) سمندر (۲) کھاری پانی ۔

آب شورہ : س ۔ م (۱) مٹھاس گھول کر لیموں نچوڑا ہوا پانی ۔
(۲) شورہ کا ٹھنڈا کیا ہوا پانی ۔

آب بقا : س ۔ م (۱) آب حیواں (ذوق)

”کہانیاں ہیں حکایات خضر و آب بقا
بقا کا ذکر ہی کیا اس جہان فانی میں“

(۲) حیات ابدی جو دوسری زندگی میں ہوتی ہے ۔

آب پاش : س ۔ م ۔ باغ میں اور کھیتوں میں کنوئیں سے یا نہر یا تالاب سے پانی دینا ۔

آبی : ص (۱) جو چیز پانی سے علاقہ رکھے ۔ (۲) پانی کے رنگ کے مانند یعنی ہلکا نیلا رنگ ۔

آبی روٹی : س ۔ ث ۔ ایک قسم کی خمیری تنوری روٹی جس میں صرف پانی پڑا ہو ۔ دودھ اور گھی نہ پڑا ہو ۔

آب : س ۔ ث (۱) صفائی اور براق مثلاً موتی کی آب ۔ (۲) رونق و چمک مثلاً کپڑے کی آب کھانے کی آب ۔ (۳) کاٹنے والے ہتھیار کے لوہے کی چمک اور سختی اور تیزی مثلاً تلوار کی آب ۔

آب دار : ص (۱) رونق دار مثلاً آب دار سالن ۔ آب دار کپڑا ۔ (۲) صاف اور براق مثلاً آب دار موتی ۔ (۳) سخت اور تیز مثلاً آب دار تلوار ۔

الف ۔ ب

آب داری : س ۔ ث ۔ یعنی آب موتی کی ؛ کپڑے کی ، کھانے کی ، تلوار کی آب داری ۔

آب کار : س ۔ م ۔ کلال یعنی شراب بنانے یا بیچنے والا ۔

آب کاری : س ۔ ب ۔ ث ۔ شراب یا اور نشے کی چیزوں کے بنانے اور بیچنے کا پیشه ۔

آباد : س (۱) بسا ہوا ۔ دلی آباد ھے یعنی بسی ہوئی ھے ۔ شہر آباد ھے یعنی بسا ہوا ھے ۔ گھر آباد ھے یعنی بسا ہوا ھے اور اس میں لوگ رہتے ھیں (درد)

"بستے ھیں تیرے سایه میں سب شیخ و برھمن
آباد ھے تجھ سے ھی تو گھر دیر و حرم کا"

(۲) بسایا ہوا جب که فاعل سے مرکب ہو مثلاً شاہ جہان آباد یعنی شاہ جہاں کا بسایا ہوا ۔

(۳) دعائیه مثلاً آباد رہو یعنی مال و دولت ۔ گھر بار اولاد سے بھرپور رہو ۔ خانه آباد ۔ دولت زیادہ خانه آباد (درد)

"کون سا دل ھے وہ که جس میں آہ
خانه آباد تو نے گھر نه کیا"

آبادی : س ۔ ث ۔ (۱) بستی یعنی وہ جگه جہاں لوگ جمع ہوکر رہتے ھیں ۔ ج ۔ آبادیاں ، آبادیوں ۔

(۲) فعل ایک جگه رہنے کا مثلاً دلی میں آبادی ہوتی جاتی ھے ۔

آباد ہونا : صد ۔ لا ۔ بسنا یعنی ایک جگه جمع ہوکر رہنا ۔

آباد کرنا : مت ۔ بسانا ۔ آباد کروانا ۔ مت مت ۔ بسوانا ۔ گھر کا آباد ہونا ۔ لوگوں کا اس میں رہنا ۔ دل کا آباد

هونا ـ طمانیت سے ہونا ـ باغ کا آباد ہونا ـ سر سبز و شاداب ہونا ـ مسجد کا آباد ہونا ـ آراستہ رہنا اور کثرت سے نمازیوں کا نماز پڑھنے کو آنا ـ

آب تاب : س ـ ث ـ رونق ـ شان ـ شوکت ـ محسوس چیزوں پر بھی بولا جاتا ہے مثلاً نہایت آب و تاب سے فوج آراستہ ہے ـ غیر محسوس پر بھی بولا جاتا ہے مثلاً نہایت آب و تاب کی گفتگو کی ـ

آب رُو : س ـ ث ـ عزت حرمت یعنی ادب اور تعظیم کے مستحق ہونے کا خیال ـ

آب رُو ریزی : س ـ ث ـ بے عزتی کرنا یعنی وہ فعل جو ادب اور تعظیم کے استحقاق کے برخلاف ہو ـ

آبائی : ص ـ موروثی ـ باپ دادا سے پہنچی ہوئی مگر بہت کم بولا جاتا ہے ـ

آبگینہ : س ـ م ـ شیشہ ـ کانچ کا ظرف جو ایک صورت پر نہایت باریک بنایا گیا ہوتا ہے ـ پیٹ بڑا اور چپٹا اور گردن پتلی ـ گفتگو میں کبھی یہ لفظ نہیں بولا جاتا ـ صرف اشعار میں آتا ہے ـ

آبلہ : س ـ م ـ پھپھولا ـ آدمی کے بدن پر جو گول برجی دار دانہ اٹھ آتا ہے اور جس میں صرف سفید سا پانی بھرا ہوا ہوتا ہے ـ ج ـ آبلے، جب کہ فعل لازمی کے ساتھ ہو مثلاً آبلے پڑ گئے ـ آبلوں جب کہ مضاف ہو یا فعل متعدی کے ساتھ ہو مثلاً آبلوں کا پھوٹنا (غالب)

” اہل تدبیر کی وا ماندگیاں
آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں “

الف ۔ ب

آب نوس : س ۔ م ۔ ایک قسم کا درخت جس کی لکڑی نہایت سیاہ اور وزنی ہوتی ہے ۔

آبنائے : س ۔ ث ۔ پانی کا گلیارا یعنی پانی کا کم عرض راستہ جس سے ایک بڑا سمندر دوسرے بڑے سمندر سے مل جاوے ۔

آب نَے : س ۔ ث ۔ حقہ کی نَے جو پانی میں کھڑی رہتی ہے ۔

آبدست : س ۔ ث ۔ پاخانہ پھرنے کے بعد پانی سے دھونا ۔

الف ۔ پ

آپ : ل ۔ خ ۔ (۱) اگر مخاطب بزرگ اور قابل تعظیم و ادب ہو تو اس لفظ سے مخاطب کیا جاتا ہے (غالب)

”بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا “

(۲) اس لفظ سے مساوی درجہ کے مخاطب کو بلکہ اپنے سے کم درجہ کے مخاطب کو بھی خطاب کیا جاتا ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جب مخاطب بزرگ اور قابل ادب ہو تو اس کے ساتھ تعظیم کے اور لفظ بھی بولے جاتے ہیں اور مساوی درجہ اور کم درجہ کے مخاطب کے ساتھ وہ لفظ نہیں بولے جاتے مثلاً آپ جو فرماویں وہی ٹھیک ہے ۔ آپ جو کہیں وہی ٹھیک ہے ۔ مساوی درجہ کے ایسے شخصوں میں جن میں دوستی اور ارتباط کم ہے اکثر اس لفظ سے خطاب کیا جاتا ہے ۔

(۳) کبھی کم درجہ کے ایسے مخاطب کو جو اس خطاب کے لائق نہیں ہے بطور طنز کے اس لفظ سے خطاب کرتے ہیں ۔ کبھی اس خطاب کے لائق مخاطب کو طنزاً اس سے خطاب کیا جاتا ہے اور الفاظ مابعد اور لہجہ تلفظ اس پر دلالت کرتا ہے مثلاً آپ بھی خوب ہیں ۔

س ۔ بمعنی خود ۔ بجائے ذات اور نفس کے بولا جاتا ہے اور تاکید کا فائدہ دیتا ہے مثلاً میں آپ جاؤں گا ۔ وہ آپ گیا تھا ۔ تم آپ جاؤ ۔

آپ ہی آپ } خود بخود ۔ یعنی اپنی ہی ذات سے بغیر دوسرے
آپ سے آپ } : سبب کے مثلاً آپ ہی آپ خفا ہوتے ہو ۔ خدا آپ ہی آپ موجود ہے ۔ یہ کام آپ سے آپ ہو جاوے گا ۔

آپ میں آنا : ص ۔ ہوش میں آنا ۔

آپ میں نہ ہونا : ص ۔ ہوش میں نہ ہونا (مومن)

"ہم تا سحر آپ میں نہیں تھے
کیا جانے رہے وہ کس کے گھر رات"

آپ ہیں : حقیقت میں خطاب ہے مگر خاص ایسی حالت میں بولا جاتا ہے جب کہ کسی پرانے دوست کو دفعةً دیکھیں یا شبہ میں پڑنے کے بعد پہچانیں (ظفر)

"دیکھ صحرا میں مجھے اول تو گھبراتا تھا قیس
پھر جو پہچانا تو بولا حضرت من آپ ہیں"

بس ۔ بمعنی ذات ۔ نفس ۔ مثلاً ایسا خفا ہوا کہ آپ

ھی سے نکل پڑا (آھی) " اتنا بڑھ بڑھ کر بات مت کیجیے اپنا آپ سنبھالیے حضرت "۔

آپا دھاپی : س - ث - اپنے اپنے کام میں یا اپنی اپنی فکر میں بے تحاشا مصروف ھونا اور دوسروں کی سدھ نہ لینا ۔

آپا : س - ث - بڑی بہن -

آپس : س (۱) چند شخصوں میں کسی خاص قسم کا علاقہ ھونا برادری کا ، رشتہ داری کا ، محبت کا ، پیشہ کا ، مذھب کا ، کسی ایک رائے اور ایک خیال کے ھونے کا -

(۲) بمعنی ایک دوسرے کے جب کہ لفظ "میں" کے ساتھ مرکب ھو (مومن)

"کہے ھے چھیڑنے کو میرے گر سب ھوں مرے بس میں
نہ دوں ملنے کسی معشوق اور عاشق کو آپس میں "

آپس داری : بمعنی رشتہ داری - برادری ۔

آتو : ف - س - ث - وہ عورت جو لڑکیوں کو پڑھاتی ھے -

آٹا : س - م - پسے ھوئے گیہوں اور اگر کوئی اور اناج پسا ھوا ھو تو اس کا نام بھی لیا جاوے مثلاً جو کا آٹا - چاولوں کا آٹا -

آٹھ : س - م - اکائیوں میں کے ایک عدد کا نام ھے جو چار کا دوگنا اور دو کا چوگنا ھوتا ھے اور جو صحیح عدد سات کے بعد آتا ھے -

آٹھ : ص - جب کہ اپنے معدود کے ساتھ مرکب ھو اور

اٹھ - ٹھ

اس کی تعداد بتاوے مثلاً آٹھ عورتیں ، آٹھ روپے ۔

آٹھواں ص - م } (۱) صفت اس معدود کی جس سے یہ
آٹھویں ف - ص - ث } عدد پورا ہوتا ہے اور جو سات کے بعد آتا ہے مثلاً آٹھواں گھوڑا یعنی وہ گھوڑا جو سات گھوڑوں کے بعد ہے ۔

(۲) درجہ ۔ مرتبہ ۔ خواہ باعتبار ترقی کے ہو خواہ باعتبار تنزل کے مثلاً فلاں شخص امتحان میں آٹھواں رہا ۔

آٹھویں : ص - م - بمعنی آٹھواں جب کہ اپنے موصوف کے ساتھ ہو مثلاً آٹھویں دن آنا ، آٹھویں درجے پر منتخب ہونا ۔

آٹھوں : ص - آٹھ کے ہر ایک معدود کا کسی صفت میں شامل ہونا مثلاً آٹھوں نے مارا یعنی ہر شخص ان آٹھ میں کا مارنے میں شریک تھا ۔

آٹھواں حصہ : ص - م - کسی چیز کا ایک حصہ جب کہ اس کو آٹھ برابر حصوں میں تقسیم کیا ہو ۔ ایک کو جو آٹھ آٹھ پر تقسیم کیا جائے اس کا خارج قسمت ۔

آٹھ آٹھ آنسو رونا : صد - لا - بہت رونا ۔

آٹھ آٹھ آنسو رلوانا : صد ، مت ، (۱) بہت سا رلوانا ۔
(۲) ایسی تکلیف اور رنج پہنچانا جو بہت سے رونے کا باعث ہو ۔

آٹھوں گانٹھ کمیت : ص - ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اپنے مطلب میں نہایت ہوشیار ہو اور جس طرح بنے اپنا مطلب نکال لے اور اس کو ہاتھ سے نہ جانے دے ۔

الف ث - الف ج - الف ح - الف خ

آثار : س - م - ج - نشانیاں ، علامتیں -

آثار : س - م - د - بنیاد کا یا دیوار کا عرض -

آج : س - م - د - وہ دن جو کہ موجود ھے (درد)

"محتسب آج تو مے خانے میں تیرے ھاتھوں
کون سا دل ھے کہ شیشہ کی طرح چور نہ تھا"

آج کل کرنا / آج کل بتانا : صدر - لا - امروز فردا کرنا - یعنی کسی وعدہ کے پورا کرنے کو ٹالنا -

آج کل : ظ - ز (۱) قریب زمانہ گزرا ھوا یا آئندہ جب کہ اس لفظ کا ان معنوں میں استعمال ھوتا ھے تو ان دونوں لفظوں میں واؤ کبھی نہیں آتی - صحیح

(۲) جلدی - یعنی تھوڑے دن اور بحذف حرف عطف یا حرف تردید کے - بمعنی آج اور کل کے بولنا غلط ھے -

آحاد : س - م - ج - بمعنی اکائیاں - دس سے کم صحیح عددوں کا نام -

آخر : س - م - د - وہ جو سب کے بعد ھو خواہ زمانہ میں اور خواہ ترتیب میں اور معقول ھو یا محسوس -

آخرش / آخرکار : س - م - د - بمعنی آخر - مگر اس کا استعمال بطرف معقولات پر ھے -

آخری وقت : س - م - د - وہ وقت کہ جب موت بہت قریب ھو -

آخرت : س - ث - د - قیامت - یعنی وہ دن جو اس دنیا کے فنا ھونے کے بعد ھوگا اور جس میں لوگوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا -

الف خ ۔ الف ۔

آخور : س ۔ ث ۔ د ۔ وہ کوڑا کرکٹ اور ناقص گھاس جو گھوڑوں کے اگاڑی ، پچھاڑی میں جمع ہو جاتی ہے ۔

آخور کی بھرتی : س ۔ ث ۔ د ۔ ہر چیز جو ناقص اور ناکارہ ہو ۔

آداب : س ۔ م ۔ ج ۔ (۱) وہ طریقہ جس سے دوسروں کی بڑائی ظاہر کی جاتی ہے ۔
(۲) کسی کام کے کرنے کے طریقے جیسے نماز کے آداب ، کھانے کے آداب ۔

آداب : س ۔ م ۔ د (۱) ہر بات کو سلیقہ سے اور اچھی طرح کرنا ، (ذوق)

”میں نہ تڑپا جو دم ذبح تو یہ باعث تھا
کہ رہا مد نظر عشق کا آداب مجھے“

(۲) وہ فعل جو کسی بڑے کو دیکھتے ہی کیا جاتا ہے جیسے سلام یا مجرا ۔ جب کہ کسی بڑے کے سامنے زبان سے یہ لفظ کہا جاتا ہے تو گویا اس کو مطلع کیا جاتا ہے کہ میں آپ کی تعظیم ادا کرتا ہوں اور بجائے سلام کے بھی مستعمل ہوتا ہے ۔

آداب بجالانا : صد ۔ لا ۔ یعنی وہ فعل کرنا جس سے اس شخص کی جو مستحق تعظیم کا ہے تعظیم ادا ہوتی ہے ۔ مغلیہ سلطنت میں جب بادشاہ کے سامنے کوئی حاضر ہوتا تھا تو چوب دار نہایت خوش آوازی سے پکارتا تھا آداب بجا لاؤ ۔ جہاں پناہ ۔ بادشاہ سلامت ۔ (عالم پناہ ۔ بادشاہ سلامت) ۔ پہلے جملے سے یہ مراد ہے کہ وہ فعل کرو جس سے تعظیم ادا ہوتی ہے اور باقی جملے دعائیہ ہیں ۔

الف د ۔ الف ر

آدم : س ۔ م ۔ د ۔ اُس انسان کا نام ھے جو سب سے اول پیدا ھوا اور جس کی ھم سب اولاد ھیں ۔

آدم زاد : بمعنی انسان ۔

آدمی : س ۔ م ۔ د ۔ بمعنی انسان ، یعنی آدم کی اولاد (ج) آدمی فعل لازمی کے ساتھ ، (ج) آدمیوں ۔ فعل متعدی کے ساتھ مثلاً دس آدمی ۔ اسے دس آدمیوں نے مارا ۔

آدمیت : ص ۔ ث ۔ د ۔ وہ نیک اخلاق اور عادات جو انسان میں سب سے اعلیٰ مخلوق ھونے کے سبب سے اس میں ھونے چاھئیں ۔

آدھا : ص ۔ م } دو برابر حصوں میں کا ایک مثلاً آدھا دن ۔
آدھی : ص ۔ ث } آدھی رات ، آدھا کپڑا ۔ آدھی روٹی اور حالت ترکیب میں پہلے الف کی مد اور آخر کا الف بولا نہیں جاتا جیسے کہ ادھ کچرا ۔

آدھوں آدھ : ص ۔ برابر کے دو حصے ۔

آدھا سیسی : س ۔ م ۔ سر کا ایک مرض ھے جس کے سبب سے آدھے سر میں درد ھوتا ھے جس کو درد شقیقہ کہتے ھیں ۔

: س ۔ م ۔ د ۔ آریس (ج) بیلوں کے ھانکنے کا ایک آلہ ھے جو ایک پتلی گول لکڑی یا چھڑی میں لوھے کی نوک کانٹے کی صورت کی لگا لیتے ھیں اور چلنے کے لیے بیل کے پٹھے میں یا دُم کے پاس چبھوتے ھیں ۔

الف ـ ر

آراستگی } : صد ۔ لا ۔ کسی چیز کا اپنی ضروری لوازمات سے
آراستہ ہونا } مہیا ہونا ۔

آراستہ : ص ۔ کوئی چیز جو اپنی ضروری لوازمات سے مرتب ہو ۔ گھوڑا ، باغ ، مکان ، آراستہ ہے ۔

آراستہ کرنا : صد ۔ ست ۔ کسی چیز کے ضروری لوازمات کا مہیا کرنا ، مکان کو ، باغ کو ، گھوڑے کو ، دل کو آراستہ کرو ۔

آرام : س ۔ م ۔ د (۱) ایسی حالت جس میں کچھ تکلیف روحانی یا جسمانی نہ ہو (آفتاب)

''عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گزرتی ہے''
(میر)

''ہوگا کسی دیوار کے سائے میں پڑا میر
کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو''

(۲) نیند آرام میں یعنی سوتے ہیں (میر)

''عہد جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا''

(۳) بیماری سے اچھے ہونے کی یا اس میں تخفیف ہونے کی حالت ، اب تو آرام ہے یعنی بیماری میں تخفیف ہے ، اب آرام ہے یعنی صحت ہے ۔

آرام گاہ : س ۔ م ۔ د ۔ امیروں کے سونے کی جگہ ۔

آرائش : س ۔ ث ۔ (۱) کسی چیز کے اپنے ضروری لوازمات سے آراستہ ہونے کی حالت ۔

(۲) اسباب اور سامان کی آرائش ۔

(۳) کاغذ کے پھولوں کے تختے اور پہاڑ اور چمن اور

درخت اور روشنی کے کنول وغیرہ جو ساچق اور برات میں ساتھ لے کر چلتے ہیں ۔

آرزو : س ۔ ث ۔ دل کی خواهش کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی ۔ جس کا ہونا یا نہ ہونا مشکل ہو یا اختیار میں نہ ہو (درد)

"ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے کہ کچھ آرزو کریں"

آرزو کرنا صد ۔ لا
آرزو کروانا صد ۔ ست : کسی چیز کی خواهش کرنا یا خواهش کروانا ۔

آرسی : س ۔ ث ۔ د ۔ آرسیاں (ج) بحالت مبتدا ہونے یا موصوف ہونے کے آرسیوں ج ۔ اضافت کی حالت میں کا ۔ کاج کا بنا ہوا گول یا مستطیل چھوٹا سا پرکالا جس میں منہ دیکھتے ہیں اور جس کے ایک طرف پارہ کی قلعی ہوتی ہے اور جس کو کسی چیز کے چوکھٹے میں جڑ دیتے ہیں اور گول پرکالہ کو اس طرح چاندی یا سونے میں لگاتے ہیں کہ ہاتھ کے انگوٹھے میں بطور انگوٹھی پہنا جاوے ۔

آرسی مصحف : س ۔ م ۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی بیوقوفی کی رسم ہے کہ جب نکاح ہو چکتا ہے اور دولہا اس مکان میں جاتا ہے جہاں دولہن ہوتی ہے تو اول دولہا اور دولہن کے سر پر ایک لال کپڑا ڈال کر اور دونوں کے سر ملا کر ان کے سامنے قرآن میں سے سورہ اخلاص کھول کر رکھتے ہیں اور ایک آرسی رکھتے ہیں تاکہ دولہا اور دولہن اول سورہ اخلاص

کو ایک ساتھ دیکھیں اور پھر اسی وقت ایک ساتھ
آئینہ میں دولھا اپنی اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سرسید احمد خان اس لغت کے متعلق فرانس کا مشہور مستشرق اور اردو زبان کا نامور محقق گارسن ڈتاسی اپنے اردو زبان کے متعلق خطبات میں حسب ذیل رائے کا اظہا کرتا ہے :

''سید احمد خاں کی اردو لغت کے چار صفحات نموناً مجھے بھیجے گئے ہیں۔ موصوف نے ایس ہاول (Howell) اور میری رائے کے مطابق اس لغت کا نام پرانا یوروپین نام ترک کر کے '' لغت زبان اردو '' رکھا ہے ۔ مسٹر ہاول نے میری رائے بھی سید صاحب موصوف کو پہنچا دی ہے ۔ اس لغت میں وہی عربی ٹائپ استعمال کیا گیا ہے جو سید صاحب کے مطبع میں ہے اور جس میں موصوف نے '' انجیل مقدس کی تفسیر'' شائع کی ہے ۔ اس ٹائپ کا بڑا عیب یہ ہے کہ اس کے حروف بہت چھوٹے ہیں ۔ مسٹر ولیم ہنڈ فورڈ (Handford) نے افسوس ظاہر کیا ہے اور میں بھی ان کے ساتھ متفق ہوں کہ اس لغت میں الفاظ کی اصل نہیں بتائی گئی ۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں کہ الفاظ کے معنی اور مطلب صاف زبان میں بیان کیے گئے ہیں اور ہر لفظ کے بعد اس کے مشتقات لکھے گئے ہیں ۔ لیکن علیگڈھ کے اخبار مورخہ ۵ فروری ۱۸۶۹ء میں اس لغت پر جو تنقید شائع ہوئی ہے ۔ میں اس سے متفق نہیں ۔ مثلاً یہ اعتراض معقولیت پر مبنی نہیں کہ ''چوں کہ اردو زبان سنسکرت ، عربی اور فارسی سے بنی ہے ۔ اس لیے دیسی لوگوں کے لیے ان زبانوں کی علیحدہ علیحدہ لغتیں تیار کرنی چاھئیں ، رہے خالص ھندوستانی الفاظ ۔ تو ان کے لیے لغت کی کیا ضرورت ہے ۔

اس لیے کہ ہر کس و ناکس انھیں سمجھتا ہے اور روزمرہ میں استعمال کرتا ہے"۔

یہ بات ایسی ہوئی کہ کوئی یہ کہے کہ "بھلا فرانسیسی زبان کی لغت کی کیا ضرورت ہے ۔ لاطینی کی لغت کافی ہے ، اس لیے کہ فرانسیسی زبان اس سے نکلی ہے ۔ ان الفاظ کے لیے جو عام طور پر استعمال کیے جاتے ہیں اور جن کے معنی ہر شخص جانتا ہے ۔ علیحدہ لغت کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح انگریزی کی لغت کی بھی ضرورت نہیں اس کے لیے سیکسن زبان اور فرانسیسی کی لغت سے کام نکل سکتا ہے"۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسے مفید کام پر اس طرح غیر ذمہ داری کے ساتھ تنقید کی جائے ۔ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ دوسرے کی آنکھ کے تنکے کو دیکھ لیتے ہیں لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر انھیں نظر نہیں آتا بوالو (Boileau) نے ٹھیک کہا ہے کہ "تنقید آسان ہے مگر صناعی (کام کو کر کے دکھانا) مشکل ہے" ۔ سید صاحب جیسے جلیل القدر مسلمان کے حوصلے کو پست کرنے کی کوشش کرنا جو تعلیم و تمدن کے سچے دل سے حامی اور قدردان ہیں ، کہاں کی انسانیت ہے؟ موصوف کے نکتہ چیں جو خود علم و فضل میں ممتاز درجہ نہیں رکھتے ، انھیں سبق دینے چلے ہیں ۔ سچے محققوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ ایسی تصنیف کے عیوب سے چشم پوشی کرتے ہیں جو مجموعی طور پر اطمینان بخش ہو اور جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچنے کی توقع ہو ۔ (خطبات گارساں دتاسی شائع کردہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد مطبوعہ ۱۹۳۵ء خطبہ دسمبر ۱۸۶۹ء صفحہ ۸۵ء تا ۸۷ء) ۔

اُردو زبان اور اُس کی عہد بعہد کی ترقی

یہ مضمون سرسید نے ۱۸۴۷ء میں اُس وقت لکھا تھا ۔ جب اُنھوں نے نہایت محنت اور جان فشانی کے بعد دھلی کی عمارات اور اُس کے محلات و مزارات کی جامع تاریخ "آثار الصنادید" کے نام سے مرتب کی ۔ اس مضمون میں سرسید نے بتایا ھے کہ اُردو زبان کیا ھے ؟ اور کیوں وہ اُردو کے نام سے موسوم ہوئی ؟ کس طرح رفتہ رفتہ وہ صاف و شستہ ھوتی گئی اور کن کن لوگوں نے اس کی ترقی و عروج میں حصہ لیا ؟ اب منجھ منجھا کر وہ کیسی ھوگئی ھے ؟ اور عام طور پر کس شہر کی بولی سب سے زیادہ صحیح اور مستند سمجھی جاتی ھے ؟

اس مضمون میں سرسید نے اُردو کے ادیبوں اور انشا پردازوں کو نہایت قابل قدر نصیحت یہ کی ھے کہ اگر تم اردو زبان میں فارسی کی تراکیب اور الفاظ زیادہ لاؤ گے تو یہ کوئی خوبی نہیں ھوگی بلکہ عیب ھوگا ۔ اور ایسا کرنے کا نقصان یہ ھوگا کہ زبان میں "اُردو پن" نہیں رھے گا ۔ سر سید کی یہ نصیحت آج بھی ایسی ھی ضروری اور اسی قدر لائق عمل ھے جیسی اب سے ایک سو تیرہ برس پہلے تھی ۔ یہ مفید اور معلوماتی مضمون سرسید نے اپنی کتاب "آثار الصنادید" کا

چوتھا باب شروع کرتے ہوئے اس میں شامل کیا تھا۔"
(محمد اسماعیل پانی پتی)

اس ملک میں اب جو زبان مروج ہے اور جس میں سب لوگ بولتے چالتے ہیں اس کا نام "اردو" ہے اور تحقیق اس کی یوں ہے کہ "اردو" فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی "بازار" کے ہیں اور اردو سے مراد اردوئے شاہ جہاں ہے۔

اگرچہ دلی بہت قدیم شہر ہے اور ہندوؤں کے تمام راجہ پرجاؤں کا ہمیشہ سے دارالسلطنت رہا ہے، لیکن سب اپنی اپنی بھاکا بولتے تھے۔ ایک کی دوسرے سے زبان نہیں ملتی تھی، جب کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی عملداری ہوئی اور مسلمان لوگ ان شہروں میں آئے (تو) اور بھی مشکل پڑی۔ اور نئی زبان کے لوگوں کے آنے سے سودا سلف لینے دینے، بیچنے بچانے، میں دقت پڑنے لگی۔ اول اول تو مسلمانوں کی عملداری میں اختلاف رہا۔ کبھی کسی کی بادشاہت رہی اور کبھی کسی کی، کبھی غوری آئے اور کبھی لودھی اور کبھی پٹھان اور کبھی مغل، اس سبب سے زبان کا بدستور اختلاف چلا گیا۔ اور کوئی شخص اس کی اصلاح کے پیچھے نہ پڑا۔ جب کہ اکبر بادشاہ ہوا ایک گونہ سلطنت کو قیام ہوا اور سب لوگ اپنے اپنے ٹھکانے بیٹھے اور علم کا بھی چرچا ہوا۔ لیکن اس زمانہ میں فارسی زبان کی ایسی قدر تھی کہ لوگ اور کسی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے تھے۔ جب کہ شہاب الدین شاہ جہان بادشاہ ہوا اور اس نے انتظام سلطنت کا کیا اور سب ملکوں کے وکلا کے حاضر رہنے کا حکم دیا اور دلی شہر کو نئے سرے سے آباد کیا اور قلعہ بنایا اور شاہ جہاں آباد اس کا نام رکھا۔ اس وقت اس شہر میں تمام لوگوں کا مجمع ہوا، ہر ایک کی گفتار رفتار جدا جدا تھی۔

هر ایک کا رنگ ڈھنگ نرالا تھا ۔ جب آپس میں معاملہ کرتے ناچار ایک لفظ اپنی زبان کا دو لفظ اُس کی زبان کے ، تین لفظ دوسرے کی زبان کے ، مِلا کر بولتے اور سودا سلف لیتے ۔ رفتہ رفتہ اس زبان نے ایسی ترکیب پائی کہ یہ خود ایک نئی زبان ہو گئی اور جو کہ یہ زبان خاص بادشاہی بازاروں میں مروج تھی اس واسطے اُس کو زبان اُردو کہا کرتے تھے اور بادشاہی امیر امراء اُسی کو بولا کرتے تھے ، گویا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی یہی زبان تھی ۔ ہوتے ہوتے خود اس زبان ہی کا "اُردو" نام ہوگیا ۔

اُس وقت سے اس زبان نے ایک رونق حاصل کی اور دن بدن تراش خراش اس میں ہوتی گئی یہاں تک کہ جس زمانہ میں میر اور سودا نے آوازہ اپنی خوش زبانی کا بلند کیا تھا اور یہ آویزہ ہر ایک کے کان میں پہنایا تھا ۔ اُس وقت یہ زبان بہت درست ہوگئی تھی اور عجب رنگ ڈھنگ نکال لائی تھی ، اُن کے بعد کچھ کچھ اس زبان میں اور تغیر و تبدیل ہوئی اور اب ایسی منجھ گئی ہے کہ قیامت تک اس سے بہتر ہونی ممکن نہیں اور اس زبان کو شاہ جہان آباد سے ایسی نسبت ہے جیسے فارسی کو شیراز سے ، یعنی یہاں کے لوگوں کی زبان تمام اُردو بولنے والوں کو سند ہے ۔ نہیں تو بقول میر امّن کے اپنی دستار ، رفتار ، گفتار کو کوئی برا نہیں جانتا ۔ اگر ایک گنوار سے پوچھیے تو شہر والوں کو نام رکھتا ہے اور اپنے تئیں سب سے بہتر سمجھتا ہے ۔ خیر عاقلاں خود میدانند ۔

اگرچہ اس زبان میں اکثر فارسی اور عربی اور سنسکرت کے الفاظ مستعمل ہیں اور بعضے بعضوں میں کچھ تغیر و تبدیل کر لی ہے لیکن اس زمانہ میں اور شہر کے لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے

کہ اردو زبان میں یا تو فارسی کی لغت بہت ملا دیتے ہیں اور یا فارسی کی ترکیب پر لکھنے لگتے ہیں ، یہ دونوں باتیں اچھی نہیں۔ ان سے اردو پن نہیں رہتا اور ظاہر ہے کہ اس بات کے لیے کہ کس قدر فارسی کی ترکیب دی جاوے؟ اور کون کون سی لغت اور زبانوں کی نہ بولی جاویں ۔ کوئی قاعدہ نہیں مقرر ہو سکتا ۔ یہ بات صرف اہل زبانوں کی صحت پر منحصر ہے ۔

اُردُو زبان اور اُس کا بیان

(آثار الصنادید مطبوعہ ۱۸۵۴ء و ۱۹۰۴ء)

آردو زبان کے متعلق یہ مضمون سرسید مرحوم نے آثار الصنادید کے دوسرے اڈیشن مطبوعہ ۱۸۵۴ء کے آخر میں لکھ کر شامل کیا تھا - ۱۹۰۴ء کے کان پور والے اڈیشن میں بھی یہ مضمون موجود ہے - صرف پہلے آڈیشن میں نہیں ہے اردو زبان کی مختصر تاریخ اور اس کی بتدریج اشاعت کے سنسلہ میں غالباً یہ پہلا مضمون ہے جو سرسید کے قلم سے نکلا ، لسانیات کے متعلق بھی بہت سی نئی باتیں آپ کو اس مضمون کے پڑھنے سے معلوم ہوں گی - (محمد اسماعیل پانی پتی)

(۱) ہندوؤں کے راج میں تو یہاں ہندی بھاشا بولنے چالنے لکھنے پڑھنے میں آتی تھی - ۵۸۷ ھجری مطابق ۱۹۱۱ عیسوی وافق سمت ۱۲۴۸ بکرماجیت کے جب مسلمانوں کی سلطنت نے یہاں قیام پکڑا تو بادشاھی دفتر فارسی ھو گیا - مگر زبان رعایا کی وھی بھاشا رھی - ۸۹۴ ھجری مطابق ۱۳۸۸ء تک بجز بادشاھی دفتر کے رعایا میں فارسی کا رواج نہیں ھوا - اس کے چند روز بعد سلطان سکندر لودھی کے عہد میں سب سے پہلے ھندوؤں میں سے کائستوں نے جو ھمیشہ سے امورات ملکی اور ترتیب دفتر میں مداخلت رکھتے تھے ، فارسی لکھنا پڑھنا شروع کیا - پھر رفتہ رفتہ اور قوموں نے بھی شروع کر لیا اور فارسی لکھنے پڑھنے کا ھندوؤں میں بھی رواج ھو گیا -

(۲) اگرچہ بابر اور جہانگیر کے عہد تک ہندی بھاشا میں تغیر و تبدل نہیں ہوئی تھی مسلمان اپنی گفتگو فارسی زبان میں اور ہندو اپنی گفتگو بھاشا میں کیا کرتے تھے - پر جب بھی امیر خسرو نے خلجی بادشاہوں ھی کے زمانے سے یعنی حضرت مسیح سے تیرھویں صدی میں فارسی زبان میں بھاشا کے لفظ ملانے شروع کیے تھے اور کچھ پہیلیاں اور مکرنیاں اور نسبتیں ایسی زبان میں کہیں تھیں - جس میں اکثر الفاظ بھاشا کے تھے - غالب ھے کہ رفتہ رفتہ بھاشا میں جب ھی سے ملاپ شروع ھوا - مگر ایسا نہ تھا جس کو جدا زبان کہا جائے - جبکہ شاہ جہاں بادشاہ نے ۱۰۵۸ ھجری مطابق ۱۶۴۸ء کے شہر شاہ جہاں آباد ، آباد کیا اور ہر ملک کے لوگوں کا مجمع ھوا اس زمانے میں فارسی زبان اور ہندی بھاشا بہت مل گئی اور بعضے فارسی لفظوں اور اکثر بھاشا کے لفظوں میں بہ سبب کثرت استعمال کے تغیر و تبدیل ھو گئی - غرض کہ بادشاھی اور آردو معلی میں ان دونوں زبانوں کی ترکیب سے نئی زبان پیدا ھو گئی اور اسی سبب سے زبان کا آردو نام ھوا - پھر کثرت استعمال سے لفظ زبان کا محذوف ھو کر اس زبان کو آردو کہنے لگے - رفتہ رفتہ اس زبان کی تہذیب اور آراستگی ھوتی گئی - یہاں تک کہ تخمیناً ۱۱۰۰ ھجری مطابق ۱۶۸۸ء کے یعنی اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں شعر کہنا شروع ھوا - اگرچہ مشہور ھے کہ سب سے پہلے اس زبان میں ولی نے شعر کہا - مگر خود ولی کے اشعار سے معلوم ھوتا ھے کہ اس سے پہلے بھی کسی نے اس زبان میں شعر کہا ھے ، کیونکہ اس کے شعروں میں اور شاعروں کی زبان پر طنز نکلتی ھے - مگر اس زمانے کے شعر بہت پھیکے اور نہایت سست بندش کے تھے - پھر دن بدن اس کو ترقی ھوتی گئی - یہاں تک کہ میر اور سودا نے اس کو کمال پر پہنچا دیا -

(۳) میر کی زبان ایسی صاف اور شستہ ہے اور اس کے شعروں میں ایسے اچھے محاورات بے تکلف بندھے ہیں کہ آج تک سب اس کی تعریف کرتے ہیں۔ سودا کی زبان بھی اگرچہ بہت خوب ہے اور مضامین کی تیزی میر پر غالب ہے۔ مگر میر کی زبان کو اس کی زبان نہیں پہونچتی -

(۴) اردو نثر لکھنے والوں میں میر امّن جس نے باغ و بہار لکھا - سب پر فوق لے گیا ، حقیقت میں نظم لکھنے میں جیسا کمال میر کو ہے نثر لکھنے میں ویسا ہی کمال میر امّن کو ہے۔

(۵) عربی زبان کا اردو میں ترجمہ سب سے پہلے مولوی عبدالقادر صاحب اور مولوی رفیع الدین صاحب نے کیا - مولوی عبدالقادر صاحب کا اردو ترجمہ کلام اللہ کا اردو لغات کے لیے ایک بڑی سند ہے اور مولوی رفیع الدین صاحب کا ترجمہ تراکیب نحوی کے لیے ایک بہت دستاویز ہے -

(۶) اردو زبان کے شعروں کا بھی طریقہ فارسی شعروں کے قاعدے پر یوں ہی آن پڑا ، کہ گویا جوان مرد ، خوبصورت لڑکے کی تعریف میں شعر کہتا ہے -

(۷) ہندی بھاشا میں دستور تھا کہ عورت کی زبان سے مرد کی نسبت شوقیہ شعر ہوتے تھے - بعضی بعضی دفعہ اردو زبان میں اسی طرح پر بھی شعر کہا جاتا ہے اور اس کو ریختی بولتے ہیں - غالب ہے کہ تخمیناً ۱۲۲۰ ھجری مطابق ۱۸۰۵ء کے انشاء اللہ خاں نے اس کو رواج دیا -

(۸) فارسی شعروں کی جو بحریں اور اقسام ہیں وہ سب اردو شعروں میں مروج ہیں - الامکری اور پہیلی کہنے کا وزن بھی اور ہے زبان بھی ایسی ہے ، جس میں اکثر بھاشا ملی ہوئی ہو -

(۹) نسبتیں جو مشہور ہیں ، فقرے ہوتے ہیں کہ اُنہ میں دو یا تین یا زائد چیزیں جس میں کچھ باعتبار ظاہر کے مناسبت نہیں معلوم ہوتی ہے - بیان کی جاتی ہیں اور مخاطب سے پوچھا جاتا ہے کہ ایسی ایک بات جو جامع بیان کرے - جو سب میں پائی جائے -

(۱۰) پہیلی میں کسی چیز کے اوصاف اور خصائص اور پتے بیان کیے جاتے ہیں اور مخاطب سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ چیز کیا ہے - بڑی خوبی پہیلی کی یہ ہے کہ اس میں اس چیز کا نام بھی آ جائے جس کے اوصاف اور خصائص بیان کیے گئے ہیں - پھر اس پر بھی مخاطب نہ سمجھے -

(۱۱) مکری میں عورت کی زبان سے ذو معنی بات بیان کی جاتی ہے جن میں ایک سے معشوق مراد ہوتا ہے اور دوسری سے اور کچھ ، قائل اس کا جب چاہے معشوق کی بات سے مکر جائے -

پہیلیاں

بالا تھا تو سب کو بھایا   بڑا ہوا کچھ کام . نہ آیا
میں لے دیا اس کا ناؤں   بوجھے تو بوجھ نہیں.چھوڑ دے گاؤں

(دیا یعنی چراغ)

فارسی بولی آئی نہ   ترکی بولی پائی نا
ھندی کہتے عارسی آوے   منہ دیکھوں جو اسے بتاوے

(آئینہ)

مکری

آپ ھلے اور موکو ھلاوے   وا کا ھلنا موکو بھاوے
بل ھلا کے بھیا نسنکھا   اے سکھی ساجن نا سکھی پنکھا

(پنکھا)

نسبتیں

گوشت کیوں نہ کھایا	ڈوم کیوں نہ گایا	گلا نہ تھا
انار کھایا کیوں نہیں	وزیر رکھا کیوں نہیں	دانا نہ تھا
سموسہ کیوں نہ کھایا	جوتہ کیوں نہ پہنا	تلا نہ تھا

ریختی

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم اے صنم! اچھا
لو میں بھی نہ بولوں گی خدا کی قسم اچھا

شعر اردو

عشق کرتے ہیں اس پری رو سے
میر صاحب بھی کیا دیوانے ہیں

میر اس نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

(۳) مضامین متعلق تنقید و تبصرہ

اقوام المسالک

(تہذیب الاخلاق بابت ۱۵ صفر ۱۲۸۸ھ)

چند روز سے ہماری خواہش اپنے ہم قوموں سے یہ ہے کہ وہ تہذیب و شائستگی میں ترقی کریں اور تعصب کو جس کا منشاء جہل مرکب ہے چھوڑیں، اور اچھی باتوں کو گو وہ کسی قوم کی ہوں اور جو شریعت اسلامیہ میں بھی مباح ہوں اختیار کریں تاکہ مہذب قوموں کی نگاہ میں ذلیل و خوار نہ ہوں۔ ہم کو اس بات کے بیان کرنے سے نہایت خوشی ہے کہ صرف ہماری ہی یہ رائے یا یہ خواہش نہیں ہے بلکہ جو بڑے بڑے عالم اور مدبر بلاد اسلامیہ کے ہیں اُن کی بھی یہی رائے ہے؛ چنانچہ ہم اس دعوی کی سند پر جناب امیر الامراء سید خیر الدین صاحب بہادر وزیر مملکت ٹونس کی رائے کا خلاصہ اس مقام پر مندرج کرتے ہیں۔

ٹونس کنارہ افریقہ پر ایک چھوٹی سی خود مختار اسلامی سلطنت ہے وہاں کا بادشاہ بی آف ٹونس کہلاتا ہے۔ اُس کے وزیر سید خیر الدین صاحب نے نہایت عمدہ اور فصیح عربی زبان میں ایک کتاب یورپ کی سلطنتوں کے حال میں لکھی ہے اور اُس کا نام "اقوم المسالک فی احوال الممالک" رکھا ہے وہ کتاب ٹونس میں چھپی ہے اور اُس کی ایک جلد ہمارے پاس موجود ہے اُس کتاب کے مصنف نے اُس کے دیباچہ اور مقدمہ میں سبب اُس کی تالیف کا بیان کیا ہے جو آگے لکھا جاتا ہے اور جس سے اُس بڑے مدبر اور عالم کی رائے واضح ہوتی ہے۔

وهو هذا

خطبه كتاب اقوم المسالك

اما بعد فيقول جامع هذه الورقات ارشده الله تعالى الى اقوم الطرقات انى بعد ان تأملت تاملا طويلا فى اسباب تقدم الامم وتأخرها جيلا فجيلا مستنداً فى ذالك لما امكن تصفحه من التواريخ الاسلاميته والافرنجية مع ماحرره المؤلفون من الفريقين فيما كانت عليه وآلت اليه الامته الاسلاميته وما سيئول اليه امرها فى المستقبل بمقتضى شواهد التى قضت التجربة بان تقبل التجأت الى الجزم بمالا اظن عاقلا من رجال الاسلام يناقضة اوينهض له دليل يعارضه من انا اذا اعتبرنا تسابق الامم فى ميادين التمدن وتحزب عذائمهم على فعل ما هو اعود نفعا واعون لا يتهيألنا أن نميز ما يليق بنا على قاعدة محكمة البنا الا بمعرفة احوال من ليس من خزبنا لا سيما من حق بنا وحل بقربنا ثم اذا اعتبرنا ماحدث فى هذه الازمان من الوسائط التى قربت تواصل الابدان والاذهان ثم نتوقف ان نتصور الدنيا بصورة بلدة متحدة تسكنها امم متعددة حاجة بعضهم لبعض متاكدة وكل منهم و ان كان فى مساعيه الخصوصية غريم نفسه فهو بالنظر الى ما ينجربها من الفوائد العمومية مطلوب لسائر بنى جنسه فمن لاحظ هذين الاعتبارين الذين لاتبقى المشاهدة فى صحتهما

ادنی دین و کان بمقتضی دیانته من الدارین ان الشریعة الاسلامیة کافلة بمصالح الدارین ضرورة ان التنظیم الدنیوی اساس متین لاستقامة نظام الدین یسؤه ان یری بعض علماء الاسلام الموکول لا سانتهم مراعاة احوال الوقت فی تنزیل الاحکام معرضین عن استکشاف الحوادث الداخلیة و اذ هانهم عن معرفته الخارجیة خلیة ولا یخفی ان ذالک من اعظم العوائق عن معرفته ما یجب اعتباره علی الوجه اللایق افیحسن من اساة الامته الجهل بامراضها اوصرف الهمته الی افتناء جواهر العلوم مجردة عن اعراضها کما انه لیسؤنا الجهل بذالک من بعض رجال السیاسة والتجاهل من بعضهم رغبة فی اطلاق الریاسة فلذالک هجس ببالی ما استذکیت لاجله ذیالی من انی لو جمعت بعض ما استنتبحته منذ سنین باعمال الفکر والروية مع ما شاهدته اثناء اسفاری للبلدان الاوریاویة التی ارسلنی الی بعض ودلها الفخام الطود الرفیع الاسمی و الکهف المنیع الاحمی جناب ولی النهم وزکی الاخلاق والشیم من لم تزل عذائمه کاسمه صادقته و السنته الانام بالثناء علیه ناطقته لم یخل سیعی من فایدة خصوصاً اذا صادف افئدة علی حمایته بیضیة الاسلام متعاضدة و اهم تلک الفواید عندی التی فی هذا لتالیف مناط قصدی تذکیر العلماء الاعلام بما یعینهم علی

معرفة ما يجب اعتباره من حوادث الايام و ايقاظ الغافلين من رجال السياسته و سائر الخواص والعوام ببيان ما ينبغي ان تكون عليه التصرفات الداخلية والخارجية وذكر ما نتاكد معرفة من احوال الامم الافرنجية خصوصاً من لهم بنا مزيد اختلاط و شديد علقة و ارتباط مع ما لعوابه من صرف الهمم الى استيعاب احوال سائر الامم و استسهالهم ذالك بطي مسافات الكرة الذى الحق شامها بالامم فجمعت ما تيسر بعون الله مستحد ثاتهم المتعلقة بسياستى الاقتصاد والتنظيم مع الاشارة الى ما كانوا عليه فى العهد القديم و بيان الوسائل التى ترقوا بها فى سياسة العباد الى غاية القصوى من عمران البلاد كما اشرت الى ما كانت عليه آمة الاسلام المشهود لها حتىٰ من مورخى اوريا الاعيان بسابقية التقدم فى مضمارى العرفان و العمران وقت نفوذ الشريعة فى احوالها وتسنج سائر التصرفات بمنوالها و الغرض من ذكر الوسائل التى اوصلت الممالك الاورياوية الى ما هى عليه من المنعته والسلطنة الدنيوية ان نتخير منها ما يكون بحالنا لايقا والنصوص شريعتنا مساعدا و موافقاً عسى ان نسترجع منها ما اخذ من ايدينا و نخرج باستعماله من ورطات التفريط الموجود فينا الى غير ذالك مما تتشوق اليه نفس الناظرفى هذا الموضوع المحتوى من

الملاحظات النقلية و العقلية على ما نشره بطى فصبو لثو يشوع و سميته اقوام المسالك فى معرفة احوال الممالك مرتبا له على مقدمة و كتابين يشتمل كل منهما على ابواب و بهد اية الله نستوضح مناهج الرشد و الصواب و الجرى فى هذا المجال و ان كان فوق طاقتى لكن اغضاء الفضلاء ماول فى جنب فاقتى و صدق النية كافل انشاء الله تعالى ببلوغ الامنية ـ

المقدمة

لما كان السبب الحامل على الشئى متقدما عليه طبعا ناسب ان نقدمه وضعا و لم نكتف بالايماء فى الخطبة التى ما دعا نا لجمع هذ التاليف بل راينا من المهم ان نعود الى ايضاحه ههنا و نبنى عليه ما اردنا ايراده فى المقدمة فنقول ان الباعث الاصلى على ذلك امران آيلان الى مقصد واحد احدهما اغراء ذوى الغيرة و لحزم من رجال السياسة و العلم بالتماس مايمكنهم من الوسائل الموصلة الى حسن حال الامة الاسلامية و تنمية اسباب تمدنها بمثل توسيع دوائر العلوم والعرفان و تمهيد طرق الثروة من الزراعة و التجارة و ترويج سائر الصناعات و نفى اسباب البطالة و اساس جميع ذلك حسن الامارة المتولد منه الامن المتولد منه الامل المتولد منه اتقان العمل المشاهد فى الممالك الاورياوية بالعيان و ليس بعده بيان ثانيهما تحذير ذوى الغفلات من عوام المسلمين عن تماديهم فى

الاعراض عما يحد من سيرة الغير الموافقة لشرعنا بمجرد ما انتقش فى عقولهم من ان جميع ما عليه غير المسلم من السير و التراتيب ينبغي ان يهجر و تاليفهم فى ذلك يجب ان تنبذ ولا تذكر حتى انهم يشددون الانكار على من يستحسن شيا منها و هذا على اطلاقه خطا محض فان الامر اذا كان صادرا من غيرنا و كان صوابا موافقا للادلة لا سيما اذاكنا عليه و اخذ من ايدينا فلاوجه لانكاره و اهماله بل الواجب الحرص على استرجاعه و استعماله و كل متمسك بديانته و ان كان يرى غيره ضالا فى ديانة فذلك لا يمنعه من الاقتداء به فيما يستحسن فى نفسه من اعماله المتعلقة بالمصالح الدنيوية كما تفعله الامة الافرنجية فانهم ما زالوا يقتدون بغيرهم فى كل مايرونه حسنا من اعماله حتى بلغوا فى استقامة نظام دنيا هم الى ما هو مشاهد و شان الناقد البصير تميز الحق بمسبار النظر فى الشئ المعروض عليه قولا كان او فعلا فان وجده صوابا قبله و اتبعه سواء كان صاحبه من اهل الحق او من غير هم فليس بالرجال يعرف الحق بل بالحق تعرف الرجال والحكمة ضالة المومن يا خذها حيث وجدها ـ

و لما اشار سلمان الفارسى رضى الله عنه على رسول الله صلى الله عليه وسلم بان عادة الفرس ان يطوقوا مدنهم بخندق حين يحاصرهم العدو اتقاء من هجومه عليهم اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم

بزایه و خفر خندقاً للمدینة فی غزوة الاحزاب عمل
فیه بنفسه ترغیبا للمسلمین وقال سیدنا
علی کرم الله وجهه لا تنظر الی من قال وانظر الی ما قال
و اذا ساغ للسلف الصالح اخذ مثل المنطق من غیر
اهل ملتهم و ترجمة من لغة الیونان لما رواه من
الا لات النافعة حتی قال الغزالی رحمه الله من لا
معرفة له بالمنطق لا یوثق بعلم فای مانع لنا
الیوم من اخذ بعض المعارف التی نری انفسنا
محتاجین الیها غایة الاحتیاج فی دفع المکائد و
جلب الفوائد و فی سنن المهتدین للعلامة الشیخ
المراق المالکی مانصه ان ما نهینا عنه من اعمال
غیرنا هوما کان علی خلاف مقتضی شرعنا اماما فعلوه
علی و فق الندب اوالا یجاب او الا باحة فانا لا نترکه
لا جل تعاطیهم ایاه لان الشرع لم ینه عن التشبه
بمن یفعل ما اذن الله فیه و فی حاشیة الدرالمختار
للعلامة الشیخ محمد بن عابد بن الحنفی
ما نصه ان صورة المشابهة فیما تعلق به صلاح
العباد لا تضر علی انا اذا تاملنا فی حالة هؤلاء
المنکرین لما یستحسن من اعمال الا فرنج نجد هم
یمتنعون من مجاراتهم فیما ینفع من التنظیمات
و نتائجها ولا یمتنعون فیما یضرهم و ذلک انا
نراهم یتنافسون فی الملابس و اثاث المساکن و
نحوها من الضروریات و کذا الاسلحة و سائر اللوازم
الحربیة و الحال ان جمیع ذلک من اعمال الا فرنج
ولا یخفی ما یلحق الامة بذلک من الشین و الخلل

فی العمران و فی السیاسة اما الشین فبما لا حین للغیر فی غالب الضروریات الدال علی تاخر الامة فی المعارف و اما خلل العمران فبعدم انتفاع صناع البلاد باصطناع نتائجها الذی هو اصل مهم من اصول المکاسب و مصداق ذلک ما نشاهده من ان صاحب الغنم منا و مستولد الحریر و زارع القطن مثلا یقتحم تعب ذلک سنة کاملة و یبیع ما ینتجه عمله لللافرنجی بثمن یسیر ثم یشتریه منه بعد اصطناعه فی مدة باضعاف ما باعه به و بالجملة فلیس لنا الان من نتائج ارضنا الا قیمة موادها المجردة دون التطویرات العلمیة التی هی منشاء توفر الرغبات منا و من غیرنا ثم اذا انظرنا الی مجموع ما یخرج من المملکة وقایسناه بما یدخلها فان وجدنا هما متقاربین خف الضرر و اما اذا زادت قیمة الداخل علی قیمة الخارج فحینئذ یتوقع الخراب لا محالة ۔

ترجمه خطبه کا

حمد و نعت کے بعد کہتا ہے مؤلف اس کتاب کا اللہ اُس کو سیدھی راہ بتاوے کہ جب میں نے دنیا کی مختلف قوموں کے ترقی اور تنزل کے اسباب کو نہایت فکر و تامل کے ساتھ دیکھا اور مسلمانوں اور انگریزوں کی تواریخ سے جہاں تک ممکن تھا ڈھونڈ ڈھونڈ کر اُن کو نکالا اور جو کیفیت مسلمان لوگوں کے اُن حالات کی جو اُن پر ابتدائے زمانہ میں طاری تھے اور جو فی زماننا طاری ہیں اور جو آیندہ تجربہ کی رو سے اُن پر طاری ہونے والے ہیں انگریز اور مسلمان مؤرخوں نے لکھی ہے اُس کو بھی میں نے

دیکھا تو خواہ مخواہ مجھ کو یہ یقین ہو گیا (اور میرے اس یقین کا
شاید کوئی مرد مسلمان مخالف نہ ہوگا اور نہ اُس کی مخالفت کے
واسطے وجہ نکلے گی) کہ جب ہم ایک قوم کی ترقی اور انتظام مملکت
کی خوبی کا خیال کریں اور اُس کی ہمت کو بھلائی اور نفع کی
باتوں پر حد سے زیادہ مائل پاویں تو اس صورت میں ہم کو اپنی
بھلائی کی باتوں کے اچھی طرح پر سمجھنے اور جانچنے کے لیے بجز
اس کے اور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم ایک ایسی قوم کے حالات
کو نظر تامل سے دیکھیں جو ہمارے گروہ کی نہیں ہے اور
اُس کی ترقی کے اسباب کو دریافت کریں خصوصاً اس قوم کے
حالات کو جو ہمارے قرب و جوار میں ہی رہتی ہو اور پھر
ہم اُن جدید ہنرمندیوں اور کمالات کو خیال کریں جو فی زماننا
علم و عمل کے موافق ہونے سے پیدا کی گئی ہیں اور ان
باتوں کا لحاظ کر کے ہم تمام دنیا کو یہ سمجھیں کہ گویا ساری
دنیا بمنزلہ ایک شہر کے ہے جس میں مختلف قومیں اس قسم کی
رہتی ہیں جن کی ضرورتیں باہم ملی جلی ہیں اور ایک دوسری پر
موقوف ہیں اور یہ خیال کریں کہ گو ہر ایک فرقہ اپنی خاص ضرورتوں
میں اپنے ہی نفس کا محتاج ہے مگر بلحاظ اُن فوائد کے جو سب کی
نسبت عام ہیں سب قومیں ایک دوسرے کی محتاج ہیں پس جو شخص
ان سب باتوں پر غور کرے گا جو ہمارے تجربہ کی رو سے بلاشبہ
صحیح ہیں اور یہ بھی اپنی دیانت کی رو سے جانتا ہوگا کہ شریعت
اسلامیہ دین و دنیا دونوں کی مصلحتوں پر مشتمل ہے کیونکہ
دنیوی معاملات کی اصلاح امور دینیہ کے استحکام کی بنیاد ہے اُس
شخص کو یہ بات نہایت بری معلوم ہوگی کہ وہ ایسے علماء اسلام
کو جو بہ سبب اپنی امانت و دیانت کے اس بات کے ذمہ دار ہیں
کہ احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں مصلحت وقت کا بھی ضرور
لحاظ رکھیں غوامض اور دقایق شرعیہ کے کھولنے اور مصالحہ

دینیه کی حقیقت بیان کرنے سے پہلوتہی کرتا دیکھے اور دانسته
اغماض کرتا پاوے یا ایسے علماء کی عقلیں ظاهری اور باطنی
مصلحتوں کے سمجھنے سے قاصر هوں اور آن کے ذهن آن سے خالی
رهیں کیونکه یه بات سب جانتے هیں که ایسے خاص لوگوں کا
ایسا هونا عوام‌الناس کو بهتری اور ترقی کی آن باتوں کے دریافت
کرنے سے محروم رکھتا هے جو آن کے لیے ضرور هیں ۔ بھلا انصاف
کرو کیا یه بات کچھ اچھی هے که طبیب هی مریضوں کے حال
سے غافل هو یا یه بات کسی کو زیبا هے که وہ صرف ایک چیز
کی اصلیت تو دریافت کر لے اور آس کے لوازم اور عوارض سے
جاهل رهے اور جیسی یه بات بری معلوم هوتی هے اسی طرح یه بات
بھی بری معلوم هوتی هے که جو لوگ صاحب سیاست هیں وہ
سیاست کے طریقوں سے جاهل هوں یا اپنی ریاست کی باگ چھوڑ
دینے کے واسطے دانسته تجاهل کریں پس جب مجھ کو اس بات کا
یقین هوگیا که ترقی کے سامان بغیر دریافت کرنے کسی ترقی یافته
قوم کے حالات کے هرگز هم کو میسر نہیں آ سکتے تو میرے دل
میں یه خیال آیا که اگر میں آن سب باتوں کو بطور کتاب کے
جمع کر کے لکھوں جو میں نے برسوں کی فکر اور تجربه سے حاصل
کی هیں اور جن کو میں نے اپنی آنکھ سے یورپ کے آس سفر میں
دیکھا هے جس پر مجھ کو میرے ایسے آقائے نامدار نے مامور کیا
تھا جو نہایت مفخم اور معظم اور بلند رتبه پاکیزہ اخلاق پسندیده
خصلت هے اور جس کے ارادے همیشه آس کے نام کی مثل صادق
هوتے رهتے هیں اور جس کی تعریف میں تمام دنیا رطب اللسان هے
تو شاید میری یه محنت رائگاں نه جاوے گی خصوصاً آس حالت میں
جبکه بہت سے لوگ یکدل هو کر شریعت غرائے اسلام کی حمایت
کرنے پر مستعد هونگے اور سب سے بڑا کام اس کتاب کی تالیف
کرنے سے میں نے اپنے دل میں یه ٹھہرایا تھا که میں آس کے

ذریعہ سے بڑے بڑے نامی علماء کو اُن باتوں سے آگاہ کروں جن کی اطلاع سے اُن لوگوں کو ایسی باتوں کے دریافت کرنے میں مدد ملے گی جن کی حسب مقتضائے زمانہ اور مصلحت وقت ہم کو نہایت بڑی ضرورت ہے اور اُن باتوں کا ذکر کروں جن پر فی زماننا انسان کے جملہ معاملات ظاہری اور باطنی کا مدار ہونا چاہیے تاکہ جو اہل سیاست بلکہ علے العموم جو لوگ خواب غفلت میں ہیں وہ سب بیدار ہو جاویں اور یہ بھی ارادہ کیا کہ کچھ حالات انگریزی قوم کے خصوصاً اُن لوگوں کے جن کے ساتھ ہم کو زیادہ خصوصیت اور ربط و ضبط اور سخت تعلق ہے بیان کروں اور اُن کے حالات کے ساتھ انگریزی قوم کی اُن عالی ہمتیوں کا بھی ذکر کروں جن کی بدولت اُنھوں نے تمام دنیا کی قوموں کے حالات مفصل دریافت کر لیے ہیں اور اس کام کو اُنھوں نے اپنی سیر و سیاحت اور تمام عالم کے سفر سے اپنے اوپر آسان کیا ہے پس میں نے اپنے ارادہ کے موافق اس کتاب میں اُن سب باتوں کو جمع کیا جو انگریزی قوم نے تدابیر ملکیہ سے متعلق نظم و نسق کی غرض سے ایجاد کی ہیں ۔ جہاں تک کہ خدا نے مجھ پر آسان کیا اور ان جدید باتوں کے ضمن میں میں نے اُن باتوں پر بھی ایما کر دیا جو زمانہ سابق یعنی عہد قدیم میں انگریزوں کے ہاں رائج تھیں اور اُن طریقوں کو بھی بیان کیا جن کی بدولت انگریزی قوم نے سیاست مدن میں ایسی ترقی حاصل کی ہے جس کے سبب سے وہ ترقی ملک کی حد پر پہنچ گئی ہیں اور اسی طرح میں نے اس کتاب میں اُمت اسلامیہ کے اُن قدیمی حالات کو بیان کیا ہے جن سے اس قوم کے کمالات اور فضائل کی وہ کیفیت معلوم ہوتی ہے جو اُس زمانہ میں تھی جب کہ احکام شریعہ اپنے اپنے موقع پر جاری تھے اور جملہ معاملات اپنے اپنے طریقہ سے برتے جاتے تھے اور انگریزی

قوم سے تمام معاملات نظم و نسق اور طریقہ سیاست اور تمدن کو
میں نے اس غرض سے بیان کیا ہے کہ مسلمان لوگ بھی اُن میں
سے جن باتوں کو اپنے حسب حال اور اپنے حق میں بہتر دیکھیں
اُن کو اختیار کر لیں اور جو باتیں ہماری شریعت کے مخالف نہیں
ہیں بلکہ مساعد ہیں اُن کو اپنے برتاؤ میں داخل کریں تاکہ وہ
شاید اس تدبیر سے پھر اپنے اُن کمالات کو حاصل کر لیں جو کسی
زمانہ میں ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے ہیں اور شاید ہم اس ذریعہ
سے اپنے ہاں کی اس تفریط کے گرداب سے نجات پاویں جو آج کل ہم
لوگوں میں پھیل رہی ہے اور علاوہ ان باتوں کے اور بہت سی
عقلی اور نقلی باتیں اس کتاب میں ایسی ہیں جن کو دیکھنے والا
نہایت شوق سے دیکھے گا اور اس کتاب کا نام اقوام المسالک
فی معرفتہ احوال الممالک رکھا ہے (یعنی نہایت سیدھی
راہ مملکتوں کا حال دریافت کرنے کے باب میں) اور اس کتاب کو
ہم نے ایک مقدمہ اور دو حصوں پر منقسم کیا ہے اور اُس کے
ہر ایک حصہ میں متعدد باب ہیں اور اللہ کی ہدایت سے مجھ کو
توقع ہے کہ وہ سیدھے راستے مجھ پر کھول دیگا اور چونکہ ایسے
مشکل کام کا سر انجام میری بساط سے بڑھ کر تھا اس لیے مجھ کو
علماء اور فضلاء سے اس بات کی اُمید ہے کہ وہ میری خطا سے
چشم پوشی فرماوینگے اور اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ جو کام
صدق نیت اور خلوص قلب سے کیا جاتا ہے اُس میں کامیابی عطا
کرنے کا خود اللہ ہی کفیل ہو جاتا ہے -

ترجمہ مقدمہ کتاب کا

جب ہر چیز کا اصلی سبب اُس کے وجود پر مقدم ہوتا ہے تو
اُس سبب کو کتاب میں بھی بیان کرنا زیبا معلوم ہوتا ہے اور

مجھ کو یہ بات منظور نہیں ہے کہ میں اس کتاب کے سبب تالیف کا اظہار صرف اسی قدر کافی سمجھوں جس قدر کہ میں نے خطبہ میں ایماءً بیان کر دیا بلکہ میں اس کی تصریح اس موقع پر بھی ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ جو بات مجھ کو اس مقدمہ میں بیان کرنی منظور ہے اس کی بناء یہی سبب تالیف ہے چنانچہ کہتا ہوں میں کہ اس کتاب کے تالیف کرنے اور اس میں مطالب مذکورہ بالا کے بیان کرنے کی ضرورت مجھ کو دو وجہ سے معلوم ہوئی اگرچہ اُن دونوں وجہوں کا مآل واحد ھی ہے ایک تو ان میں سے غیرت دلا کر برانگیختہ کرنا غیرت دار عقلمند عالم صاحب ثروت اہل سیاست مسلمانوں کا اس بات پر کہ وہ ذرا ہوشیار ہو کر اُن وسیلوں کو دریافت کریں جن کے سبب سے مسلمانوں کی یہ حالت آئندہ اصلاح پذیر ہو، اور جن کے سبب سے اُن کے علم و فضل اور طریق تمدن وغیرہ میں ترقی ہو اور جن کی بدولت اُن کی ثروت اور عزت کے سامان مہیا ہوں ۔ مثلاً تجارت یا زراعت یا صناعی اور دستکاری کے کام رونق پکڑیں اور ان سب کاموں کے اسباب اُن کے لیے پیدا ہو جاویں اور جن باتوں سے اُن پر ذلت اور افلاس چھا رہا ہے وہ سب رفع ہو جاویں ؛ اور ایسی بہبودی کی باتوں کی جو حقیقت میں انتظام ملکی اور طرق سیاست کی اصلاح ہے کہ اس اصلاح سے امن پیدا ہوتی ہے اور امن سے دلوں کی آرزوئیں بڑھتی ہیں اور آرزو پیدا ہونے سے کام مضبوط ہوتا ہے جیسا کہ ہم سب لوگ ممالک یورپ میں آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور جس کا بیان ہم نہیں کرسکتے ، اور دوسری بات جو اس تالیف کا باعث ہے اُن غافل لوگوں کا ہوشیار کرنا اور متنبہ کرنا ہے جو ایک اچھی بات کو بھی صرف اِس خیال سے نہیں اختیار کرتے کہ وہ ظاہر اُن کی شریعت میں نہیں ہے اور اس غلط خیال کا منشاء یہ ہے کہ وہ دوسرے

مذهب کے لوگوں کی جمله باتوں کو اسی قابل سمجھتے هیں که
اُن کو ترک کیا جاوے خواه وه باتیں کسی قوم کی عادات میں سے
هوں خواه تدبیر ملکیه سے متعلق هوں اور وه غافل لوگ غیر مذهب
والے کی تالیفات کو پڑهنا بهی برا سمجهتے هیں یہاں تک که اگر
کوئی شخص اُن کے سامنے غیر مذهب کی تالیفات یا عمده باتوں کی
تعریف کرے تو وه اُس شخص کو بهی برا بهلا کہنے پر مستعد
هو جاتے هیں ، حالانکه یه بات بالکل حماقت کی هے اور سراسر خطا هے
اس لیے که جو کام فی نفسه اچها هو اور هماری عقل بهی اُس کو
تسلیم کرے خصوصاً وه کام جس کو کبهی هم لوگ هی کیا
کرتے تهے اور غیروں نے اُس کو هم سے هی اڑا لیا هے تو ایسے
کام سے انکار کرنے اور یا اُس کو چهوڑ دینے کی کوئی وجه نہیں هے
بلکه جب وه کام کسی زمانه میں هماری هی قوم کے عملدر آمد میں
تها تو هم کو ایسے کام کے پهر حاصل کرنے میں نہایت شوق اور
تمنا ظاهر کرنی چاهیے اور گو یه بات مسلم هے که هر اهل مذهب
اپنے مذهب کے سامنے دوسرے کے مذهب کو ضلالت خیال کیا
کرتا هے لیکن اس سے یه بات لازم نہیں آتی که غیر مذهب والے کی
دنیوی باتیں بهی بری هو جاویں یا جو کام مصلحت ملکی کے لحاظ سے
اُس نے کیا هے وه بهی ضلالت هو جاوے اور هم کو اُن کاموں میں
غیر مذهب والی قوم کا اتباع ممنوع هو دیکهو انگریزوں کا همیشه سے
یه دستور هے که جب وه کسی قوم کا کوئی کام اچها دیکهتے هیں
فوراً اُس کے کرنے پر مستعد هو جاتے هیں چنانچه وه اپنی ایسی هی
باتوں کے سبب سے آج اپنی ترقی اور بلندی کے اُس رتبه پر هیں
جس کو سب لوگ آنکهوں سے دیکهتے هیں اور حقیقت میں ایک
بڑے پرکهئے دانشمند کا کام بهی یہی هے که جو بات اُس کے سامنے
پیش آوے خواه وه کسی کا قول هو یا فعل هو اُس کو نظر امتیاز سے

تاڑ کر جانچے اور اگر اُس کو اچھا دیکھے تو فوراً اخذ کر لے اور دل سے اُس کو بہتر سمجھے گو اُس کا موجد دین کے لحاظ سے سچا ہو یا جھوٹا اس لیے کہ حق بات کچھ لوگوں سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ لوگ حق بات سے پہچانے جاتے ہیں اور حکمت مسلمان کے لیے بمنزلہ ایک گم شدہ چیز کے ہے کہ جہاں کہیں اُسکو پاوے فوراً لے لے -

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں بطور مشورہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ اہل فارس محاربہ کے وقت اپنے شہروں کے گرد خندقیں کھود لیتے ہیں تاکہ دشمن کے مقابلہ اور حملہ سے محفوظ رہیں - حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرما کر غزوہ احزاب میں مدینہ کے گرد خود خندق کھودی تاکہ اور مسلمان بھی اس تدبیر پر عمل کیا کریں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قول کی خوبی کی طرف دیکھو قائل کے حال کی طرف مت دیکھو اور جبکہ ہمارے متقدمین نے غیر ملت کے لوگوں سے علوم منطقیہ کو نفع کی چیز سمجھ کر اپنی زبان میں ترجمہ کر لیا اور اُس کے رواج کو مستحسن جانا یہاں تک کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جو شخص منطق نہ جانتا ہو گویا اُس کا علم کچا ہے تو ہم کو کس چیز نے منع کر دیا ہے کہ ہم بھی اس زمانہ میں غیر ملت قوم کی جن باتوں کو اپنے حق میں نافع اور کار آمد دیکھیں اُن کو نہ کریں اور جن باتوں کی طرف ہم کو مکائد اعداء سے محفوظ رہنے اور منفعتوں کے حاصل کرنے میں نہایت حاجت ہو اُن کو اختیار نہ کریں کتاب سُنن المہتدین میں شیخ المراق المالکی نے صاف لکھا ہے کہ غیر قوم کے ساتھ جن باتوں میں مشابہت ممنوع ہے وہ صرف وہی

باتیں ھیں جو ھماری شریعت کے خلاف ھیں ورنہ جن باتوں کو غیر ملت کے لوگ موافق طریقہ مندوبہ یا مباح یا واجب کے کرتے ھوں اُن کو ھم صرف اس خیال سے نہیں چھوڑ سکتے کہ غیر ملت کے لوگوں کا بھی اُن پر عملدرآمد ھے اس واسطے کہ ھماری شریعت نے ھم کو غیر قوم کے ساتھ اُن باتوں میں مشابہ ھونے سے منع نہیں کیا جن کو وہ قوم بھی کارخانہ قدرت کی اجازت سے کرتی ھو اور حاشیہ در مختار میں علامہ شیخ محمد بن عابد بن الحنفی نے تو یہاں تک یہ تصریح لکھا ھے کہ جن باتوں میں مخلوق خدا کی بہتری اور ترقی ھو اگر اُن کے کرنے میں ھم کسی غیر ملت قوم کے ساتھ بھی مشابہ ھو جاویں تو کچھ خرابی نہیں ھے اور بڑے تعجب کی بات یہ ھے کہ جو لوگ انگریزی قوم کی باتوں کے اتباع سے سخت انکار کرتے ھیں وہ اپنی بھلائی کی باتوں میں تو انکار کرتے ھیں اور جو باتیں اُن کے حق میں مضر ھیں اُن میں کچھ اُن کو انکار نہیں ھے ۔ کیونکہ وہ لوگ انگریزی بنا ھوا کپڑا پہن کر خوش ھوتے ھیں ، اور انگریزی اسباب گھروں میں رکھتے ھیں اور انگریزی ھتیھار اور اور ضرورت کی چیزیں استعمال میں لاتے ھیں مگر اُن چیزوں کو انگریزی تدبیر سے کام میں لانے میں بڑا پرھیز کرتے ھیں حالانکہ ان باتوں سے اُن کے ملکی انتظام اور ملکی ترقی میں بڑا نقصان اور خرابی پڑتی ھے اور وہ خرابی کچھ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاھر ھے اور گویا اس سبب سے ان میں ایک عیب رھتا ھے اس لیے کہ جب وہ اپنی ذاتی ضرورتوں کے سامان میں دوسری قوم کے محتاج ھیں تو گویا علم میں وہ اُس قوم سے پست درجہ ھیں اور اُن کی ملکی ترقی میں یہ نقصان رھتا ھے ، کہ وہ اپنے ملک کی پیداوار وغیرہ کے ثمرہ سے نفع نہیں اُٹھا سکتے حالانکہ ترقی ملک کی یہی علامت اور اُس سے یہی مقصود ھے اور تصدیق اس کی ھمارے اس مشاھدہ سے ا

هوتی ہے کہ ہماری قوم کے صناع لوگ اپنی صنعت اور دستکاری سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرتے مثلاً جو لوگ روئی بوتے ہیں یا بکریوں کی اون تراش کر درست کرتے ہیں اور سال بھر اس پر جان مارتے ہیں وہ اپنی سال بھر کی محنت کی پیداوار یعنی روئی اور اون وغیرہ کو تھوڑی سی قیمت پر انگریزی قوم کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہیں اور جب اسی روئی اور اون سے انگریز لوگ تھوڑے عرصہ میں اپنی صناعی کی بدولت طرح طرح کے کپڑے بن کر لاتے ہیں تو پھر وہی ہماری قوم کے لوگ جنھوں نے ان کو روئی دی تھی انگریزوں کو چوگنی قیمت دے کر کپڑا خریدتے ہیں غرض کہ ہم کو اپنے ملک کی صرف اصلی پیداوار کی قیمت مل جاتی ہے اور کسی قسم کی ہنرمندی یا صناعی سے ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے پس جب ہم یہ بات دیکھیں کہ ہمارے ملک میں سے یہ چیز جاتی ہے اور یہ چیز آتی ہے اور اس بات کا اندازہ کریں کہ آنے والی چیز کا خرچ اور جانے والی چیز کی آمدنی مساوی ہے تو یہاں تک گویا خیریت ہے تھوڑا ہی سا ضرر ہے اور جب ہم کو جانے والی چیز کی قیمت کم ملے اور آنے والی چیز کی قیمت چہار چند دینی پڑی تو یقین کر لو کہ ایسا ملک آج نہ تباہ ہوا کل تباہ ہوگا۔

مدرسہ دیوبند کی سالانہ رپورٹ پر تبصرہ

مسلمانوں کا جھوٹا دعویٰ دینداری

(تہذیب الاخلاق بابت یکم جمادی الثانی ۱۲۹۰ء)

مولوی رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ عربی دیوبند نے اس مدرسہ کی رپورٹ سالانہ بابت ۱۲۸۹ھ ہمارے پاس بھیجی ہے جس کے دیکھنے سے ہم کو نہایت ہی رنج ہوتا ہے اور مسلمانوں کی حالت پر کس قدر افسوس آتا ہے ۔ اب ہم اس رپورٹ پر متعدد طرح پر نظر ڈالتے ہیں ۔

اول بلحاظ مسلمانوں کے جوش مذہبی کے ہم سمجھتے تھے کہ جو مدرسہ ہم قائم کرنا چاہتے ہیں اور جس میں علوم انگریزی اور دیگر علوم دنیاوی بشمول علوم دینی پڑھائے جاویں گے اُس پر جو پکے مسلمان یا متعصب دیندار یا متقشف وہابی اعتراض کرتے ہیں اور اس کو کرسٹانی مدرسہ ٹھہراتے ہیں اور اس سبب سے لوگوں کو اس میں چندہ دینے سے منع کرتے ہیں تو عربی مدرسہ دیوبند میں جس میں بجز مسلمانی کے اور کچھ نہیں ہے اور جس میں وہی پرانے علوم پڑھائے جاتے ہیں جن کو مسلمان چاہتے ہیں بڑے بڑے مسلمانوں نے ضرور مدد کی ہوگی ۔ مگر رپورٹ کے دیکھنے سے ہم کو نہایت مایوسی ہوئی ۔ بڑے سے بڑا چندہ فہرست میں آٹھ روپے پانچ آنہ ماہواری کا ہے اور اُس کے بعد پانچ روپیہ ماہواری کا اس کے بعد چار روپیہ ماہواری کا اور اُس کے بعد

تین روپیہ ماہواری کا اور یہ چاروں قسم کے چندے غیر وصولی ہیں ۔ بعضوں پر دو دو برس اور بعضوں پر ایک ایک برس کا باقی ہے ۔ اس کے بعد بہت تھوڑے چندے دو روپیہ اور ایک روپیہ ماہواری کے ہیں اور اس کے بعد تو پھر روپیہ ، دو روپیہ ، تین روپیہ ، آٹھ آنہ ، چار آنہ سال پر نوبت پہنچ گئی اور وہ بھی بآسائش وصول نہیں ہوتا ۔ مجبوری مہتمم نے تجویز کی ہے کہ چندہ اوگھنے کے لیے ایک آدمی نوکر رکھا جاوے ۔ پس یہ کارروائی ہمارے لیے قطعی ثبوت اس بات کا ہے کہ جو لوگ اپنے تئیں مقدس اور متقی اور پکا مسلمان ظاہر کرکے مدرسۃ العلوم مسلمانان میں شریک نہ ہونے کی وجہ اپنی دینداری ظاہر کرتے ہیں صرف سخن ساختہ اور حیلہ نا مشرع ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ اُن لوگوں نے مدرسہ عربی دیوبند میں جس میں بجز مسلمانی کے اور کچھ نہیں ہے کیوں مدد نہیں کی ۔ حقیقت میں مسلمانوں پر نہایت افسوس ہے کہ ایسے مدرسہ میں بھی جیسا کہ دیوبند کا عربی مدرسہ ہے اور جس میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب سا فرشتہ سیرت شخص نگران ہے اور مولوی محمد یعقوب صاحب سا شخص مدرس ہے کچھ مدد نہ کریں ۔ دیکھو اس کا سبب صرف یہی ہے کہ ہماری قوم کی تعلیم و تربیت اچھی نہیں ہے ۔ جس طرح کہ ہم مجوزہ مدرسۃ العلوم میں تعلیم و تربیت دینا چاہتے ہیں اگر ہماری قوم نے اس طرح پر تعلیم پائی ہوتی تو تم دیکھتے کہ اس مذہبی مدرسہ دیوبند میں کس طرح روپیہ کی مدد پہنچتی اور کس طرح یہی مذہبی مدرسہ جو اب ایسا غریب ہے جس کا حال دیکھ کر اور مسلمانوں کے مذہبی مدرسہ کا نام سن کر رونا آتا ہے کس قدر رونق اور ترقی پر ہوتا ۔ پس جو لوگ ہمارے مجوزہ مدرسۃ العلوم کے برخلاف جوش مذہبی ظاہر کرتے ہیں درحقیقت سچائی سے نہیں ہے بلکہ صرف ایک غلط حیلہ

مخالفت کا ہے ۔

دوم بلحاظ استقلال مدرسہ کے ۔ تمام رپورٹ پر غور کرنے سے معلوم ھوتا ہے کہ یہ مدرسہ خود اپنے پر یا مسلمانوں کی ھمدردی پر قائم نہیں ہے بلکہ صرف ایک شخص کی ذات پر اس کا مدار ہے ۔ مولوی محمد قاسم صاحب در حقیقت نہایت بزرگ و نہایت نیک مادر زاد ولی ھیں ۔ تمام ضلع سہارنپور اور میرٹھ و مظفر نگر میں لوگ ان کو مصداق اس حدیث کا کہ علماء اُمتی کا انبیاء بنی اسرائیل سمجھتے ھیں اور ان کے سبب سے یہ چندہ ھوتا ہے ورنہ کوئی مسلمان ایک ٹکا بھی نہ دیتا ۔

دوسرا بڑا سبب مولوی محمد یعقوب صاحب کا ہے جو مدرس اول اس مدرسہ کے ھیں اور اُنھوں نے صرف پینتیس روپیہ ماھواری مدرسہ سے لینا قبول کیا ہے اور قناعت و زھد سے اس قدر قلیل میں اوقات بسر کرتے ھیں اگر وہ نہ ھوں تو کیا دوسرا شخص اس قلیل مشاھرہ پر ان علوم کو پڑھانے کو ملے گا جو اس میں پڑھائے جاتے ھیں ۔ پس یہ مدرسہ صرف ان بزرگوں کی دعا پر قائم ہے جس دن یہ دونوں بزرگ خدا کے گھر یا خدا کے پاس تشریف لے جاویں گے اُسی دن مدرسہ کا بھی خاتمہ ہے ۔

کیا افسوس ہے مسلمانوں کی عقلوں پر کہ دیوبند میں بلا ضرورت مسجد بناتے ھیں اور ھزاروں روپیہ خرچ ھوتا جاتا ہے اور اس زندہ خانہ خدا کا خیال نہیں کرتے ۔ اگر مسجد نہ بناتے اور اس روپیہ سے اس مدرسہ کے لیے مستقل آمدنی کی جائداد پیدا کر لیتے تو کیا کچھ مسلمانی کو فائدہ ھوتا اگرچہ مسلمانوں کی نیک ذاتی سے یقین تھا کہ چند ھی سال میں وہ جائداد متولیوں کے صرف میں آ جاتی ۔

اس واقع سے یہ بات ثابت ھوتی ہے کہ مسلمان جو یہ دعویٰ

کرتے دیں کہ ہم خالصاً للہ کوئی کام کرتے ہیں یہ محض غلط ہے بلکہ ہر شخص اپنی خواہش نفسانی یا رسمی خوشی میں مبتلا ہے۔ مسجد کے بننے کے لیے روپیہ دینے سے اس لیے خوشی ہوتی ہے کہ دھنیے اور جولاہے - سقے اور بھٹیارے جو سنتے ہیں اس کو نہایت دیندار اور نیک کام کرنے والا سمجھتے ہیں اور یہ اپنے دل میں خوش اور مغرور ہوتے ہیں اور اگر عقل ہوگی تو غالباً سمجھتے ہوں گے کہ جس کام کے لیے سید احمد روپیہ مانگتا ہے حقیقت میں وہ اس زمانہ میں مسجد بنوانے سے بھی زیادہ ثواب کا کام ہے۔ مگر چونکہ اس میں روپیہ دینے سے عام لوگ ایسا نیک اور کار ثواب نہیں سمجھنے کے اور نہ عوام میں ایسی نیک نامی کا شہرہ ہوگا جیسے مسجد بنانے میں اس لیے اس میں روپیہ نہ دیں گے۔ ہزاروں حیلہ کریں گے کہ یہاں اس میں تو انگریزی پڑھائی جاوے گی۔ الحاد سکھایا جاوے گا حالانکہ خود ان کا دل جانتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں غلط ہے اور مسلمانوں کے حق میں وہی بہتر ہے جو سید احمد کہتا ہے۔

سوئم۔ بلحاظ نتائج دینی و دنیوی کے جن کے حاصل ہونے کی اس مدرسہ سے توقع کی جاوے۔ اس مضمون پر کچھ لکھنے سے پہلے کچھ حال طالب علموں کا اور بعد امتحان سالانہ جو انعام تقسیم ہوا کچھ اس کا حال لکھنا مناسب ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مدرسے میں ایک سو پنتالیس طالب علم ہیں جن میں سے تراسی خاص دیوبند کے رہنے والے ہیں اور باسٹھ بیرونجات کے ہیں۔ ان سے سات طالب علم تو ویسے ہیں جو اپنے پاس سے روٹی کھاتے ہیں اور بچپن وہ ہیں جو دیوبند کے رہنے والوں سے یا مدرسے سے روٹی پاتے ہیں۔ کسی کو کچھ کپڑا اور جاڑے میں رضائی بھی مل سکتی ہے۔

تقسیم انعام کی کیفیت رپورٹ میں یہ لکھی ہے کہ صورت تقسیم انعام یوں تجویز ہوئی کہ طلبہ مکتب قرآن میں جو اعلی دو حافظ اور اعلی دو لڑکے کل چار مستحق انعام ہوئے۔ اُن کے لیے ڈیڑھ روپیہ تجویز ہوا اور طلبہ فارسی ادنی جو سات تھے اُن کے گیارہ انعام کے لیے ایک روپیہ چھ آنہ تجویز کیا کہ تخمیناً ہر انعام کے موازی دو آنہ ہوئے اور فارسی کے طلبہ اعلی کو جو چھ تھے سات انعام ملے بحساب فی انعام پانچ آنہ ۔ کل دو روپیہ تین آنہ مقرر ہوئے اور عربی میں ادنی درجہ کے چوبیس طالبعلموں کو ترپن انعام ملے بحساب فی انعام پانچ آنہ ۔ اُن کا کل روپیہ سولہ روپے نو آنہ ہوئے اور اوسط گیارہ طلباء کو اکیس انعام ۔ اُن کو فی انعام سات آنہ تخمین کیے ۔ کل نو روپیہ تین آنہ ہوئے اور طلبہ اعلی عربی کے اُنیس قابل انعام ہوئے اور چھیاسٹھ انعام انھوں نے پائے فی کتاب چودہ آنہ تخمین کیے تو کل روپیہ ان کا ستاون روپیہ بارہ آنہ ہوا ۔

اول تو ہم مسلمانوں کی اس حالت پر افسوس کرتے ہیں کہ ان کی قوم کا مسلمانی مدرسہ اور ایسی خراب اور محتاج حالت میں رہے ۔ کہاں ہیں بڑے بڑے دینداری کا دعویٰ کرنے والے اور کیوں مذہب اسلام کے مدرسے کو ایسی حالت میں ڈال رکھا ہے مگر ہم پھر نہایت مضبوطی اور استقلال سے کہتے ہیں کہ یہ خراب حالت مسلمانوں کی ہمیشہ ایسی ہی رہے گی اور ان کی کسی بات کو خواہ دینی ہو یا دنیاوی کبھی ترقی نہیں ہونے کی اور کبھی ذلت کی حالت سے نہیں نکلنے کے جب تک کہ اُس طرح پر ان کی تعلیم و تربیت نہ ہو جس کی بنیاد ہم نے ڈالی ہے ۔ دیکھ لو تمھارے ہی ملک میں ایک تربیت یافتہ قوم یعنی پادریوں کے مذہبی مدرسے ہیں ۔ ان کی تائید بھی نہایت غریب آدمی اور بیوہ عورتیں

زیادہ تر کرتی ہیں اور خود انصاف کرو کہ اُن دونوں میں کیا فرق ہے ۔ اس کا سبب صرف یہی ہے کہ اُس قوم میں تعلیم و تربیت عمدہ ہے ۔ اُن کے سب کام اچھے ہیں ۔ ہماری قوم میں تعلیم و تربیت نہایت خراب ہے ۔ گو تعلیم تو برائے نام ہو الا تربیت کا تو نام بھی نہیں اور اسی سبب سے ہمارے سب کام کیا دینی اور کیا دنیوی سب خراب اور برباد و ذلیل ہیں ۔

پھر ہم پوچھتے ہیں کہ جن طالب علموں نے ایسی خراب حالت محتاجی اور خواری اور ذلت میں تعلیم پائی ہے ان سے ہم کو اپنی قومی ترقی کی کیا توقع ہے ۔ کیا اُن میں عالی خیالات اور جرأت اور فیاضی اور قومی ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے ؟ کیا ان میں خود غرضی کی بو جو قومی ترقی اور ہمدردی کی کلی منافی ہے جا سکتی ہے ؟ کیا ایسی حالت سے ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو قومی ترقی کے لیے بمنزلہ آلہ کے ہوں اور کیا ایسی حالت سے لوگوں کو عموماً تحصیل علوم کی طرف رغبت دلائی جا سکتی ہے ؟ یہ وہ حالت ہے جس سے ہر شخص پناہ مانگتا ہے ۔ پھر کون ہے جو اُس میں مبتلا ہونے کی خواہش کرے ۔ جو شخص اُن طالب علموں کو روٹی دیتے ہیں اُنھی سے اُنھی کے ایمان سے دریافت کرو کہ وہ لوگ اُن طالب علموں کی کیا عزت سمجھتے ہیں ۔ جس طرح اور چار فقیروں کو جو دروازہ پر آ کر روٹی مانگتے ہیں اور وہ لوگ ان کو ایک ٹکڑا روٹی کا توڑ کر دے دیتے ہیں اُسی طرح ان طالب علموں کو بھی روٹی پکڑا دیتے ہیں ۔ پس جن لوگوں نے ایسی حالت میں تربیت پائی ہو اُن کے تمام وہ اندرونی قویٰ جن سے قومی ترقی اور قومی عزت کو ترقی ہوتی ہے نیست و نابود ہو جاتے ہیں ۔ تربیت یافتہ ملکوں میں بھی غریب محتاج آدمیوں کی تعلیم کی تدبیریں کی جاتی ہیں مگر وہ لوگ ایسے

عمدہ طور پر وہ تدبیریں کرتے ہیں جن سے اس قسم کی ذلتیں پیدا نہیں ہوتیں اور وہ قومی ہمدردی کی قوت معدوم نہیں ہونے پاتی - پس ہماری قوم میں بھی اگر تعلیم و تربیت عمدہ طور پر ہو جائے تو غریب محتاج طالب علموں کی تعلیم کا سامان بھی اور ہی صورت پکڑ جاوے اور مذہبی تعلیم بھی ایسے عمدہ طور پر ہو جاوے اور ایسی کثرت سے ہونے لگے کہ لوگوں کو دیکھ کر تعجب ہو -

اب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ ان لوگوں سے قوم کو دینی بھلائی کیا پہنچنے والی ہے ؟ اس زمانہ میں مسلمانوں کو دینیات میں نماز ، روزہ ، حج ، زکواۃ ، نکاح ، طلاق و میراث کے مسائل دریافت کرنے کی البتہ حاجت ہوتی ہے - اکثر مسائل خود لوگوں کو معلوم ہوتے ہیں اور جن کو دریافت بھی کیا جائے تو ان علماء سے اس سے زیادہ بتانے کی توقع نہیں ہے جو ایک اردو خواں چند مذہبی کتابیں پڑھا ہوا بتا سکتا ہے انصاف سے اور ایمان سے دریافت کرو کہ ان لوگوں نے جو بڑی بڑی کتابیں حدیث و تفسیر کی پڑھی ہیں صرف بطور تبرک پڑھی ہیں یا درحقیقت اپنے علم سے اُن کی تحقیقات و تنقیح کے بعد اُن پر عمل کرنے کے لیے پڑھی ہیں - پس بعینہ ایسی مثال ہے کہ بخاری شریف جس طرح ایک طاق میں رکھی ہے اسی طرح ایک مولوی کے سینہ میں رکھی ہے - نہ اُس سے کچھ عمل مقصود ہے نہ اس سے -

یہ تو پوچھو کہ ان لوگوں سے دین کی کچھ حمایت ہو سکتی ہے - اگر ایک جیالوجی جاننے والا آ موجود ہو اور بموجب قواعد اور تجربہ جیالوجی کے مذہب اسلام پر اور قرآن مجید پر اعتراض کرنے شروع کر دے - یا ایک کیمسٹری جاننے والا کیمسٹری کے قواعد سے مسلمات مذہب اسلام کی تردید شروع کر دے - یا ایک جدید ہیئت دان قرآن مجید کے بیانات پر شبہات ڈالے یا جیسا کہ

اس زمانہ میں برابر ہو رہا ہے کہ پادریوں اور مسلمانوں سے مذہبی مباحثہ ہو تو یہ لوگ کیا حمایت دین اسلام کر سکتے ہیں - اس لیے کہ ان علوم سے مطلق واقف نہیں ہیں - پادریوں سے بھی گفتگو کرنے کے لیے انگریزی زبان کا جاننا اور اکیلز پاسٹکل ہسٹری سے واقف ہونا ، یونانی اور عبری زبان سے واقف ہونا واجبات سے ہے - پس جب یہ لوگ ان باتوں سے واقف ہی نہیں ہیں تو کیا کر سکتے ہیں ؟ پس صرف اس تعلیم سے جو ہو رہی ہے ہم کو دین اسلام کی حمایت کی بھی کچھ توقع نہیں ہے -

جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ لوگ خود آپ اپنے لیے کچھ مفید ہونگے تو اس کی بھی ہم کو کچھ توقع نہیں ہوتی - کوئی فن اُنھوں نے نہیں سیکھا - کوئی ہنر ان کو نہیں آتا - روٹی کمانے اور کھانے کا کوئی ذریعہ اُن کے پاس نہیں ہے - پس وہ کیا اپنی بہتری آپ کر سکتے ہیں اور یہ تصور کرنا کہ تمام لوگ عابد و زاہد اور فاقہ کش اور خدا رسیدہ ہو جاویں گے ایک ہنسی اور دل لگی کی بات ہے - مولوی محمد قاسم صاحب کس کس کو اپنا سا بنا لیں گے اور آج تک کتنے آدمیوں کو اُنھوں نے اپنا سا بنا لیا - شبلی و جنید تو اپنا سا کسی کو نہ بنا سکے تو یہ کیونکر توقع ہو سکتی ہے کہ ہزاروں مسلمان ایسے ہی دنیا سے آزاد ہو جاویں گے جیسے مولوی محمد مظفر حسین صاحب مرحوم تھے یا جیسے کہ مولوی محمد قاسم صاحب ہیں - ایسے خیالات ہونے درحقیقت ٹھیک ٹھیک دشمنی مسلمانوں کی قوم کے ساتھ ہے - ہاں ایک بات بےشبہ اس قسم کی تعلیم سے ہونے والی ہے کہ کاہل اور بمال مردم خوروں کا گروہ بڑھتا جاویگا آج اُس مسجد میں اگر دس ملاں خیرات کی روٹی کھانے والے موجود ہیں تو کل بیس ہو جاویں گے.اور اگر آج فلاں گاؤں کی چوپاڑ میں دو ملانے بے محنت کی

روٹی کھانے والے اترے ہوئے ہیں تو کل چار موجود ہو جاویں گے - اُن کی صورت سے گاؤں کا چودھری کانپ جاوے گا اور اس کا سیر بھر خون خشک ہو جاوے گا - دور سے ملانے کی صورت دیکھ کر اپنی بیوی سے کہے گا کہ اری کلوا کی ماں ایک اور آیا - اُس کے لیے کچھ روٹی ٹکڑا دے -

کیا ایسی حالتوں میں ہم کو توقع ہے کہ ہماری قوم میں کچھ نیکی بڑھے گی ؟ ہرگز نہیں - مفلسی تمام گناہوں کی جڑ ہے - اس کی اتنی بڑی شان ہے کہ خدا نے بھی مفلسی کی حالت کو مرفوع القلم کیا ہے - پس ان لوگوں سے بجز اس کے کہ ہزاروں قسم کے جرائم اور گناہ سرزد ہوں اور کیا توقع ہو سکتی ہے - جیسا کہ اب بھی ہوتا ہے اور خود جناب مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اپنے اضلاع کے حالات سے بخوبی واقف ہوں گے کہ مسلمانوں کی نیتیوں کا ، اُن کے حالات کا ، ان کے معاملات کا ، ان کی ایمانداری کا ، جھوٹی گواہی دینے کا ، جھوٹے حلف اٹھانے کا کیا حال ہے اور کیا ہوتا جاتا ہے - یہ تمام باتیں صرف نتیجہ اس کا ہے کہ ہماری قوم میں تعلیم و تربیت نہایت خراب درجہ پر ہے - خود مذہبی تعلیم بھی ایسے خراب قاعدہ پر ہے کہ وہ دلی نیکی جو خود انسان کو اس کے برے کاموں کو جتلاتی رہتی ہے اور جس کو انگریزی میں کانشنس کہتے ہیں انسان میں سے معدوم و مفقود ہو جاتی ہے -

ہاں بلاشبہ ان لوگوں سے اس بات کی توقع ہے کہ جب کوئی شخص دلی ہمدردی اور محبت قومی اور حب ایمانی اور خالص عشق اسلامی سے اپنی قوم کی بھلائی میں کھڑا ہو ، جس کے خیالات بالضرور ان تاریک خیالات سے مختلف ہوں گے تو اس کی نسبت کفر کے فتوے دینے کو موجود ہوں گے - جناب شمس العلماء

مولوی سید نذیر حسین صاحب دهلوی بھی سید احمد کے کفر پر مہر ثبت فرماویں گے اور مولوی محمد سعد اللہ صاحب بھی تکفیر کے فتووں پر مہریں کریں گے - اور اس بات کو بھول جائیں گے کہ ان دونوں صاحبوں نے کیسے کیسے فتووں پر مہریں کی ھیں جس سے سچے مسلمان کا ایمان کانپ جاتا ھے - تھوڑی سی دنیا کی توقع میں کس طرح خدا کے احکام کو تحریف کیا ھے - مگر آن بزرگوں کو یہ خیال کرنا چاھیے کہ ان فتووں سے کیا ھوتا ھے - بقول مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے کہ گوزشتر کے برابر بھی کچھ وقعت نہیں رکھتے پہلے وہ خود تو مسلمان ھو لیویں جب دوسروں کی تکفیر کریں -

او خویشتن گم است کرا رھبری کند

ہماری غرض اس تمام تحریر سے مسلمانوں کو اس بات کی غیرت دلانا ھے کہ ان کے دونوں کام دین و دنیا کے سب خراب و ابتر ھیں - ان کو شرم آنی چاھیے کہ ان کے مدرسہ اسلامی دیوبند کا کیا حال ھے - سب کو چاھیے کہ اس مدرسہ کی ایسی مدد کریں اور ایسی اعلیٰ ترقی پر پہنچائیں جو اسلام کی رونق و شان کا نمونہ ھو -

دوسرے ھم کو اس تمام تقریر سے یہ مطلب ھے کہ تمام مسلمان خوب یقین کر لیں کہ ان مدرسوں سے جیسے کہ وہ اب ھیں قومی عزت یا قومی ترقی یا اسلام کی رونق و شوکت ھونی ممکن نہیں ھے - اصلی بھلائی اسی میں ھے - جس کی ھم راہ بتاتے ھیں اور جب تک اس طرح پر مسلمانوں کی تعلیم و تربیت نہ ھوگی اور مدرسۃ العلوم قائم نہ ھوگا جس میں تمام علوم دینی و دنیاوی پڑھائے جائیں گے اور جس میں سے ایسے لوگ تعلیم پا کر نکلیں گے جو

بعوض اس کے کہ خود خیرات کی روٹی کھاویں دس کو کھلا سکیں گے اور علوم دین سے اپنی عاقبت درست کریں گے اور علوم و فنون دنیاوی سے عام لوگوں میں منفعت پھیلا دیں گے ۔ کسی قسم کی دینی یا دنیوی بھلائی مسلمانوں کو نصیب نہ ہوگی ۔ جو لوگ کہ ہماری تدبیروں کی مخالفت کرتے ہیں وہ پکے دشمن اسلام کے اور مسلمانوں کے ہیں ۔ تمام باتیں ان کی ظاہری اور محض جھوٹی ہیں ۔ اپنے مطلب پر وہ وہ باتیں کرتے ہیں جو ایک ادنلیٰ دنیا دار بھی نہیں کیا کرتا ۔ کیا اس زمانہ کے لوگ واقف نہیں ہیں کہ اپنی غرض پر مولوی نون بسر اور مولوی سین بسر اور مولوی میم بسر اور مولوی عین بسر وغیرہ وغیرہ نے کیا کیا کیا ۔ جو لوگ ہماری تکفیر کا فتویٰ دیتے ہیں ذرا ان کو شرم کرنی چاہیے اور اپنے گریبان میں منہ ڈالنا چاہیے ۔ کون سی لمبی پوزیشن کے مولوی صاحب ہیں جن کے حال اور کرتوت سے ہم واقف نہیں ۔

خدا مسلمانوں کو ہدایت کرے اور توفیق نیک دے ۔

نوٹ : عربی مدرسہ دیوبند کی جو تعلیمی حالت سرسید نے آج سے ۹۰ برس پیشتر لکھی تھی وہ افسوس ہے کہ بعد کے زمانہ میں بھی اسی طرح قائم رہی ۔ چنانچہ عرصہ ہوا ایک مرتبہ میں علیگڈھ میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم وائس چانسلر یونیورسٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کسی قصبہ کے چند معززین اُن سے ملنے آئے اور اثنائے گفتگو میں کہنے لگے کہ ” جناب ہمارے قصبے میں جب کوئی آریہ لکچرار یا قادیانی مبلغ آتا ہے اور ہم شہر سے کسی دیوبند پاس مولوی صاحب کو اس سے مباحثہ کرنے کے لیے بلاتے ہیں تو مولوی صاحب نہ آریوں کا مقابلہ کر

سکتے ہیں اور نہ قادیانیوں کا ۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟" اس پر جناب صاحبزادہ صاحب حضرت خواجہ سجاد حسین صاحب مرحوم (فرزند شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی) سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے (جو اس وقت وہیں تشریف رکھتے تھے) "خواجہ صاحب ! آپ نے سنا یہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں ؟ یہ ہے ہمارے دینی مدارس کی حالت ! مجھے ایک مرتبہ دیوبند جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے خود دیکھا کہ مدرسہ میں پڑھنے والے طلباء مسلمانوں کے گھروں سے در در پھر کر دونوں وقت روٹیاں مانگ لاتے تھے اور بیٹھ کر کھا لیتے تھے ۔ جسے دیکھ کر مجھے سخت افسوس ہوا اور میں سوچنے لگا کہ ایسی حالت میں تربیت پانے والے طلباء کی ذہنیتیں بھی ایسی ہی پست اور ذلیل ہوں گی اور اس پست حالت کی موجودگی میں ان کے دل علم کی روشنی سے کس طرح منور ہو سکتے ہیں ؟"

پانی پت میں میرے ایک بہت ہی مخلص دوست تھے مولوی عبدالرحیم جو پانی پت کے سب سے بڑے عربی مدرسہ کے صدر مدرس تھے اور آٹھ برس تک دیوبند میں پڑھ کر فضیلت کی سند حاصل کر چکے تھے ۔ آدمی نہایت نیک دل اور صاف گو تھے ۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا "مولانا ! ٹھیک ٹھیک بتائیں کہ دیوبند سے جو لوگ سالہا سال پڑھ کر باہر آتے ہیں کیا وہ عربی کے فاضل اور عالم ہوتے ہیں ؟ اور عربی سے روانی اور آسانی کے ساتھ اردو میں ترجمہ کر سکتے ہیں یا اردو عبارت کو فصاحت اور بلاغت کے ساتھ عربی میں منتقل کر سکتے ہیں ؟ مولانا نے جواباً بہت ہی سادگی کے ساتھ فرمایا "نہیں" میں نے کہا "اس کی وجہ کیا ہے ؟" کہنے لگے "ملازمت کے لیے اور روٹی کی خاطر پڑھتے ہیں ۔ اس لیے علم نہیں آتا خود مجھے دیکھ لو ۔ آٹھ برس

دیوبند میں منطق پڑھی اور آٹھ برس سے یہاں طلباء کو منطق پڑھا رہا ہوں لیکن منطق کا ایک حرف نہ اُس وقت سمجھ مین آیا ۔ نہ اس وقت طلباء کو سمجھا سکتا ہوں ۔ جس طرح طوطے کی طرح پڑھ کر آیا تھا اُسی طرح طوطے کی طرح پڑھا رہا ہوں''۔

سرسید کے اس مضمون کے شائع ہونے کے چھ برس بعد ۔ ۱۲۹٦ھ میں جب حضرت شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی مشہور و معروف مسدس لکھی تو اُس میں اِس قسم کے مولویوں کی علمی قابلیت کا نہایت صحیح نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے ؎

وہ جب کر چکے ختم تحصیل حکمت
بندھی سر پہ دستار علم و فضلیت

اگر رکھتے ہیں کچھ طبیعت میں جودت
تو ہے اُن کی سب سے بڑی یہ لیاقت

کہ گر دِن کو وہ رات کہہ دیں زباں سے
تو منوا کے چھوڑیں اُسے اک جہاں سے

سوا اس کے جو آئے اُس کو پڑھا دیں
انھیں جو کچھ آتا ہے اُس کو بتا دیں

وہ سیکھے ہیں جو بولیاں سب سکھا دیں
میاں مٹھو اپنا سا اُس کو بنا دیں

یہ لے دے کے ہے علم کا اُن کے حاصل
اسی پر ہے فخر اُن کو بین الاماثل

نہ سرکار میں کام پانے کے قابل
نہ دربار میں لب ہلانے کے قابل

نہ جنگل میں ریوڑ چرانے کے قابل
نہ بازار میں بوجھ اٹھانے کے قابل ۔

نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کما کر
وہ کھوئے گئے اور تعلیم پا کر

جو پوچھو کہ حضرت نے جو کچھ پڑھا ہے
مراد آپ کی اس کے پڑھنے سے کیا ہے

مفاد اس میں دنیا کا یا دین کا ہے
نتیجہ کوئی یا کہ اس کے سوا ہے

تو مجذوب کی طرح سب کچھ بکیں گے
جواب اس کا لیکن نہ کچھ دے سکیں گے

نہ حجت رسالت پہ لا سکتے ہیں وہ
نہ اسلام کا حق جتا سکتے ہیں وہ

نہ قرآن کی عظمت دکھا سکتے ہیں وہ
نہ حق کی حقیقت بتا سکتے ہیں وہ

دلیلیں ہیں سب آج بیکار اُن کی
نہیں چلتی توپوں میں تلوار اُن کی

(محمد اسماعیل پانی پتی)

نجم الامثال

(اخبار سائنٹیفک سوسائٹی علی گڈھ ۱۴ اپریل ۱۸۷۶ء)

اس نام کی ایک کتاب ہمارے دفتر سائنٹیفک سوسائٹی میں وصول ہوئی جس کو اس کے لائق مصنف نے بطور ارمغان اس دفتر میں بھیجا ہے - اس کے دیباچہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب اخیر حصہ اس مجلہ کا ہے جس کے اس کے مصنف نے تین حصے کیے ہیں اور ان تینوں حصوں کو ایک کتاب بنایا ہے - اس کتاب میں اردو زبان کی وہ مثلیں اور کہاوتیں درج ہیں جو ہندوستان کی عورت و مرد کی زبان زد ہیں - پس مصنف مذکور نے اپنی کتاب کے ہر صفحہ کے دو کالم بنائے ہیں اور ان میں سے ایک کالم میں مثل - دوسرے کالم میں اس کے محاذی اس مثل کے معنی اور محل کی تشریح کی ہے جس سے نہایت آسانی سے پڑھنے والوں کو معلوم ہوتی ہے - جو تلاش اس کے مصنف نے کی ہے اہل انصاف کی نظر میں وہ سراسر مدح کے لائق ہے اور جو لوگ عام لسان کے شائق ہیں ان کے لیے یہ کتاب ایک مفید شیئی ہے اور گو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس باب میں یہ کتاب کوئی پہلی تصنیف نہیں ہے مگر اپنی طرز کے لحاظ سے بلاشبہ وہ پہلی تصنیف ہے جس سے اردو زبان کے شائق بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر اس قسم کی تصنیفات کا رواج زیادہ ہو جاوے گا تو ہندوستان کی دیسی زبان نہایت مستحکم حالت میں ہو جاوے گی - ایسی تصنیفات ہر زبان کے علم ادب کے واسطے اصل الاصول خیال کی گئی ہیں - پس تا وقتیکہ کسی ملک میں

ایسا ذخیرہ مہیا نہ ہو جاوے اُس ملک کی زبان ایک مستقل حالت
میں نہیں ہوسکتی - اسی وجہ سے اگر ہم اس کتاب کو ان تمام
تصنیفات سے بہتر خیال کریں جو انعام کی امید سے تصنیف ہو گئیں
اور جن کی بدولت صدھا طرح کے قصہ کہانیاں بن گئیں تو کچھ
عجب نہیں ہے اور جس طرح ہم اُس کے اس ایک حصہ کو مفید
خیال کرتے ہیں ہم کو اُمید ہے کہ اُس کے باقی دو حصے بھی
ضرور مفید ہوں گے -

اگر ہم ان تمام باتوں کو راستی کے ساتھ بیان نہ کریں جو
اس کتاب میں ہیں تو ہم صرف ایک مداح ہوں گے اور اُس کے
حسن و قبح کی نسبت نظر کرنے والے نہ ہوں گے اس لیے ہم
اس بات کو بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس کتاب میں بعض
مثلوں کی تشریح اُس خیال کے موافق نہیں ہوئی جس کے لحاظ سے وہ
اپنے اپنے موقع پر بولی جاتی ہیں اور گو ہم اس تشریح کو غلط نہیں
کہہ سکتے مگر اس لحاظ سے ضرور وہ محل تامل ہیں کہ ہماری زبان
میں ان کا استعمال ٹھیک اُنہیں کے واسطے نہیں ہوتا جو اُس کے
محاذی لکھے گئے ہیں - پس اگر آئندہ اُن حصوں کے ساتھ
صاحب مصنف مذکور اس پر بھی نظر ثانی فرماویں تو نہایت
خوبی کی بات ہے - کیونکہ جو کمی اس میں ہے وہ بھی رفع
ہو جاوے گی اور اس کی وجہ سے جو فائدہ اس کا ہے وہ بھی بہمہ
وجوہ کامل ہو جاوے گا -

جغرافیہ طبعی مبتدیوں کے واسطے

(اخبار سائنٹیفک سوسائٹی علی گڈھ ۱۹ مئی ۱۸۷۶ء)

جس کو منشی محمد ذکاء اللہ صاحب پروفیسر ریاضی کالج الہ آباد نے مدرسۃ العلوم مسلمانان کے سلسلہ خواندگی میں شامل کرنے کے لیے تصنیف کیا۔

ہم اس ہندوستانی مصنف کی متعدد کتابوں کا ریویو اپنے مختلف اخباروں میں لکھ چکے ہیں اور ہم کو یاد ہے کہ ہم نے ہمیشہ اس لائق شخص کے جوہر دماغی کی تعریف کی ہے اور جس قدر تعریف ہم نے اس کی کی ہے ہماری اُس تعریف کے صحیح اور بلا مبالغہ ہونے پر نہایت مستحکم دلیل یہ ہے کہ جو مقبولیت اس شخص کی تصانیف نے حاصل کی ہے وہ بے انتہا ہے اور اس کے مفید ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ جس قدر کتابیں اس شخص نے تصنیف کی ہیں اُن کے طبع ہونے کے بعد کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ اُن کی طلب میں توقف ہوا ہو یا ہر ایک کتاب کے دوبارہ طبع کی حاجت نہ معلوم ہوئی ہو۔ علاوہ اس کے جو قدر شناسی اُس کی تصنیف کی گورنمنٹ کی جانب سے ہوئی وہ بھی ہمارے اس خیال کی موید ہے کہ یہ لائق مصنف ہندوستان کے لیے ناز کا سبب ہے۔

اہل علم کی ہمیشہ دو حالتیں رہی ہیں ایک وہ جو فن کے جاننے والے ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو صرف کتاب کے جاننے والے ہوتے ہیں اور فن کو نہیں جانتے اور ترجیح ہر طرح سے اُسی

شخص کو ہوتی ہے جو فن کا جاننے والا ہو کیونکہ ایسا ہی شخص کتاب کو بھی خوب جان سکتا ہے اور جو لوگ کتاب کو جانتے ہیں ضرور نہیں ہے کہ وہ فن کے بھی ماہر ہوں اور اس بات کی بتانے والی چیز کہ کون شخص فن جانتا ہے اور کون شخص کتاب ، اُس صاحب کمال کی تصنیف ہی ہوتی ہے جس سے سمجھنے والے دریافت کر لیتے ہیں کہ اس شخص کو فن آتا ہے یا صرف کتاب ۔

جو لوگ فن جانتے ہیں اگر تصنیف ہوتی ہے تو انھیں سے ہو سکتی ہے اور جو کتاب جاننے والے ہوتے ہیں ان کی تصنیف گو وہ کیسی ہی عمدگی سے تصنیف کریں در اصل تالیف و انتخاب ہوتا ہے اور جو خوبی ایک جدید تصنیف میں ہونی چاہیے وہ یہی ہے کہ اُس سے ایک جدید فائدہ حاصل ہو اور نئی طرز کے نکات و دقائق ظاہر ہوں اور اس میں ذرا شبہ نہیں ہے کہ یہ بات اُسی شخص کی تصنیف میں ہو سکتی ہے جو فن کا ماہر ہو ، نہ اُس شخص کی تصنیف میں جو صرف معمولی طرز عبارت کی تبدیلی کے سوائے اور کسی خاص فائدہ کو ظاہر نہیں کر سکتا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ اس لائق شخص کی تصنیفات دیکھنے والے اس بات سے مطلع ہوں گے کہ اس کی تصنیف ہمیشہ ایک نئی خوبی پر مشتمل ہوتی ہے جس کے لحاظ سے بے تامل یہ اقرار کیا جاتا ہے کہ یہ لائق مصنف اپنے فن کا بڑا ماہر ہے ۔ صرف ایک کتابی مدرس نہیں ہے جو اس کے حق میں نہایت بڑی تعریف ہے ۔

حال میں جو کتاب اس مصنف نے اپنی فیاضی سے مسلمانوں کے مدرسۃ العلوم کے ابتدائی سلسلہ خواندگی میں شامل کرنے کے واسطے تصنیف فرمائی ہے وہ ایک جغرافیہ طبعی ہے جو غالباً سات جزو کی کتاب ہوگی ۔ اس کتاب کی جہاں تک قدر کی جاوے نہایت

بجا ہے اور اُس کے سبب سے جس وقعت کا مستحق اس کا مصنف ہو وہ بے انتہا ہے - جس وقت کوئی شائق اس کتاب کو سلسلہ وار دیکھنا چاہے گا تو پہلے پہل اُس کی نظر اس کتاب کے عجیب و غریب اور ایک نئے ڈھنگ کے دیباچہ پر پڑے گی جس کو دیکھ کر ایک انشاء پرداز تو اس کی انشاء پردازی کے سبب سے غش ہو جائے گا اور اس کا طرز گذارش اُس کے دل میں کھب جاوے گا۔ اور ایک قصہ گو اُس کو مزے دار قصہ سمجھ کر لوٹ جاوے گا اور ایک جغرافیہ کا ماہر اُس کو دیکھ کر اُس کے ھر حرف سے فن جغرافیہ کے متعلق ایک فائدہ حاصل کرے گا اور اس کو اس دیباچہ کے دیکھنے سے جغرافیہ طبعی کی بناء اور اس کے اصول بخوبی منکشف ہو جاویں گے اور بلا شبہ اس کو منصفانہ طور پر اس بات کے اعتراف کرنے کا موقع ملے گا کہ اس کا مصنف ایک ایسا ماہر فن ہے جو علمی مسائل کو ایسی زبانی روزمرہ کی باتوں سے حل کر سکتا ہے غرضیکہ جس عنوان سے اس بیدار شخص نے جغرافیہ کے اسباب اور اس کی ضرورتوں کو ثابت کیا ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ وہ اسی کا حصہ ہے -

زمین کی کرویت کے مسئلہ کو بھی نہایت خوبصورتی سے ثابت کیا ہے اور اس کے دلائل ایسے مسلمہ بیان کئے ھیں جن کو وہ شخص بھی تسلیم کرتا ہے جو اس کا منکر ہو اور چونکہ یہ جغرافیہ مبتدیوں کے واسطے ہے علاوہ اس سے عقلیات کی بہ نسبت حسیات همیشہ سریع الفہم ہوتے ھیں اس لحاظ سے اُس کے مصنف نے دلائل کرویت کو صرف اُنھیں عقلی امور میں منحصر نہیں رکھا جو بدقت سمجھ میں آویں بلکہ اُن کو ایسے مشاھدات سے ثابت کیا ہے جس کے سبب سے گویا یہ مسئلہ بدیہیات میں سے ہو گیا ہے -

رات دن کی حقیقت بیان کرنے میں بھی ایک عجیب دلچسپ

طرز اختیار کیا ہے جو مبتدیوں کے بخوبی ذہن نشین ہوتا ہے اور اُس کی حقیقت کے سمجھنے کے بعد در پردہ حرکت زمین کے مسئلہ کا بھی اثبات ہوتا ہے جس کو آخرکار تصریح کے ساتھ بھی بیان کیا ہے۔

ہوا کی کیفیت اور اس کی ماہیت اور اس کے مزاج کے بیان میں ایسے سادہ اور پر لطف بیان کو اختیار کیا ہے جو مبتدیوں کو ہرگز گراں نہ معلوم ہوگا اور ہوا کے عنصر بسیط ہونے کے خیال کو بھی اسی بحث میں رد کیا ہے اور جن اجزاء سے اُس کی ماہیت مرکب ہے اُس کی تفصیل کی ہے اور اُن اجزاء کے ثبوت پر ایسے آسان دلائل پیش کیے ہیں جو ایک تجربہ کار کے نزدیک ثابت اور مسلم معلوم ہوتے ہیں گو اس کو یونانی حکمت طبعی والا اپنی زبانی حجتوں سے باطل کر دے مگر جب اُس کو بھی تجربیات کی طرف مضطر کیا جاوے تو اُس کو بجز تسلیم کے اور کچھ چارہ نہ رہے گا۔

ہوا کے مزاج کی تصریح کرنے اور اس کی گرمی و سردی کے بیان کرنے میں ایک بے نظیر بات یہ کی ہے کہ اس چھوٹے سے رسالہ میں بعض اُن عملی فائدوں کو بھی بیان کیا ہے جو در اصل اس علم طبعی کا ثمرہ ہیں اور جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ بے نظیر علم کیسی قدر کے لائق ہے۔

باراں کی کیفیت اور اُس کی حقیقت اور اُس کے فائدے اور زمین کے اندر اس کے اثر اور اُس کے ثمرات ایسے حکیمانہ اور ماہرانہ طریقہ سے بیان کیا ہے کہ اُس کے پڑھنے سے اس بات کا حق الیقین ہو جاتا ہے کہ وہ جو ہر ایک انسان کے حق میں ایک بے انتہا نعمت ہے اور جس کا وجود باجود اس مبدأ فیاض کی عام فیوض اور بخششوں کا ثبوت ہے جس کا ہر جگہ نیا رنگ ہے اور جس کا ہر

موقع پر نرالا ڈھنگ ہے ۔

نہ گوھر میں ہے اور نہ ہے سنگ میں
و لیکن چمکتا ہے ھر رنگ میں

غرضیکہ من اولہ الی آخرہ یہ کتاب نہایت دلچسپ کتاب ہے
اور ھر جگہ اس میں ذی ھوش کے واسطے فوائد کا ذخیرہ ہے ۔

ز فرق تا بقدم ھر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میشکد کہ جا ایں جا است

پس ایسی بے نظیر کتاب کے لحاظ سے ایک بڑا احسان اُن
مسلمانوں پر کیا ہے جن کی اولاد اُس کے فیض سے بہرہ یاب ھو گی
اور اگر اس بات سے قطع نظر کی جاوے کہ اُس کے مصنف نے اپنی
کتاب کو مدرسة العلوم کے واسطے مخصوص کیا ہے تو اس کا
فیض عام ھندوستانیوں کے واسطے بھی ایسا ھی ہے جس کے لحاظ سے
اُس کا مصنف عام شکر گزاری کے لائق ہے اور اُس کی ذات فیض
سمات نہایت وقعت کے لائق ہے ۔

"تحفه حسن" پر ریویو

(محررہ نومبر ۱۸۷۸ء - مطبوعہ ۱۸۸۳ء)

۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء میں جب کہ سرسید کا دل مذھبی جوش و خروش سے بھرا ھوا تھا ۔ اُنھوں نے "تحفہ حسن" کے نام سے ایک لمبا چوڑا مضمون لکھا ۔ وہ اُس وقت مسلک کے لحاظ سے اھل حدیث تھے جن کو عام طور سے لوگ وھابی کہتے ھیں ۔ اُس زمانہ میں مباحثوں میں شمولیت کا شوق اور دوسرے فرقوں کی تردید کا ذوق سرسید کے نوجوان دل میں جوش مار رھا تھا ۔ کبھی وہ حنفیوں کے خلاف رسالہ لکھتے ۔ کبھی شیعوں کے رد میں مضمون تحریر کرتے ۔ کبھی صوفیاء اور مشائخ کے اوراد و وظائف پر اعتراض کرتے ۔ کبھی پیری مریدی کے سلسلہ کو خلاف سنت بناتے ۔ غرض کسی نہ کسی فرقے سے اُن کی چھیڑ چھاڑ برابر جاری رھتی تھی ۔ اسی دوران میں اُنھوں نے اپنے اُستاد حضرت حاجی حافظ مولوی محمد نور الحسن صاحب کی پُر زور تحریک اور فرمائش پر "تحفہ اثنا عشریہ" کا اُردو ترجمہ شروع کیا یہ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ھے جس میں مسئلہ خلافت کے متعلق شیعوں کے اعتراضات کے جوابات بڑی تفصیل سے دیے گئے ھیں ۔ اس کا دسواں باب

مطاعنِ صحابہؓ کے جوابات پر مشتمل ہے اور بارھواں باب تولّا و تبرّا کے متعلق ہے - سرسید نے انھی دو بابوں کا ترجمہ کیا اور اس پر بڑے فخر کا اظہار کیا -

مگر بعد میں جب اُن کے خیالات میں تبدیلی ہوئی تو اُنھوں نے ان مذھبی جھگڑوں کو بالکل فضول سمجھا اور اس قسم کے مناقشات کو ملّت کی بربادی اور تباھی کا باعث یقین کیا -

سرسید کی لکھی ہوئی اپنی تحریر کو دیکھتے ہوئے ہم یہ ترجمہ یہاں درج کرتے - مگر چونکہ شیعہ سُنّی جھگڑوں میں پڑنا نہ کوئی دین و مذھب کی خدمت ہے - نہ علم اور ادب کی - اس قسم کے مضامین سے نہ کوئی دنیوی فائدہ ہے نہ دینی - آپس میں منافرت اور دشمنی بڑھنے اور فرقہ دارانہ جذبات بھڑکنے کے سوا اس حرکت کا اور کوئی نتیجہ نہیں - اس لیے ہم وہ ترجمہ یہاں نقل نہیں کرتے - لیکن اس مضمون کے لکھنے کے ۳۴ سال بعد جب سرسید کے قدیم خیالات میں عظیم انقلاب اور زبردست تغیر آ چکا تھا تو اُنھوں نے اپنے اس مضمون پر خود ھی ایک ریویو کیا - وہ ہم تصانیف احمدیہ جلد اول مطبوعہ ۱۸۸۳ء سے لے کر یہاں درج کرتے ہیں اور اس سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ناظرین کرام کو دکھائیں کہ آخر عمر میں مسئلہ خلافت کے متعلق سرسید کے اپنے خیالات کیا تھے - ہمیں اس سے غرض نہیں کہ وہ خیالات صحیح تھے یا غلط - جو کچھ بھی تھے وہ ہم پیش

کر رکھے ھیں - تاکہ سرسید کے عقائد کا یہ پہلو بھی ان مجموعہ مضامین کے پڑھنے والوں کے سامنے آ جائے - جیسا کہ سید صاحب مرحوم کے دوسرے خیالات و عقائد بھی ان اوراق میں موجود ھیں -

(محمد اسماعیل پانی پتی)

ریویو مورخہ نومبر ۱۸۷۸ء

مذہب اهل سنت و جماعت اور شیعہ اثنا عشریہ میں جو مباحث افضلیت اور استحقاق خلافت خلفائے اربعہ کے ھیں اور مذھب خوارج میں جو عقائد ختنین و اھل بیت کی نسبت اور مذھب نواصب میں علی[۴] مرتضیٰ و اھل بیت کی نسبت ھیں - اُن سے زیادہ لغو و بیهودہ مباحث و عقائد کوئی نہیں ھیں - استحقاق خلافت آنحضرت صلعم کا من حیث النبوۃ کسی کو بھی نہ تھا - اس لیے کہ خلافت فی النبوۃ تو محالات سے ھے - باقی رہ گئی خلافت فی ابقائے صلاح امت و اصلاح تمدن - اُس کا ھر کسی کو استحقاق تھا - جس کی چل گئی وھی خلیفہ ھو گیا - خلافت بعد آنحضرت کوئی امر منصوصی نہ تھا - نہ کسی شخص خاص کی خلافت مذھب اسلام کا کوئی جزو یا کوئی حکم تھا - سیاست مدن کا جو طریقہ اُس وقت پڑ گیا تھا - وہ سلطنت جمہوری کے نہایت مشابہ تھا اور اسی طرح واقع بھی ھوا - یعنی جس کو بہت سے ذی اقتدار لوگوں نے تسلیم کر لیا - وھی خلیفہ ھوگیا - کون کہہ سکتا ھے کہ ابتدا ھی سے علی[۴] مرتضیٰ کو خلیفہ ھونے کا خیال نہ تھا اور تینوں مقدم خلافتوں کے زمانہ میں اُن کو اُن کے خلیفہ ھونے کا افسوس یا اپنے خلیفہ نہ ھونے کا رنج نہ تھا - مگر علی[۴] مرتضیٰ کی خواهش زیادہ تر سلطنت شخصی کے مشابہ تھی - جو اُس وقت کے

طریقه تمدن کے موافق نه تھی اور اسی لیے اُن کی خواهش پوری نه هوئی جب ایسا وقت آ گیا که ذی اقتدار لوگوں نے اُن کی طرف رجوع کی وه خلیفه هو گئے - نه مقدم خلیفه هونے میں کوئی وجه افضلیت تھی - نه موخر خلیفه هونے میں کوئی وجه منتصت - یه تمام واقعات اسی طرح پر واقع هوئے تھے جیسے که همیشه دنیا میں واقع هوتے هیں - اسلام سے ان واقعات کو کوئی تعلق نه تھا - کسی کو غاصب اور کسی کو برحق بلا فصل کہنا لغو باتیں هیں -

افضلیت کے مسئله کے مباحث اس سے زیاده بیہوده هیں - دو چیزوں میں ایک کو افضل ٹھہرانا اس بات پر موقوف هے که اُن میں ایک هی حیثیت هو - ایک سسرا ، ایک داماد ، ایک بھائی ، ایک غیر ، آپس میں حیثیت هی متحد نہیں - پھر افضلیت وغیر افضلیت کیسی ؟ اعمال اور تقرب الی الله کے تول لینے کو همارے پاس کوئی ترازو نہیں جس سے هم ایک کو هلکا ایک کو بھاری ٹھہراویں - هم جس بات کا فیصله کر سکتے هیں وه صرف تاریخی واقعات هیں که اُن چاروں بلکه پانچوں بزرگواروں کے زمانه خلافت کس طرح گذرے ؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی الله تعالیٰ عنه کا زمانه خلافت تو شمار کرنا نہیں چاهیے - کیونکه در حقیقت وه زمانه بھی حضرت عمر هی کی خلافت کا تھا اور وهی بالکل دخیل و منتظم تھے - حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنه کا زمانه کیا بنظر انتظام اور کیا بنظر فتوحات و امن و حکومت و رعب و داب جو ابقاء صلاح امت و اصلاح تمدن کے لیے ضرور تھا - ایک بے نظیر زمانه تھا - حضرت عثمان رضی الله تعالیٰ عنه کے زمانه خلافت میں جو کچھ هوا وه صرف حضرت عمر کے زمانۂ خلافت کا اثر تھا - اصلی زمانه خلافت حضرت عثمان اُن کی خلافت کا اخیر زمانۂ تصور

کرنا چاهیے - جس میں تمام اصول سیاست مدن اور وہ اصول سلطنت جمہوری جس پر اس عالیشان محل کی بنیاد قائم ہوئی تھی - سب کے سب سست اور برهم درهم هو گئے تھے اور غدر کا هونا اُس کا ایک ضروری نتیجه تھا جو هوا - حضرت علی مرتضیٰ علیه السلام تک جب خلافت پہنچی تو ایسی ابتر و خراب هو گئی تھی جس کا درست هونا اگر ناممکن نه تھا تو قریب قریب ناممکن کے تھا - اُس کی اصلاح میں جہاں تک ممکن تھا کوشش کی گئی - ملک دیے گئے - دوسری حکومتیں تسلیم کی گئیں مگر اصلاح نه هوئی اور روز بروز خرابی بڑھتی گئی - حضرت امام حسن علیه السلام جب خلیفه هوئے تو اُنهوں نے تمام حالات اور واقعات پر غور کر کے یقین کیا که اس کی اصلاح ممکن نہیں - صرف ایک هی علاج اُمت کی آسائش اور قتل و خوں ریزی اور فساد دور کرنے کا هے که اس دو عملی سے یکسوئی کی جاوے اُنهوں نے نہایت دانائی اور نیکی اور اُمت کی بھلائی کی نظر سے جس کی نظیر دنیا میں نہیں هے خلافت سے هاتھ اُٹھایا - در اصل یه کام حضرت امام حسن هی جیسے کریم النفس شخص سے هو سکتا تھا - جس نے اُمت کے امن کے لیے ایسی خلافت کو چھوڑ دیا جس کے سامنے سلطنت قیصر و کسریٰ کی بھی کچھ حقیقت نہیں تھی -

مطاعن صحابه ایک ایسا لغو اور بیهوده اور جھوٹا کام هے .س کے برابر دنیا میں دوسرا نالائق کام نہیں هے - نه همارے پاس صحیح صحیح واقعات موجود هیں جو یقین کے لائق هوں اور اگر بالفرض واقعات بھی هوں تو وہ کیفیت اور حالت جن پر باهم صحابه کے مشاجرات واقع هوئے - هرگز هماری آنکھ کے سامنے نہیں .هیں - پس جو لوگ صحابه کے مطاعن پر بحث کرتے هیں وہ بلا کافی شہادت اور بلا موجودگی روئداد کے اپنا فیصله قائم کرتے هیں

علاوہ اس کے انسان سے غلطی اور خطا کا واقع ہونا خصوصاً ایک ایسی بڑی سلطنت کے انتظام میں جو صحابہ کے ہاتھ میں تھی - ایک ایسا امر ہے جو ناگزیر ہے - صحابہ معصوم نہ تھے اگر بالفرض اُن سے غلطیاں واقع ہوئیں تو کیا آفت ہوئی ؟ اور کیوں وہ بُری سمجھی جاویں - اگر اُن ہی روایتوں پر جو موجودہ ہیں نکتہ چینی کا مدار ہو - تو اس نکتہ چینی سے نہ حضرت علیؑ مرتضیٰ بچتے ہیں نہ خلفائے ثلاثہ اور ہم تو باوجود تسلیم کر لینے اُن تمام نکتہ چینیوں کے جو خوارج و نواصب اور شیعہ اُن بزرگوں کی نسبت پیش کرتے ہیں - اُن میں سے کسی بزرگ کو بُرا اور بد خیال نہیں کرتے - وہ تمام واقعات ایسے ہی ہیں - جو دنیا میں ہمیشہ پیش آتے ہیں وہ ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں - اُن سے نہ اُن بزرگوں کی بزرگی میں کچھ نقصان لازم آتا ہے اور نہ مذہب اسلام کو اُن واقعات سے کچھ تعلق ہے -

ہاں تبرا جس کا رواج اُن شیعوں میں ہوگیا ہے جو نا مہذب ہیں - نہایت خراب چیز ہے اور انسان کے دل میں ایک بدی اور بد اخلاقی اور بد طینتی پیدا کرنے والا ہے - جو اسلام کے مقصد اعلیٰ کے برخلاف ہے - میری یہ رائے ہے کہ جو امور مذہب اسلام سے علاقہ رکھ سکتے تھے وہ آنحضرت صلعم کے بعد ختم ہوگئے اور جو واقعات اُن کے بعد ہوئے اُن کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے - نہ وہ مذہب اسلام کا جزو ہیں - نہ اشہد ان لا الٰہ الّا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ کے بعد اشہد ان علیاً ولی اللہ و وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصلۃ ماننا ہم کو ضرور ہے بلکہ اسلام کے لیے پہلے ہی دو تشہد کافی ہیں -

کتاب فضیلت یا معلم الطلباء

منشی سراج الدین صاحب ایڈیٹر سرمورگزٹ ناھن (مشرق پنجاب) نے ایک انگریزی کتاب کا ترجمه ''کتاب فضیلت یا معلم الطلباء'' کے نام سے شائع کیا تھا - جس میں طالب علموں کی علمی ترقی کے لیے یورپ کے بڑے بڑے فلاسفروں اور مشاھیر علماء کے مستند اقوال اور علمی کارنامے بیان کیے گئے تھے - منشی صاحب نے یه کتاب سر سید کو اظہار رائے کے لیے بھیجی تھی - انھوں نے اس پر جو ریویو کیا وہ هم اخبار سرمور گزٹ کے ۸ مارچ ۱۸۸۹ء کے پرچه سے لے کر یہاں درج کرتے ھیں - (محمد اسماعیل پانی پتی)

یه ایک کتاب نئے طرز اور نئے مضمون کی بوڑھے اور جوان باپ اور بیٹے هر ایک کے لیے نہایت مفید ھے - اس کو منشی سراج الدین صاحب نے انگریزی سے آردو میں صرف ترجمه نہیں بلکه ایک معنی کو تصنیف کیا ھے اور عبارت نہایت پاکیزہ اور سلیس ھے - یه ایک ایسی کتاب ھے که هر ایک طالب علم کے هاتھ میں رھے اور ان لڑکوں کے باپ جو اپنے بچوں کو پڑھانا چاھتے ھیں وہ بھی اس کا سبق لیں -

هندوستانیوں کی عادت ھے که وہ لڑکوں کی نسبت چاھتے ھیں که صبح سے شام تک میاں جی ان کو گھیرے بیٹھا رھے - کھیلنے اور کودنے نه دے - جب وہ سنتے ھیں که مدرسوں یا سکولوں میں چھٹی ھوگئی تو نہایت ناراض ھوتے ھیں اور کہتے ھیں که

برس بھر میں اس قدر چھٹیاں ھو جاتی ھیں کہ پڑھنا خاک نہیں ھوتا - غرض کہ وہ چھٹیوں کے اور لڑکوں کے کھیلنے کے نہایت مخالف ھوتے ھیں مگر جب وہ اس کتاب کو پڑھیں گے اُن کو معلوم ھوگا کہ لڑکوں کو چھٹیاں نہ دینا اور کھیل کود کی ورزش سے اُن کی قویٰ کو قوی نہ کرنا اُن کے حق میں زھر اور تعلیم کے حق میں زھر قاتل ھے -

مصنف نے اس کتاب میں صرف خیالی باتیں نہیں لکھی ھیں بلکہ بڑے نامی علماء کی زندگی کے حالات اور اُن کے اقوال اور افعال سے ھر ایک بات کو ثابت کیا ھے اور اسی وجہ سے اس کتاب کو بہت بڑی عزت اور وقعت ھو گئی ھے -

سب سے پہلے انھوں نے لکھا ھے کہ باپ کا سب سے پہلا فرض یہ ھے کہ اپنی اولاد کے لیے اُس کے میلان طبیعت کی مناسبت کے لحاظ سے اُس کی چھوٹی عمر ھی میں اُس کے لیے کوئی پیشہ انتخاب کرے تاکہ تعلیم پا کر اور بڑا ھوکر اُس پیشہ کو طبعی لیاقت سے انجام دے -

مگر ھم کو اس مقام پر اس بات کے کہنے سے نہایت افسوس ھے کہ ھماری قوم میں لڑکوں کے ماں باپ کی مدت دراز سے تعلیم کی خرابی اور تربیت کے نہ ھونے اور صحبت بد کے اثر سے لڑکوں کے دماغ ایسے پیدا ھونے لگے ھیں کہ اس بات کی تشخیص کرنی کہ اس لڑکے کا میلان طبعی کس پیشہ کے مناسب ھے قریباً ناممکن ھوگیا ھے ، مسلمان لڑکوں کے دماغ ایک بندر کے دماغ سے زیادہ عمدہ نہیں رھے ھیں اِلّا ماشاء اللہ ریاضیات سے اُن کے دماغ کو قطعاً مناسبت نہیں رھی - لڑیچر میں جو اُن کے بزرگوں کا بہت بڑا مایہ ناز تھا شاذ و نادر ھی کسی کو مناسبت ھوتی ھے - زیادہ تعجب کی یہ بات ھے کہ جو لڑکا چھٹپن میں نہایت ھوشیار اور

عالی دماغ معلوم ہوتا ہے جوں جوں بڑا ہوتا جاتا ہے ووں ووں اُس کا دماغ اُس کا ذہن سب بھدا اور کند ہوتا جاتا ہے - یہ امور ایسے نہیں ہیں کہ ان کو سرسری سمجھا جائے بلکہ نہایت غور و فکر کے قابل ہیں کہ یہ حالت کیوں ہو گئی ہے -

مگر جو کتاب کہ ہمارے دوست منشی سراج الدین صاحب نے لکھی ہے وہ بلا شبہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر اس کو غور سے پڑھا اور گنا جاوے اور اس پر عمل کیا جاوے تو بلا شبہ وہ ان خرابیوں کا جن کی ہم اپنی قوم کے بچوں کی شکایت کرتے ہیں پورا علاج ہے -

مصنف نے جہاں باپ کا پہلا فرض اپنی اولاد کے لیے کسی پیشہ کے منتخب کرنے کا بیان کیا ہے وہاں نہایت عمدہ یہ فقرہ لکھا ہے :

" انسان کی طبائع ایسی ہی مختلف ہوتی ہیں جیسی اُن کی قسمتیں ، بعض کو ہیرے کی طرح جلا کر کے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ صاف اور چمکیلا بنانے کی ضرورت ہے اور بعض موتیوں کی طرح اول ہی اپنی طبعی آب و تاب کے ساتھ نکلتے ہیں"

پھر مصنف نے مطالعہ کی عادت اور اُس پر بڑے بڑے عالموں کی زندگی کے واقعات ، تنہائی اور اس کی ضرورت ، اُس کے فوائد اور نقصانات اور اُن کے اعتدال پر رکھنے کا طریقہ ، گفتگو میں غور اور فکر ، حافظہ کی درستی اور اُس کو مفید طرح پر کام میں لانے کی تدبیر ، قوائے ذہنی کی طاقت ، مطالعہ کے جسمانی اثرات ، صحت کے فوائد متعلق علم سونا اور جاگنا ، حصول کمال میں طریقہ مشغولی ، طبیعت کی شگفتگی بڑے بڑے عالموں کے اطوار مطالعہ اور بہت مفید مفید باتیں ایسی عمدگی سے بیان کی ہیں جس کا نقشہ اس چھوٹے سے ریویو میں دکھانا محالات سے ہے - سب سے زیادہ عمدگی

اس کتاب کی ہر ایک امر کے ساتھ بڑے بڑے مشہور عالموں کی لائف کا بہ طور نظیر لکھ دینا ہے جو نہایت ہی دل پر اثر کرنے والا ہے ۔

میرے نزدیک آج تک ایسی مختصر و مفید کوئی کتاب اردو میں نہیں لکھی گئی ہے مجھ کو تو یہ کتاب ایسی پسند ہے کہ جب سے آئی ہے اپنی میز پر رکھتا ہوں اور ہر روز تھوڑا تھوڑا پڑھ لیتا ہوں اور جب تک اُس کے تمام مطالب کا نقشہ بخوبی ذہن میں نہ جم جائے گا ہمیشہ اُس کو پڑھتا رہوں گا ۔ میں اپنے سب دوستوں کو بھی صلاح دیتا ہوں کہ اس کتاب کو پڑھیں مگر نہ سرسری طور پر بلکہ ایسے طور پر کہ اُس کا نقشہ ذہن میں جم جائے ۔

منشی سراج الدین صاحب نہایت شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ایسی عمدہ اور مفید کتاب اور نہایت صاف اور شستہ زبان میں اپنے ہم وطنوں کو بخشی ہے ۔

یہ کتاب سرمور گزٹ پریس ناہن میں چھپی ہے جس صاحب کو اُس کا شوق ہو منشی سراج الدین صاحب اڈیٹر اخبار مذکور سے طلب فرماویں ۔

دیباچہ "المامون"

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کی سب سے پہلی کتاب "مامون الرشید عباسی" کی محققانہ سوانح عمری ہے جو ۱۸۸۷ء میں شائع ہوئی - یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کا پہلا ایڈیشن صرف تین مہینے میں نکل گیا - مولانا نے اس کا حق اشاعت اپنی فیاضی سے مدرسۃ العلوم علیگڈھ کو دے دیا تھا اور کالج کی طرف سے یہ کتاب شائع ہوئی تھی - جب اس کے پہلے ایڈیشن کا کوئی نسخہ باقی نہ رہا تو سرسید نے مولانا سے کہا کہ اس پر نظر ثانی کر دیں تاکہ اسے دوبارہ شائع کیا جائے - مولانا نے سرسید کی خواہش کے مطابق کتاب میں بہت کچھ ترمیم اور اضافہ کر دیا جس سے کتاب پہلے ایڈیشن کی نسبت بہت زیادہ مفید ہوگئی - اس کے بعد سرسید نے کالج کمیٹی کی طرف سے اس کو دوسری مرتبہ ۱۸۸۹ء میں شائع کیا اور خود اس پر ایک دیباچہ لکھا - یہ دیباچہ اگرچہ مختصر ہے مگر بہت جامع اور دلچسپ ہے - میں نے یہ دیباچہ "المامون" کے اس نسخہ سے نقل کیا ہے جو سید حسن شاہ مالک و مہتمم رسالہ اتحاد لکھنؤ نے ۱۹۰۲ء میں رنگین پریس دہلی سے چھپوا کر شائع کیا تھا -

(محمد اسماعیل پانی پتی)

قوم کی بدنصیبی کی علامت | یہ نہایت سچا مقولہ ہے کہ وہ قوم نہایت بدنصیب ہے جو اپنے بزرگوں کے اُن کاموں کو یاد رکھنے کے قابل ہیں بھلا دے یا اُن کو نہ جانے -

سلف کے کارناموں کو یاد رکھنے کی دو حالتیں | بزرگوں کے قابل یادگار کاموں کو یاد رکھنا اچھا اور بُرا دونوں طرح کا پھل دیتا ہے - اگر خود کچھ نہ ہوں اور نہ کچھ کریں اور صرف بزرگوں کے کاموں پر شیخی کیا کریں تو استخوان جد فروش کے سوا کچھ نہیں اور اگر اپنے میں ویسا ہونے کا چسکا ہو پھر تو وہ امرت ہے -

قدیم واقعات و حالات کی فراہمی مشکل ہے | مگر ہم وہ کریں یا یہ کریں یہ تو پچھلی بات ہے پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ وہ دلچسپ حالات اور پُر فخر جو واقعات ہم کو ملیں کہاں سے ؟ ہماری تاریخیں اُس زمانے کی لکھی ہوئی ہیں جس میں زمانے نے تاریخ نویسی کے فن کو پوری طرح پر ترقی نہیں دی تھی - اس لیے ہمارے بزرگوں کے کاموں کے گوہر آبدار کہیں بکھرے پڑے ہوئے ہیں اور کہیں کوڑے کرکٹ میں رلے ملے ہیں - ایک نہایت لائق شخص کا کام ہے جو اُن کو چُنے اور لڑی میں پرو کر سجاوے -

المامون کا تعارف | ہم کو نہایت خوشی ہے کہ ہمارے دوست مخدوم اور ہمارے مدرسۃ العلوم کے پروفیسر مولانا مولوی محمد شبلی نعمانی نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور ایک سلسلہ ہیروز آف اسلام کا لکھنا چاہا ہے ، اسی سلسلے میں کی ایک یہ کتاب ہے جو " المامون " کے نام سے موسوم ہے ، انھوں نے خلفائے بنو عباس میں سے مامون الرشید کو عباسی خلفاء ہیرو قرار دیا ہے اور اُس کے تمام وہ کارنامے اچھے یا بُرے نہایت خوبی اور بے انتہا خوش اسلوبی اور

بے انتہا خوبش اسلوبی سے اس میں لکھے ہیں ۔

تاریخانہ واقعات لکھنے چنداں مشکل نہ تھے ، مگر وہ باتیں جن کے لکھنے کا اُس زمانے کے مؤرخوں کو بہت کم خیال تھا یا اُن کی قدر کرتے تھے اور اس زمانے میں انھی کی تلاش اور انھی کی قدر کی جاتی ہے تلاش کرنی نہایت مشکل تھی ، مولانا نے اس میں پوری یا جہاں تک ممکن تھی کامیابی حاصل کی ہے ۔

المامون کا پہلا حصہ | پہلے حصے میں اُنھوں نے تاریخانہ واقعات لکھے ہیں اور نہایت خوبی و اختصار سے دکھایا ہے کہ خلافت کا سلسلہ کیونکر اور کیوں خاندان بنو امیہ کو برباد کر کے عباسی خاندان میں پہنچا اور کیا اسباب جمع ہوئے جن سے امین اس کا بھائی محروم اور مقتول اور خود مامون تمام مملکت اسلامی کا مالک الملک لا شریک لہ بن گیا ۔

جا بجا واقعات دلچسپ سے بھی اس حصے کو آراستہ کیا ہے جس کے سبب سے یہ روکھا اور پھیکا تاریخانہ حصہ نہایت دلچسپ ہو گیا ہے ۔

المامون کا دوسرا حصہ | دوسرے حصے میں انتظام سلطنت ، آمدنی مملکت ، فوجی انتظام ، عدالت اور اس کی جزئیات کو جہاں جہاں سے ملیں چُن چُن کر ایک جگہ جمع کیا ہے اور مامون کی خصلت اور اس کی سوشل حالت ، اُس کی پرائیویٹ زندگی ۔ اُس کے مشغلوں اور اس کی مجلسوں کا ذکر کیا ہے اور اس زمانے کی زندگی اور طرز معاشرت کا نقشہ کھینچ دیا ہے ۔ یہ حصہ نہایت ہی دلچسپ ہے ، شان اور عظمت اور جلال خلافت کے ساتھ ایسی ایسی سادہ اور بے تکلف باتوں سے بھرا ہوا ہے کہ اس سے اُس کو اور اُس سے اِس کو رونق ہوتی ہے ۔

اس حصے میں لطائف و ظرائف کے ساتھ علمی اور خصوصاً علم ادب کے ایسے ایسے نکتے مذکور ہیں جو ادیب کے لیے سرمایۂ ادب اور ظریف کے لیے سرایۂ ظرافت ہیں ۔

المامون کی خصوصیات | اس قدر جزئیات کو تلاش کرنا اور نظم اسلوب سے ایک جگہ جمع کرنا کچھ آسان کام نہ تھا ، مصنف نے کوئی بات ایسی نہیں لکھی جس کا حوالہ کسی معتبر ماخذ سے نہ دیا ہو ۔ ہر ایک جزئی بات پر بھی اس کتاب کا جس سے وہ بات لی گئی ، حوالہ دیا ہے ۔ اُس کے حاشیوں پر جس قدر کتابوں کے حوالے ہیں اُن کو دیکھ کر اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے میں کس قدر جانکاہی ہوئی ہوگی اور مصنف کو کتنے ہزار ورق تاریخوں کے اُلٹنے پڑے ہوں گے اور اسی کے ساتھ جب یہ خیال کیا جاوے کہ مصنف نے ان جزئیات کو ایسی کتابوں کے تلاش کرکے نکالا ہے جن کی نسبت یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ ان میں مامون کے حالات ہوں گے تو اس محنت کی وقعت و قدر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے ۔

یہ کتاب اُردو زبان میں لکھی ہے اور ایسی صاف اور شستہ اور برجستہ عبارت ہے کہ دلّی والوں کو بھی اس پر رشک آتا ہوگا ۔

ہر فن کا طرز بیان جداگانہ ہو | اُردو زبان نے بہت کچھ ترقی کی ہے مگر اس بات کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے کہ ہر فن کے لیے زبان کا طرز بیان جداگانہ ہو ۔ تاریخ کی کتابوں میں ناول (قصہ) اور ناول میں تاریخانہ طرز گو کیسی ہی فصاحت اور بلاغت سے برتا گیا ہو دونوں کو برباد کرتا ہے ۔

میکالے کے مضامین کی نوعیت | لارڈ میکالے جو انگریزی زبان کا بے نظیر ادیب ہے اس کے تاریخانہ اسّے (مضامین) باعتبار فصاحت

و بلاغت کے اپنا نظیر نہیں رکھتے مگر ایشیائی شاعرانہ طرز ادا سے تاریخانہ اصلیت کو بہت کچھ نقصان پہنچانے والے ہیں۔

الماموں کی تالیف میں مصنف کی لیاقت | ہمارے لائق مصنف نے اس کا بہت کچھ خیال رکھا ہے اور باوجود تاریخانہ مضمون ہونے کے ایسی خوبی سے اس کو ادا کیا ہے کہ عبارت بھی فصیح اور دلچسپ ہے اور تاریخانہ اصلیت بدستور اپنی اصلی صورت پر موجود ہے ، جو خوبصورت ہے خوبصورت ہے ، جو بھونڈی ہے بھونڈی ہے۔ نہ خوبصورتی کو زیادہ خوبصورت بنایا ہے نہ بھونڈے پنے کو زیادہ بھونڈا دکھایا ہے اور درحقیقت یہی کمال تاریخ نویسی ہے۔

کتاب کا حق تصنیف | اس کتاب کا حق تصنیف مصنف نے اپنی فیاضی اور قومی ہمدردی سے مدرسۃ العلوم علیگڈھ کو عطا کیا ہے۔

کتاب کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن | پہلا ایڈیشن اس کتاب کا اسی سال میں کمیٹی مدرسۃ العلوم نے کمیٹی کے فائدہ کے لیے چھاپا اور سب فروخت ہوگیا اور لوگوں کی طلب باقی رہی۔ میں نے کمیٹی کی طرف سے اس کے فائدے کے لیے دوسرے ایڈیشن کے نکالنے کا ارادہ کیا اور اس کے لیے یہ دیباچہ لکھا۔

کتاب پر نظر ثانی | مگر مجھ کو مصنف کا دوبارہ شکر ادا کرنا پڑا کہ انھوں نے مہربانی سے پہلے ایڈیشن پر نظر ثانی کی اور بعض نہایت مفید اور ضروری مضامین اس میں اضافہ کیے، اور حکمائے عہد مامون میں بالتخصیص نہایت مفید اضافہ کیا۔ مجھ کو امید ہے کہ یہ ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے بھی زیادہ مطبوع طبع ہوگا۔

سید احمد خاں

سیکرٹری کمیٹی مدرسۃ العلوم علیگڈھ

۱۲ اکتوبر ۱۸۸۹ء

''اعجاز التنزیل''

وزیر الدولہ ، مدبر الملک خلیفہ سید محمد حسن صاحب سی - آئی - ای - وزیر اعظم ریاست پٹیالہ نے ایک کتاب موسوم یہ ''اعجاز التنزیل'' تصنیف کی تھی جس میں انھوں نے ثابت کیا تھا کہ قرآن مجید لفظاً و معناً دونوں اعتبار سے معجز نما ھے اور اپنی تائید میں یورپ کے مستند اور مشہور مصنفوں کے اقوال بھی درج کیے تھے - اس کتاب پر سرسید نے علیگڈھ انسٹیٹیوٹ.گزٹ میں ایک طویل ریویو کیا تھا جسے ھم اخبار سرسور گزٹ ناھن مؤرخہ ۱۰ فروری ۱۸۹۰ء سے لے کر درج کرتے ھیں - (محمد اسماعیل پانی پتی)

اس زمانے کے مسلمان مصنف جب تائید اسلام پر کوئی مضمون لکھتے ھیں تو اکثر یورپین مصنفوں کے اقوال جو اسلام کی حمایت میں ھوتے ھیں اپنے ادعا کی تائید میں نقل کرتے ھیں اس زمانے میں جس قدر کتابیں مسلمانوں نے تصنیف کی ھیں سب نے کم و بیش یہ طریقہ اختیار کیا ھے - سید احمد خاں ، مولوی چراغ علی ، مولوی سید امیر علی ، سب کی تصنیفات میں اس قسم کی شہادتیں موجود ھیں اور سب سے اخیر تصنیف جو وزیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسن صاحب کی ''اعجاز التنزیل'' ھے آس میں تو سب سے زیادہ یورپین مصنفوں کے اقوال سے جو تائید اسلام میں ھیں استدلال کیا گیا ھے -

اس طریقے پر بعض لوگ معترض ھیں - وہ کہتے ھیں کہ اس طریقے کے اختیار کرنے سے دو باتیں لازم آتی ھیں اول یہ کہ

جن کے اقوال نقل ہوتے ہیں ، اُن کو بہت بڑا عالم قابل اسناد تسلیم کیا گیا ہے دوسرے یہ کہ وہ بوصف عیسائی ہونے کے نہایت منصف اور غیر متعصب ہیں ۔

اگر اس لزوم کو صحیح مان لیا جائے تو کیا خیال کیا جائے گا اس وقت جب کہ وہ بہت کچھ اسلام کے بعض مقدم امور کی نسبت نہایت مخالفت کرتے ہیں اور اُس کو بہت ہی برا بتلاتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان مصنفوں نے جس طرح بعض امور میں اسلام کی بہت ثنا و صفت کی ہے اسی طرح بعض باتوں میں بلکہ مقدم باتوں میں اسلام کے مسائل و عقائد کی نہایت حقارت و مذمت بھی کی ہے پس کیا وجہ ہے کہ ہم پہلی صورت میں تو ان کو منصف اور غیر متعصب قرار دیں اور دوسری حالت میں اُس کے برخلاف اُن کو سمجھیں ۔

علاوہ اس کے اس طریقے کے اختیار کرنے میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ جب مسلمان نوجوان طالب علم مسلمانوں کی تصنیفات میں اُن کے اقوال دیکھتے ہیں اور ان کو منصف اور غیر متعصب تسلیم کیا ہوا سمجھتے ہیں تو اُن کی اصلی تصنیفات کے پڑھنے پر مائل ہوتے ہیں اور جب اُن مقامات پر پہنچتے ہیں جہاں انھوں نے اسلام کے مسائل کی مذمت کی ہے تو طالب علموں کے دلوں میں نہایت بد اثر پیدا ہوتا ہے کہ ان مسائل کی نسبت بھی اُنھوں نے بالکل سچ اور محض انصاف سے اور بغیر تعصب کے لکھا ہے :

وہ کہتے ہیں کہ کسی شخص یا کسی چیز کی برائی کا لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کا سب سے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ اُس کی برائیوں کے ساتھ اُس کی کچھ خوبیاں بھی بیان کی جائیں تاکہ پڑھنے والوں کے دلوں پر یہ اثر پیدا ہو کہ اس کا لکھنے والا نہایت منصف اور غیر متعصب ہے ۔ جو بات اچھی تھی اس کو اچھا

لکھا ہے ، جو بات بری تھی اُس کو برا لکھا ہے ، سرولیم میور صاحب کی کتاب اسی قسم کی ہے ۔ پس اگر انھوں نے کسی فروعی امر میں اسلام کی تعریف کی اور چند کلمات خاص اس امر میں اسلام کی نسبت لکھے تو ان کو نقل کرنے اور اُن پر سند لانے سے کیا نتیجہ ہے ؟

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جن یورپین مصنفوں کو منصف اور غیر متعصب کہا جاتا ہے در حقیقت وہ کوئی مذہب نہیں رکھتے ۔ عیسائی مذہب کے بھی مانند نہیں ہیں اور قرآن مجید کو اُسی نظر سے دیکھتے ہیں جیسے سولن اور منو کے قوانین کو دیکھتے ہیں اور نبوت کی عجیب طاقت کی کچھ ضرورت نہیں سمجھتے ۔ پس قرآن یا اسلام کی تائید میں اُن کے اقوال کی سند لانے کے کوئی معنی نہیں ہیں ۔

مگر ہم ان خیالات سے متفق نہیں ہیں ۔ ''اعجاز التنزیل'' کو ہم اس لیے بھی نہایت قدر کے لائق سمجھتے ہیں کہ وہ یورپین مصنفوں کے تمام خیالات کا جو اسلام کی تائید میں ہیں ایک عمدہ مجموعہ ہے اور مصنف نے نہایت خوبی و سلیقہ سے اُن کو اس کتاب میں جمع کیا ہے ۔

یورپین مصنف جنھوں نے اسلام کی نسبت کچھ لکھا ہے وہ تین قسم کے ہیں ، اول زمانہ قدیم کے مصنف مثل بریدو وغیرہ ۔ اُن کی تصانیف کا موضوع تو بجز دشنام دہی اور آنکھ اور کان اور دل اور تمام قوائے ممیزہ کو معطل کر کے اسلام کی مذمت کرنا ہے اور اسی لیے اُن کو متعصب کہا جاتا ہے ۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو خود مذہب عیسوی پر دل سے یقین رکھتے ہیں اور اپنے تئیں بطور ایک مؤرخ کے قرار دے کر اسلام پر کوئی کتاب لکھتے ہیں مگر قبل اس کے کہ ایک حرف انھوں نے

لکھا ہو اس ارادہ پر قلم اٹھایا ہے کہ اسلام کا غلط اور جھوٹ اور ایک حریفانہ دھوکا ہونا ثابت کریں - اسی قسم کی تصنیفات سرولیم میور اور ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کی ہیں -

مگر یہ مصنف باوجودیکہ عیسائی ہونے اور مذہب اسلام کے مخالف ہونے کے تاریخانہ واقعات پر جن کی وہ تردید نہیں کر سکتے، یا بعض مسائل پر جن کی مخالفت کوئی دانشمند نہیں کر سکتا یا اُن بے مثل اور عجیب خوبیوں و بھلائیوں سے جو اسلام کی بدولت کم سے کم یہ کہ عرب کے جاهل صحرائی اُونٹ چرانے والوں کو پہنچیں انکار نہیں کرسکتے - وہاں اسلام کی مدح اور اُس کی ان خاص خوبیوں کا اقرار کرتے ہیں - پس کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم اُن کے اُن اقوال کو بطور ایک مخالف کے اقرار کے نہایت استحکام سے اپنے دعوے کی تائید میں، مگر نہ بطور ایک بنیاد اصلیت اسلام کے پیش نہ کریں، ہمارا دعویٰ حقیقت اسلام کا اُن اقوال پر جن کو ہم پیش کرتے ہیں، مبنی نہیں ہے بلکہ ان اقوال کا پیش کرنا اس مراد سے ہے کہ وہ امر ایسا مستحکم اور صریح ہے کہ مخالفین بھی اُس کو تسلیم کرتے ہیں یا اُس کے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں - وزیر الدولہ نے اپنی کتاب ”اعجاز التنزیل“ میں اس قسم کے مصنفوں کے اقوال کو اسی منشاء سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جس سے اس کتاب کا حسن دوبالا ہو گیا ہے -

تیسری قسم کے یورپین مصنف وہ ہیں جو منصف یا غیر متعصب کہے جاتے ہیں جیسے گبن یا ھگنزیا مسٹر کارلائل وغیرہ وغیرہ - ہم کو اس سے بحث نہیں کہ وہ کسی مذہب کے معتقد تھے یا نہیں - اگر نہ ہوں تو ان کے اقوال مثل ایک پنچ کے جو نہ مدعی کا طرفدار ہو نہ مدعا علیہ کا، ہمارے دعوے کے زیادہ تر مفید ہیں اور اُن کی نسبت منصف اور غیر متعصب کا لقب

زیادہ تر زیبا ھے ۔ انھوں نے مذھب اسلام کی خوبیوں کی نسبت بہت کچھ لکھا ھے اور اسلام نے جو سچائی اور صداقت دنیا میں پھیلائی اس کی تاثیر برق کے مانند کروڑوں آدمیوں کے دل میں بیٹھ گئی اور اب تک اسی استواری سے قائم ھے اور برابر اثر کرتی چلی جاتی ھے اور اسلام کی اور بہت سی باتوں کی اُنھوں نے بہت تعریف کی ھے اور ان سب کو تسلیم کیا ھے ۔ پس بلا شبہ اُن کے اقوال زیادہ تر ھمارے دعوے کے مؤید ھیں مگر نہ اس طور پر کہ ھمارے دعوے کی بنا اُن اقوال پر ھے بلکہ صرف اس لیے کہ چند غیر متعصب عالموں ، مؤرخوں ، فلاسفروں نے بھی اُن کو تسلیم کیا ھے ۔

ھاں یہ بات سچ ھے کہ اُنھی مصنفوں نے جن کی ھم نے اس قدر تعریف کی ، اسلام کے متعدد مسائل کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا ھے اور اُن کی مذمت کی ھے ۔ مگر ھم ھرگز اُن کی نسبت یہ نہیں کہتے کہ وہ مذمت یا حقارت اُنھوں نے تعصب کی راہ سے کی ھے بلکہ بد بختی سے خود ھم نے یعنی مسلمان مصنفوں یا مؤرخوں نے غلط طور پر وہ مسائل ان کو دکھائے ھیں اور اس لیے وہ مجبور ھوئے ھیں کہ غلط رائے اُن پر قائم کریں ۔

گو مسلمان تقلید سے یا تعصب سے اس بات کو نہ مانیں مگر کوئی محقق ایسا نہیں جو اس کو تسلیم نہ کرے اور خود مسلمان محقق بھی اس بات کو تسلیم کرتے ھیں کہ مسلمان مؤرخوں نے جو کتابیں اسلام کی تاریخ کی لکھی ھیں خواہ وہ سُنّی عالموں کی مکمل ھوئی ھوں یا شیعہ عالموں کی ، لغویات و مہملات اور جھوٹے قصوں اور موضوع روایتوں سے بھری ھوئی ھیں اور غلو مذھبی نے اور اختلاف مذھبی نے ان کو زیادہ تر بدنما اور درجۂ اعتبار سے ساقط کر دیا ھے بلکہ اصلی واقعات کو ایسا خراب کیا ھے کہ اُن کی

اصلی حالت دریافت کرنی مشکل ہے ۔

تاریخ کی کتابوں کے بعد حدیث کی کتابیں ہیں ، جو درجہ بدرجہ معتبر گنی جاتی ہیں ، شیعہ مذہب کی حدیث کی کتابوں کی بہ نسبت سُنّی مذہب کی حدیث کی کتابیں کسی قدر میری دانست میں زیادہ وقعت کی ہیں ، مگر ہر ایک فرقے نے اپنے ہاں کی حدیث کی کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا ہے ، حالانکہ خود اصول علم حدیث اور عام اصول تنقید روایت کے مطابق ہر ایک حدیث اُن کتابوں کی تنقیح و تنقید کے لائق ہے ، اُن کتابوں کے لکھے جانے کے تھوڑے دن بعد تقلید کی گرم بازاری ہوئی اور تحقیق کا دروازہ مسدود ہو گیا اور جو باتیں لکھی گئی تھیں وہی مسلّم سمجھی جانے لگیں ، صرف کتاب اللہ یعنی قرآن مجید ایسا تھا جو تمام آفات سے محفوظ تھا مگر مفسرین نے اس پر بھی رحم نہیں کیا اور اپنی تفسیروں میں ضعیف و موضوع روایتیں لکھنی شروع کیں اور بے اصل قصّے جو اکثر بلکہ کلیةً یہودیوں کے ہاں سے اخذ کیے تھے ان میں شامل کیے ، اور رفتہ رفتہ وہ تفسیریں نہایت اعتبار اور وقعت کی نگاہ سے دیکھی جانے لگیں ۔ پھر اس پر قیاسات اور اجتہادات نے بہت کچھ اضافہ کیا اور مذہب اسلام ایک مجموعہ صحیح و غلط مسائل کا اور واقعی و غیر واقعی واقعات کا بن گیا ۔

اُن بے چارے یورپین مصنفوں کے پاس جن کو ہم منصف و غیر متعصب کہتے ہیں ، خود ہماری تحریروں سے وہ مسائل اور واقعات پہنچے جو در اصل ٹھیٹ مذہب اسلام کے مسائل نہ تھے یا صحیح واقعات نہ تھے ۔ انھوں نے خود ہماری تحریروں سے دھوکا کھایا اور اُن کو مسئلہ اسلامی سمجھا اور اُس کو تحقیر کی نگاہ سے بھی دیکھا اور اس کی مذمت کی ، پس یہ ہمارا گناہ ہے نہ اُن کا قصور ۔

ایک عیسائی پادری نے ایک شخص سے کہا کہ تم گبن کو

بہت بے تعصب منصف سمجھتے ہو کہ اسلام کی نسبت اُس نے سچی رائیں ظاہر کی ہیں مگر فلاں امر کی نسبت اس نے یہ لکھا ہے اور ایسی مذمت کی ہے - اُس کی اس تحریر کو بھی تم بے تعصب سمجھتے ہو ؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ ہاں مگر گبن کو اس مسئلے کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے اصل مسئلہ ٹھیٹ اسلام کا یوں ہے - اگر صحیح مسئلہ اُس کو معلوم ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ لکھتا جیسا کہ اُس نے لکھا -

ایک فرنچ مصنف نے اپنی کسی تحریر میں جس کا پتہ مجھ کو یاد نہیں رہا اس بات پر نہایت تعجب و حیرت ظاہر کی ہے کہ جب قرآن میں لکھا ہے کہ ''انما المؤمنون اخوة'' تو پھر مسلمان کسی مسلمان کو کیوں کر غلام بنا سکتے ہیں یا جو غلام مسلمان ہو گئے ہیں وہ کیوں کر غلام رہ سکتے ہیں ، اُس کو یقین نہ تھا کہ اس آیت کے مطابق کوئی مسلمان غلام نہیں ہو سکتا ، اس پر اُس نے اسلام کی تعریف کی ہے کہ اپنے ہم مذہبوں کو غلامی سے آزاد کر دیا مگر پھر مذمت کی ہے کہ بنی نوع انسان کے ساتھ اُس نے اچھا سلوک نہیں کیا - مگر جب آیت حریت عام ''فاما منّا بعد و امّا فداءً'' اس کو دکھائی جاتی تو وہ ضرور کہتا کہ اسلام نے جو برکت تمام بنی نوع انسان کو بخشی ہے کسی مذہب نے نہیں بخشی ہے -

پس ہمارے نوجوان طالب علموں کا فرض ہے کہ جب وہ کسی ایسے یورپین عالم کی رائے کسی مسئلہ اسلام کے برخلاف دیکھیں تو اول اس بات کی تحقیق کریں کہ جو مسئلہ وہ سمجھا ہے یا اُس تک پہنچا ہے جس پر اُس نے اُس مسئلہ اسلام کی مذمت کی ہے درحقیقت وہ ٹھیٹ مذہب اسلام کا مسئلہ ہے بھی یا نہیں - اگر ہے تو آیا خود اُس مصنف کو غلطی ہوئی ہے یا نہیں ؛ کیونکہ

بنصف اور بے تعصب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس سے کوئی غلطی بھی نہ ہو۔

ہم اس بات کو بھی تسلیم کر لیں گے کہ وہ یورپین مصنف قرآن مجید کو بھی اسی نظر سے دیکھتے ہیں جیسے سولن اور منو کے قوانین کو ، مگر اُن کا اس نظر سے دیکھنا اور پھر مذہب اسلام کی نسبت وہ کچھ لکھنا جو اُنھوں نے لکھا ہے ، ہماری صداقت اسلام کو زیادہ مستحکم کرتا ہے۔ اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ اسلام انسان کے لیے بنایا گیا ہے یا یوں کہو کہ انسان اسلام کے لیے بنایا گیا ہے۔ دونوں باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام انسانی فطرت کے موافق ہے اور یہی دلیل اُس کی صداقت اور خالق انسان کی طرف سے ہونے کی ہے۔ پس اگر کسی ایسے عالم و فلاسفر نے بھی جو کسی مذہب کا معتقد نہیں ہے اُس کی صداقت کو تسلیم کیا ہے تو اس سے زیادہ کوئی معتمد شہادت ہمارے دعویٰ کی تصدیق پر نہیں ہوسکتی۔

غرض کہ ہماری دانست میں خلیفہ صاحب نے سب سے بڑا اور عمدہ کام اس کتاب میں یہی کیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہوا ہے یورپ کے عالموں کے اقوال جو تائید مذہب اسلام میں تھے یک جا جمع کر دیے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اُنھوں نے یہ کتاب نہایت عمدہ لکھی ہے۔ باوجودیکہ وہ ایک عمدہ شیعہ ہیں مگر نہایت بے تعصبی سے اُنھوں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ سُنّی مذہب کی کتابوں میں سے بھی اُنھوں نے معتبر روایتوں کے اخذ کرنے میں تامل نہیں کیا۔ علیٰ مرتضیٰ و اہل بیت و ائمہ اطہار کے مناقب جس قدر بیان ہوں وہ ان کی شان کے مقابلہ میں کم ہیں اور اہل سنت و جماعت بجز اس کے کہ ازیں ہم بالا تر بگو اور کچھ نہیں کہہ سکتے ، بقول

ایک سُنّی کے جس نے ایک شیعہ سے کہا تھا کہ اگر محبت اهل بیت نزد شما جزو ایمان است نزد ما عین ایمان است ، شہادت حضرت امام حسین علیه السلام کی نسبت بطور ایک لطیفہ کے کے اُنھوں نے اس آیت ''وفدیناه بذبح عظیم'' پر استدلال کیا ہے ، ورنہ کوئی شیعہ مثل عیسائیوں کے جو وہ حضرت مسیح کے فدیہ ہونے کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ حضرت امام حسین[۴] تمام مومنین کے بدلے فدیہ ہوگئے - رہی یہ بات کہ اگر امام علیه السلام یزید سے بیعت کر لیتے اور وہ امام بر حق تسلیم کیا جاتا تو اُمت محمدی میں صد ہا آفات پیدا ہوتیں - اُن آفات سے اُمت کو بچانے کے لیے انھوں نے جان دی اور امت کے لیے فدیہ ہوگئے ، اُس میں نہ کوئی سُنّی عذر کر سکتا ہے ، نہ کوئی شیعہ ، جو فعل کہ حضرت امام حسن علیه السلام نے معاویہ ابن ابی سفیان کے ساتھ کیا اور جو فعل کہ حضرت امام حسین علیه السلام نے یزید کی بیعت سے انکار میں کیا اُس سے جو تفاوت کہ دونوں بھائیوں میں ہے وہ علانیہ ظاہر ہوتا ہے - فتدبّر -

"الفاروق" اور سرسید

(علیگڈھ انسٹیٹیوٹ ۔ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۸۹۳ء)

مولانا شبلی نعمانی جب مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں پروفیسر تھے ۔ اُس وقت ۱۸۹۲ء میں اُنھوں نے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی مفصل اور مکمل سوانح عمری لکھنے کا ارادہ فرمایا اور "الفاروق" کے نام سے اس کا اعلان بھی اپنی مشہور کتاب "سیرۃ النعمان" کے دیباچہ میں کر دیا ۔ جو جنوری ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی تھی ۔

مدرسۃ العلوم علیگڈھ کی مصلحتوں کے پیش نظر سرسید نہیں چاہتے تھے کہ مولانا شبلی جو کالج سے منسلک تھے "الفارق" لکھیں ۔ کیونکہ اس سے کالج کے شیعہ ہوا خواہوں اور ہمدردوں کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ تھا ۔ لیکن جب مولانا شبلی اپنے خیال اور ارادہ سے باز نہ آئے تو سرسید نے نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی کو خط لکھا کہ آپ مولانا شبلی کو اس کتاب کی تصنیف سے رکنے کا مشورہ دیں ۔ کیونکہ کالج کی مصلحتیں اس بات کی مقتضی نہیں ھیں کہ اُس کے ایک پروفیسر کے قلم سے ایسی فرقہ وارانہ کتاب نکلے ۔ اُس وقت کالج کے ہمدردوں ، معاونوں اور سر پرستوں میں سب سے زیادہ قابل تعظیم یہی بزرگ تھے اور سرسید

کو یقین تھا کہ چوں کہ نواب صاحب شیعہ ھیں اُس لیے
یہ کتاب علیگڈھ کالج سے اُن کی بدمزگی ، بیزاری اور
بے التفاتی بلکہ بے تعلقی کا موجب ھوگی اور اسی
وجہ سے سرسید کو اصرار تھا کہ یہ کتاب نہ لکھی
جائے - مگر بالکل خلاف توقع سرسید کے اس خط کا
جواب نواب عماد الملک نے یہ دیا کہ ”اسلام میں
دین و دنیا کی جامع ۔ کامل ذات صرف حضرت عمر کی
ھے اور دنیا نے ایک ھی فاروق پیدا کیا ھے - حیف ھے
اگر اُس کی سوانح عمری نہ لکھی جائے - آپ یہ
سوانح عمری لکھنے سے مولوی شبلی کو نہ روکیے“ اور
ساتھ ھی مولانا شبلی کی بہت کچھ تعریف و تحسین
بھی کی - مگر نواب عماد الملک کے اس خط کے باوجود
سرسید کا یہی خیال رھا کہ بہتر ھو کہ مولانا شبلی
الفاروق نہ لکھیں اور اس ارادہ کو ترک کر دیں
(حیات شبلی مرتبہ سید سلیمان ندوی صفحہ ۲۳۱) -
اُسی زمانہ میں جب ”الفاروق“ کا غلغلہ ھر طرف بلند
تھا اور لوگ بہت بے صبری کے ساتھ اُس کی اشاعت کے
منتظر تھے - خود سرسید ھی کے گروہ میں سے ایک
صاحب منشی سراج الدین (راولپنڈی) نے اس موقع سے
فائدہ اُٹھا کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی
سوانح حیات شائع کرنے میں اولیت کا شرف حاصل کرنا
چاھا اور (بقول خود) ”پانچ چھ مہینے میں“ جھٹ پٹ
کچھ انتخاب و اقتباس کے بعد ”سیرۃ الفاروق“ کے
نام سے ۳۰۸ صفحے کی ایک کتاب شائع کر دی یہ
مطبوعہ کتاب جب سرسید نے دیکھی تو علیگڈھ

انسٹیٹیوٹ گزٹ میں آنھوں نے اس پر ایک مضمون لکھا ۔ یہی مضمون ہم آج ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں ۔

متذکرہ بالا دونوں واقعات سے مولانا شبلی نے بد دل اور مایوس ہونے کی بجائے زیادہ مستقل مزاجی کے ساتھ ''الفاروق'' لکھنے کا پختہ عزم کر لیا اور کئی سال کی محنت اور کاوش کے بعد ''الفاروق'' مرتب کی ۔ جو چھپنے کے بعد ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور اب تک آس کے بیسیوں اڈیشن نکل چکے ہیں ۔ نصاب میں بھی داخل ہے اور آس کے فارسی اور انگریزی ترجمے بھی ہوچکے ہیں ۔ مگر منشی سراج الدین کی ''سیرۃ الفاروق'' ایسی گوشہ گمنامی میں چھپی کہ آج کہیں آس کا نام بھی سننے میں نہیں آتا ۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

'' اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہمارے کالج کے پروفیسر مولوی محمد شبلی نعمانی نے اپنی تصانیف سے ملک کو بہت فائدہ پہنچایا ہے ، المامون ، سیرۃ النعمان ۔ کتب خانہ سکندریہ اور الجزیہ بے مثل اور بے نظیر کتابیں ہیں ۔ اگر وہ نعوذ باللہ اپنے رسالہ الجزیہ کی نسبت مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ کہیں کہ ''فاتوا بسورۃٍ من مثلہٖ'' تو کچھ تعجب نہ ہوگا جزیہ کا ایسا بیجا اور غلط الزام اسلام پر تھا ۔ جس کا آج تک کسی نے ایسی عمدگی سے حل نہیں کیا تھا ۔ ان اجرہ الا علی اللہ بایں ہمہ آنھوں نے مثل علمائے متقدمین با خدا الذین لا ینظرون الی الدنیا و حظا سھا بل ینظرون الی رحمۃ اللہ و برکاتھا او الی حالۃ القوم و اصلا حھا کوئی ذاتی فائدہ آن کتابوں کی تصنیف سے نہیں آٹھانا چاہا ۔ بلکہ بالکلیہ مدرسۃ العلوم کو دے دیا اور جب

اُن کی حالت معاش پر نظر کی جاوے تو اُن کی یہ فیاضی بھی بہت زیادہ اور اعلیٰ درجہ کی با وقعت ہو جاتی ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور جب ایسے شخص نے جو کیا بحیثیت علم اور کیا بلحاظ عمدگی تالیف اور کیا بنظر طریقۂ ترتیب مضامین میں یادگار سلف ہے ''الفاروق'' لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور بہت کچھ اس کا سامان بھی جمع کیا تھا - جس کا جمع کرنا نہ آسان کام ہے، نہ ہر ایک شخص کا کام ہے اور ہنوز بہت کچھ جمع کرنا باقی ہے - تو ہمارے دوست منشی سراج الدین احمد صاحب کو بلاشبہ مناسب نہ تھا کہ اسی مضمون پر کتاب لکھ ڈالتے - بلکہ اُس رحمت کے منتظر رہتے جو خدا کو مولوی شبلی کے ہاتھ سے سلک کو پہنچانی تھی -

''ہیروز آف اسلام'' (کے سلسلہ) میں حضرت عمرؓ کی لائف کا لکھانا ایک بہت بڑا نازک کام ہے - ممکن ہے کہ اُن کی لائف اس طرح پر لکھی جاوے جو انسانوں کے لیے باعث رحمت ہو - یا اس طرح پر لکھی جاوے کہ باعث آفت ہو - یا اس طرح پر لکھی جاوے کہ دونوں فریق شیعہ و سُنّی کو بجز گمراہی کے اور کچھ حاصل نہ ہو -

سب سے مقدم یہ بات ہے کہ اول اس کا لکھنے والا شیعہ اور سُنّی دونوں مذہبوں کی قید سے اپنے تئیں آزاد سمجھے اور ہسٹورین (مورخ) بن کر اُن کی لائف لکھے - یا یہ کرے کہ ان امور کو جو دونوں فریق میں متنازعہ فیہ ہیں مطلق نہ چھیڑے اور ان واقعات اور حالات کو اور اُن کی اُس خصلت اور انتظامی قوت کو اور اُس برکت کو لکھے جو اُن کے زمانۂ خلافت میں اسلامی دنیا کو پہنچی - جن سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا -

مشکل یہ ہے کہ کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ

اس کے هر ایک فعل کو دو پہلو نیک اور بد سے تعبیر نہ کیا جا سکے - یہ مشکل اس وقت زیادہ ہو جاتی ہے جب کہ کسی اکابر دین کی جیسے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں - لائف لکھی جاوے - پس حضرت عمرؓ کی لائف لکھنا ایسا آسان کام نہیں تھا جیسا کہ ہمارے دوست منشی سراج الدین احمد صاحب نے سمجھا - مگر ہم کو افسوس ہوتا ہے جب کہ ان کی نسبت کوئی الزام بد نیتی کا دیا جاتا ہے منشی سراج الدین احمد صاحب ایک نیک آدمی ہیں قومی بھلائی کا وہ خیال ظاہر کرتے ہیں - بے شک ہم کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے غلطی کی - جو کام ان کو نہ کرنا چاہیے تھا انھوں نے کیا - بلکہ وہ کام ان کے قابو سے باہر تھا - بلکہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے مخدوم وحید العصر مولوی شبلی کے قابو سے بھی باہر ہے - مگر کسی بد نیتی یا طمع نفسانی کا الزام جو لوگ منشی سراج الدین احمد کی طرف لگاتے ہیں - نہ ہم اسے پسند کرتے ہیں اور نہ درست سمجھتے ہیں -

فرض کرو کہ ایک مضمون پر ایک شخص نے کتاب لکھنے کا ارادہ کیا - اسی مضمون پر دوسرے شخص نے بھی کتاب لکھی - اس میں نقصان کیا ہوا ؟ بلکہ جب دونوں کتابیں موجود ہوں گی تو لوگوں کو دونوں میں تمیز کرنے کا نہایت عمدہ موقع ملے گا اور یہ صادق آوے گا فتقبّل من احد هما و لم یتقبل من الاخر -

یہ سمجھنا کہ منشی سراج الدین کے سیرۃ الفاروق تحریر کرنے سے مولوی شبلی بیدل ہو گئے ہیں - اب نہ وہ "هیروز آف اسلام" لکھیں گے اور نہ "الفاروق" محض غلط خیال ہے - اگر اهل ملک مولوی شبلی کی تصانیف کو سمجھتے ہوں تو وہ یقین کریں گے کہ اگر ایک ہی مضمون پر دس شخص بھی لکھیں تو

مولوی شبلی کی تحریر نرالی ہوگی - بس اُن کو کیا پروا ہے کہ اور کسی نے بھی کچھ لکھا ہے -

مگر ہم مولوی شبلی کی اس رائے کو کہ بزرگان دین کو بھی "ہیروز آف اسلام" میں داخل کر کے اُن کی لائف لکھیں ہرگز پسند نہیں کرتے اور نہ اُن سے متفق ہیں - وہ لوگ "فادر آف اسلام" ہیں نہ "ہیروز آف اسلام" اور ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا کرے مولوی شبلی "الفاروق" نہ لکھیں -

ہم مولوی شبلی سے اصرار کر رہے ہیں کہ اپنا "سفر نامہ" ختم کرنے کے بعد "الغزالی" یعنی لائف امام غزالی کی لکھ دیں - جو نہایت دلچسپ اور بے حد مفید ہوگی - خدا اُن کو توفیق دے کہ ہماری بات کو مانیں - اس کے بعد جو خدا کو منظور ہو وہ کریں - لیکن اگر اس کے بعد بھی انھوں نے "الفاروق" لکھی تو ہم اُس وقت اُن کو کہیں گے جو کہیں گے -